جانِ جاں

عنیقہ محمد بیگ

مکمل ناول

جانِ جاں

علیقہ محمد بیگ

خود اپنے سے ملنے کا تو یارا نہ تھا مجھ میں
میں بھیڑ میں گم ہو گئی تنہائی کے ڈر سے
بے نام مسافت ہی مقدر ہے تو کیا غم
منزل کا تعین کبھی ہوتا ہے سفر سے
نکلے ہیں تو رستے میں کہیں۔ شام بھی ہو گی
سورج بھی مگر آئے گا اس راہ گزر سے

ہجر و فراق کے بحر میں غوطہ زن معصوم دلوں کی دلگداز داستان

اس نے پوسٹ آفس کی راہ پکڑی۔ آج پھر وہ لیٹ ہوگیا۔ اماں کی تیز آواز نے اسے آخر کار واپس تلخ زندگی میں لا پھینکا جبکہ اس کا خواب تو صرف یورپ تھا۔ اس کے وہاں جانے کا بندوبست بھی ہوگیا تھا مگر خدا کو شاید کچھ اور ہی منظور تھا...... اس کی بہن فاطمہ کی موت اور اس کے والد قیوم صاحب کے ہارٹ اٹیک نے اس کی دنیا پلٹ دی۔

ابا کی بیماری کے بعد گھر کا سارا بوجھ اس کے کندھوں پر آپڑا۔ اپنے تاریک گھر میں وہ واحد چراغ تھا...... جو اپنے والدین کو اپنی بہن فاطمہ کے دکھ سے نکالنے کی کوشش کر رہا تھا مگر اپنوں کی موت کا دکھ کیسے کم ہوسکتا تھا۔ قیوم صاحب جو محکمہ پوسٹ آفس میں ملازم تھے ان کی جگہ اکرم نے سنبھالی اور بیرون ملک کی ٹکٹوں کو دیکھ دیکھ کر دن گزارنے لگا...... آدھے گھنٹے میں وہ پوسٹ آفس پہنچا تو لوگوں کی لمبی قطار سے اسے یاد آیا کہ آج بجلی کے بل جمع کرنے کی آخری تاریخ تھی۔ اس نے تیزی سے اپنا کام نمٹایا اپنے کام سے فارغ ہوا تو سر میں درد سا اٹھنے لگا۔ اس کی وجہ بلوں پر پڑنے والی بار بار مہروں کی کھٹ کھٹ تھی۔ اس نے ایک بھرپور جمائی لی اور چچا کی خیر دین کو پکارا۔

”چاچا۔ چاچا ایک کپ چائے ملے گی۔“

”بیٹا سر میں درد ہے کیا؟“ خیر دین جو برسوں سے پوسٹ آفس میں صفائی کا کام دیکھ رہا تھا۔ اس نے چونک کر پوچھا۔ وہ جو ایک گھنٹہ پہلے چائے کا کپ اسے دے چکا تھا اس کے دوبارہ طلب کرنے پر فکرمند سا ہوا۔

”ہاں، ہاں، چاچا۔ پچھلے کئی دنوں سے سر میں عجیب سا درد رہتا ہے۔“ اس نے اپنے سر کو دبا کر اکتاہٹ ظاہر کی۔

”صبح جلد اٹھ جاتے ہو، نئی ملازمت میں ایسا ہی حال ہوتا ہے۔ آہستہ آہستہ عادت پڑ جائے گی تو سر درد دور ہوجائے گا۔ میں ابھی اپنے بیٹے کے لیے بڑھیا سی چائے لاتا ہوں۔“ خیر دین نے صفائی والا کپڑا ایک طرف رکھا اور شفقت سے بولا اور ساتھ ہی اس کے کندھے پر تھپکی دے کر تسلی دی، جس کے چہرے سے صاف عیاں تھا کہ وہ پوسٹ آفس کی ملازمت سے ناخوش ہے۔

خیر دین چائے لینے چلا گیا۔ اکرم نے آنکھیں موندلیں اور پھر اس نے اپنے جسم کو کرسی پر ڈھیلا چھوڑ دیا۔ وہ کرسی پر بیٹھے بیٹھے تھک چکا تھا۔ ابھی اور اسے مزید تین گھنٹے وہاں بیٹھنا تھا۔ وہ نیند کی آغوش میں جانے ہی والا تھا کہ اس کے کانوں میں آواز پڑی۔

”سنیے، سنیے۔“ اس نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھولیں تو سامنے اِک سیاہ چادر میں لپٹی لڑکی کو پایا۔ اس نے آنکھیں مسلیں اور پھر قلم ہاتھ میں مضبوطی سے تھام لیا۔

”جی کہیے!“ وہ شائستگی سے بولا۔

”یہ خط پوسٹ کرنا ہے۔“ لڑکی نے اپنے پرس کی زپ کھول کر اس میں سے ایک خط نکالتے ہوئے بتایا۔

”رجسٹری یا پھر نارمل پوسٹ؟“ اکرم نے اس سے خط پکڑ کر لندن کا ایڈریس پڑھ کر پوچھا۔

”رجسٹری کروانے کے کتنے پیسے ہوں گے؟“ اس نے ایک لمحے کو سوچا اور پھر نظریں جھکا کر پوچھا۔

”ایک سو اسی روپے!“ اکرم نے خط کا وزن کیا اور پھر خوشگوار موڈ میں بولا۔ وہ ایک دم مرجھا سی گئی۔ اس کے پرس میں صرف ایک سو پچاس روپے تھے۔

”کتنے دنوں میں پہنچ جائے گا؟“ اس نے چادر سنبھال کر پوچھا۔ جیسے کوئی دوسرا اسے پوسٹ آفس میں نہ دیکھ لے۔

”میرے خیال میں دس دن یا پھر پندرہ۔“ اکرم نے قلم اپنے کان میں اڑس کر جواب دیا۔ وہ پرس میں کچھ ٹٹولتی رہی۔

”رجسٹری کر دوں کیا؟“ اکرم نے خود سے بے پروا دیکھ کر حیرت سے پوچھا۔

”جی، جی...... مگر میرے پاس اس وقت ڈیڑھ سو روپے ہیں اگر آپ تیس روپے کا ادھار کرلیں؟“ اس نے نظریں چرا کر ادھار کا سودا طے کیا۔

اکرم اس کے چہرے کو غور سے تکنے لگا۔ وہ شرمندہ سی ہوگئی۔ اکرم نے اس معصوم سے چہرے کو تکنا بند کیا اور خاموشی سے ٹکٹیں چسپاں کرنے لگا۔

”رجسٹری کر رہے ہیں؟ میں کل تیس روپے دے جاؤں گی۔“ اس کی آواز میں نمی سی آگئی اکرم نے اس کے چہرے پر نظر ڈالی تو وہ کچھ سنبھلی۔

”جی ہاں، رجسٹری ہی کر رہا ہوں مگر یہ کیا؟“ اس نے خط کے دوسری جانب پر ایڈریس نہ دیکھا تو وہ چونکا۔

”کیا ہوا؟“ وہ گھبرا سی گئی۔ اکرم کے خط کو گھورنے پر وہ فکرمند ہوگئی۔

”میڈم اپنے گھر کا ایڈریس تو لکھ دیں۔“ اس نے شائستگی سے کہا۔

”میرے گھر کا...... کیوں؟“ وہ شک بھری نظروں سے اکرم کو تکنے لگی۔

”رجسٹری کے لیے آپ کو اپنا مکمل ایڈریس دینا ہوگا۔“ اکرم نے اسے پاس پڑے خطوط اٹھا کر دکھائے۔ وہ اسے تسلی دینا چاہتا تھا کہ ایسا پوسٹ آفس کا اصول ہے۔

”کیا ایسا نہیں ہوسکتا...... کہ آپ کسی اور کا ایڈریس لکھ دیں؟“ وہ کچھ دیر سوچ میں پڑ گئی پھر ایک دم بولی۔

”نو میڈم...... خط کا جواب آپ کو پھر نہیں ملے گا...... جس جگہ کا ایڈریس دیں گی خط وصول کرنے والا اسی ایڈریس پر خط کا جواب پوسٹ کرے گا۔“ اکرم نے قلم اپنے کان سے ہٹا کر اپنے ہاتھ میں تھام لیا۔

وہ اپنے ہاتھوں کو مسلنے لگی...... اس کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی...... وہ بھی اس کی کیفیت سے بجھ سا گیا۔

”کیا آپ اپنے گھر کا ایڈریس دے سکتے ہیں؟“ لڑکی نے فکرمندی سے پوچھا...... اور اپنی چادر کو سنبھالا...... جو سر سے اتر گئی تھی۔

”کیا...... میں؟“ اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا...... پہلے ادھار اور پھر گھر کا ایڈریس اس کے لیے دونوں باتیں بہت عجیب سی تھیں۔

”پلیز...... آپ میری مدد کر دیں...... میں اپنے گھر کا ایڈریس نہیں دے سکتی۔ آپ پلیز میری بات کو سمجھیں۔“ اس نے بے بسی سے بتایا۔ ہلکی سی مسکراہٹ اکرم کے لبوں پر ابھری اور اس نے خط پر قلم چلا دیا...... وہ اب سکون میں دکھائی دینے لگی۔

”جی آپ کا کام ہوگیا......“ اکرم نے رسید کاٹ کر اس کے حوالے کی...... اس نے شکریہ کر کے رسید پرس کی اندرونی جیب میں حفاظت سے رکھی اور پھر شائستگی سے بولی۔

”خط کا جواب...... پلیز ذرا خیال رکھیے گا۔“ اس نے بات کو ادھورا چھوڑا۔

”جی...... جی ضرور...... آپ کی امانت ہوگی، آپ بے فکر ہو کر گھر جائیں۔“ اکرم نے اسے تسلی دی۔ لڑکی کے وہاں زیادہ دیر کھڑے ہونے سے باقی پوسٹ آفس کے ملازم اسے تیکھی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

شکریہ...... ادا کر کے وہ چادر سنبھالے باہر نکل گئی۔ اکرم نے دور جاتی لڑکی سے نظریں نہ ہٹائیں۔

”بیٹا...... بیٹا!“ خیر دین کی آواز نے اسے

اس سحر سے آزاد کیا۔
''جی..... جی چاچا۔'' اس نے شرمندگی سے نظریں چرائیں۔
''چائے بیٹا.....'' خیر دین نے ٹیبل پر کپ رکھا۔
''رحما آئی تھی کیا؟'' وہ پوسٹ آفس کے گیٹ پر تھی تو خیر دین نے اسے دیکھ لیا تھا۔ اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔
''کون..... رحما..... چاچا؟'' اس نے چائے کا سپ لے کر حیرانی ظاہر کی۔
''ارے وہی لڑکی جو ابھی ابھی گیٹ سے باہر نکلی ہے۔'' خیر دین نے کہا۔
''ہاں چاچا..... ایک لڑکی آئی تھی، کون ہے وہ؟ آپ اسے جانتے ہیں؟'' اس نے تجسس سے پوچھا۔ وہ اس الجھی الجھی لڑکی کے بارے میں جاننے کے لیے بے قرار تھا۔
''رحما نام ہے اس کا..... بڑی پیاری بچی ہے، ہر ہفتے ایک خط ڈال کر جاتی ہے، بہت پریشان نظر آتی ہے۔ جیسے کوئی کمبخت روگ اسے نگل رہا ہو۔'' خیر دین نے اک آہ بھری اور پھر صفائی والا کپڑا تھام لیا۔ اکرم نے چائے کا سپ لیا اور رحما کے خط پر لکھا ایڈریس بار بار پڑھنے لگا۔

☆☆☆

رحما کی بھی عجب کہانی تھی۔ اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھی۔ باپ بچپن میں فوت ہو گیا۔ اس کی ماں ثریا نے اسے پالا پوسا..... وہ اٹھارہ سال کی تھی جب اسے ارمغان نے پرپوز کیا۔ ارمغان اس کے کالج کا بہترین اسٹوڈنٹ تھا۔ دونوں میں دوستی ہوئی اور پھر وہ لندن جاتے وقت رحما سے اپنی محبت کا اظہار کر گیا..... کہ وہ اس کی منتظر رہے..... رحما نے بھی اس کی دوستی کو محبت کا رنگ دے دیا..... اور اس کا شدت سے انتظار کرنے لگی مگر اب چار سال سے وہ مسلسل خط لندن بھیج رہی تھی مگر دوسری جانب سے ارمغان نے کسی خط کا جواب نہیں دیا تھا۔ جس سے آہستہ آہستہ وہ بکھرنے لگی۔ رحما اپنی ماں سے اپنی دلی کیفیت چھپائے اپنے لیے آنے والے ہر رشتے کو ٹھکرا دیتی..... ثریا، رحما کی نفی کو اپنی تنہائی کا سبب سمجھیں..... کہ ان کی بیٹی انہیں شادی کے بعد تنہا رہنے دینا نہیں چاہتی..... مگر ثریا کو رحما کی فکر تھی..... اس کے گھر کی فکر..... وہ ایک ماں تھیں..... ان کے پڑوس میں رہنے والی عظمت خالہ جو ثریا کی پرانی سہیلی تھیں..... وہ ہمیشہ دلاسا دیتی رہتیں..... کہ رحما اور نورین انشاء اللہ جلد ہی اپنے پیا گھر رخصت ہو جائیں گی..... اللہ کا کرم رہا..... تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔ عظمت خالہ کی ایک بیٹی نورین، رحما کی ہم عمر تھی۔ نورین کے ابا کا انتقال دو سال پہلے ہوا تھا..... اب ان دونوں ماں، بیٹی کی کہانی بھی بالکل ثریا اور رحما جیسی تھی۔ ان کے گھر میں کوئی تکلیف آتی تو ثریا دوڑی دوڑی جاتیں..... اور ثریا کے گھر کچھ ہوتا..... تو عظمت اور نورین بھاگے چلے آتے۔ دونوں گھروں میں بہت پیار تھا۔ نورین ایک اسکول ٹیچر تھی..... مگر ثریا کے جوڑوں کے درد نے رحما کو گھر سے باہر جانے نہ دیا..... وہ گھر پر ہی سلائی کا کام کرتی..... ثریا بڑی بڑی دکانوں سے سلائی کا کام لے آتی تھیں۔ جس سے ان کا گزارہ ہوتا..... اب یہ ساری ذمے داری رحما نے سنبھال لی تھی..... اب وہ ماں کو زیادہ کام نہیں کرنے دیتی تھی اور خود ہی تمام دکانوں سے سلائی کا کام لے آتی تھی..... آج بھی وہ گھر سے سلائی کا کام لینے آئی تھی اور راستے میں پوسٹ آفس میں اسے دیر ہو گئی۔ اسے گھر جلد پہنچنا تھا..... اس لیے اس نے اپنے قدموں کو تیز کر لیا تھا..... جو جانتی تھی کہ اس کی بوڑھی ماں بے چین ہو جائے گی۔

وہ سارے راستے ارمغان کی سوچوں میں گم رہی..... گھر اداسی لے کر پہنچی..... ثریا تخت پر بیٹھی مٹر چھیل رہی تھیں..... رحما کو دیکھ کر ان کی جان میں جان آئی..... جو کئی بار گھڑی کو دیکھ چکی تھیں۔
''رحما میری بچی..... اتنی دیر کہاں کر دی.....؟'' ماں نے فکرمندی سے پوچھا۔
''اماں..... امجد بھائی دکان پر نہیں تھے..... ان کے چھوٹے بھائی سہیل نے کام دینے میں دیر کر دی۔'' اس نے کپڑوں کا شاپر تخت پر چھوڑا..... اور بیسن میں ہاتھ منہ دھونے لگی۔
''رحما..... تو نے صاف صاف بات کر لی تھی ناں..... کہ ہر قمیص کے گلے کے پچاس روپے لیں گے۔'' ثریا نے شاپر کھولا..... اتنے زیادہ کپڑے دیکھ کر فکرمندی سے پوچھا۔
''جی اماں..... میں نے بات کر لی.....'' اس نے منہ پر پانی کے چھینٹے مارتے ہوئے جواب دیا۔
''ان کی طرف سے کیا جواب آیا.....؟'' وہ فکرمندی سے پوچھنے لگیں۔ مہنگائی جو بہت تھی..... بے چاری کیا کرتیں..... تنہا ماں، بیٹی کیسے گھر کا خرچ نہیں روپے فی قمیص کے گلے پر چلا سکتی تھیں۔
''سہیل بھائی نے بات تو سن لی..... مگر کوئی جواب نہیں دیا۔'' اس نے تولیے سے منہ پوچھا اور ماں کے پاس تخت پر آ بیٹھی۔
''انہیں جواب تو کوئی دینا چاہیے تھا۔'' وہ مزید فکرمند سی ہو گئیں..... ان کے گھر کا سہارا تو صرف سلائی کے کام پر تھا۔
''اماں..... کوئی نہ کوئی جواب دے دیں گے۔ آپ فکر نہ کریں.....'' اس نے ماں کے ساتھ مٹر چھیلتے ہوئے کہا۔
''تو رہنے دے..... میں مٹر چھیل رہی ہوں..... میری بیٹی بہت زیادہ تھک گئی ہے۔'' ثریا نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا..... جو رات دیر تک سلائی کرتی رہی اور اب باہر کا کام کر کے لوٹی تھی۔

''اماں..... میں بالکل نہیں تھکی ہوں اور یہ مٹر... کی پرات مجھے دیجیے..... میں چاول بنا لیتی ہوں۔'' اس نے تخت سے مٹر... کی پرات اٹھاتے ہوئے کہا۔
''نہیں..... نہیں رحما..... باہر اور اندر دونوں کا کام کرو گی..... تو بیمار پڑ جاؤ گی.....'' ثریا نے پرات مضبوطی سے پکڑی۔
''اوہو..... اماں..... آپ میری فکر چھوڑیں.....'' اس نے ماں سے پرات پکڑی..... تو رحما کا ہاتھ ثریا سے چھو گیا جو تپ رہا تھا۔
''اماں! آپ کو پھر بخار ہو گیا کیا؟'' اس نے ماں کو فکرمندی سے دیکھا۔
''نہیں..... نہیں..... بخار کب ہے.....'' ثریا نے خود کو چھو کر نفی کی..... درحقیقت وہ اپنی بیماری سے اپنی بیٹی کو مزید پریشان کرنا نہیں چاہتی تھیں۔
''اماں..... آپ آرام کیوں نہیں کرتیں.....'' صحن سے اسے نظر آ رہا تھا کہ ثریا نے سارے گھر میں جھاڑو دی ہے پھر وہ منہ بسورے بولی..... ''اماں جلدی سے جا کر دوائی لے آئیں.....'' اس نے ماں کو پیار سے کہا تھا۔
''معمولی بخار ہے..... دودھ پی کر سو جاؤں گی..... تو بھلی چنگی.....'' ثریا نے پیار سے جواب دیا اور تخت پر لیٹ گئیں۔
وہ ماں کی حرکت پر خفا سی ہوئی۔ ''نہیں اماں..... بس میں عظمت خالہ کو بلا لاتی ہوں، آپ جلدی سے دوا لے کر آئیں۔'' اس نے ماں کا بازو پکڑ کر جانے پر زور دیا۔ ثریا ہنس دیں اور اپنی بیٹی کی محبت کی خاطر اٹھ بیٹھیں۔
''اچھا، اچھا..... ماسٹرنی..... گھر سے مجھے بھیج کر نورین کے ساتھ گپ شپ کا ارادہ ہے۔'' ثریا نے مسکراہٹ سے نورین کا نام لے کر چھیڑا۔
''اماں..... سہیلی ہے میری۔'' وہ مسکرائی۔

''اچھا لا اپنی چادر دے...... میں خود ہی چلی جاتی ہوں......'' ثریا نے اپنا دوپٹا رحما کو دیا...... اور اس کی کالی چادر اوڑھ لی۔

''اماں پیسے ہیں کیا......؟'' اس کے پرس میں خود پیسے نہیں تھے پھر بھی اس نے فکر مندی سے پوچھا۔

''ہاں...... ہاں وہ غزالہ سوٹ کے پیسے دے گئی......'' ثریا نے تخت کی چادر کا کونا پلٹ کر اس کے نیچے سے دو سو روپے نکال کر اسے دکھائے۔

اس نے دل میں لاکھ لاکھ خدا کا شکر ادا کیا...... کہ اگر ثریا اس سے پیسے طلب کر لیتیں۔

''یہ رکھ لے......'' ثریا نے سو کا ایک نوٹ اس کے ہاتھ میں تھمایا اور دوسرا اپنے ہاتھ میں دبا لیا۔ ...

''اماں...... یہ بھی اپنے پاس رکھ لیں...... اس نے ماں کو پیسے واپس کر دیے۔'' انہوں نے مسکرا کر نوٹ رحما کے پرس میں ڈال دیا۔

''نورین کے ساتھ کل گول گپے کھانے چلی جانا......'' وہ مسکرا کر بولیں۔ ماں کی بات سن کر اس نے آنکھیں نکالیں۔ ثریا مسکراتے ہوئے گھر سے نکل گئیں اور وہ کچن کی طرف چلی گئی۔

☆☆☆

اس نے کچن میں چیزیں سمیٹیں...... اس کے ذہن پر ارمغان کی سوچ سوار تھی...... ''کیا وہ مجھے خط کا جواب دے گا...... شاید اس دفعہ ضرور...... میں نے اس دفعہ رجسٹری کی ہے...... اسے ضرور میرا خط وصول ہوگا۔'' دروازے پر دستک ہوئی تو اس کی سوچ ٹوٹی...... وہ جانتی تھی کہ نورین کو اس کی ماں نے بھیجا ہے۔ شام جو ہو رہی تھی۔ اس نے دروازہ کھولا تو سامنے نورین کو کھڑا پایا۔

''آیئے...... آیئے۔'' رحما نے مسکرا کر اسے... خوش آمدید کہا...... وہ منہ بسورے اندر چلی آئی۔

''خفا ہو کیا؟'' رحما نے ہنسی دبا کر پوچھا...... جو جانتی تھی کہ پچھلے ہفتے ان دونوں میں ارمغان کی وجہ سے جنگ چھڑ گئی تھی۔

''نہیں تو......'' اس نے خفا سا جواب دیا۔

''اچھا...... ویری گڈ......'' رحما کچن میں گھس گئی۔ نورین بھی اس کے پیچھے پیچھے چلی آئی۔ وہ پیاز چھیلنے لگی...... ثریا نے چاول بھگوئے ہوئے تھے۔ نورین نے خاموشی سے اسٹول پر قبضہ جمایا۔

''کوئی کام ہے...... تو مجھے دے دو...... میں کر دوں......'' اس نے نظریں چرا کر اسے مخاطب کیا۔

''پہلے یہ جو موڈ آف ہے اسے آن کرو۔ لبوں پر مسکراہٹ لاؤ، اتنی افسردہ، افسردہ بہت خطرناک لگ رہی ہو۔'' رحما نے اسے چھیڑا...... تو وہ بھی ہنس دی۔

''خدا کا شکر ہے...... کہ بچی کے چہرے پر مسکراہٹ دیکھی......'' رحما نے خوشی خوشی کہا اور دیگچی میں تھوڑا سا آئل ڈال کر چولھے رکھ دی۔

''میں تم سے خفا تھی...... مگر اب خفگی دور ہوگئی...... زیادہ خفا رہ جو نہیں سکتی۔'' نورین نے معصومیت سے اپنی ناراضی کے متعلق بتایا۔

''اچھا...... جی خفا کیوں...... خفا تو مجھے ہونا چاہیے...... جب بھی آتی ہو...... پہاڑ طنزوں کا اٹھا لاتی ہو۔'' رحما نے منہ بسورا۔

''اپنی پیاری سہیلی کو سمجھانے کے لیے طنزوں کا پہاڑ اٹھا لاتی ہوں کہ آپ محترمہ جس راستے پر چل پڑی ہیں...... آپ کے لیے وہ راستہ اچھا نہیں......'' اب بھی وہ سمجھانے سے باز نہیں آئی۔

اس کی بات پر رحما خاموش رہی بلکہ سنجیدہ ہوگئی۔

''اب کون خفا ہو رہا ہے......؟'' اس نے رحما کے چہرے کے تاثرات بھانپ کر جواب دیا۔

رحما نے کوئی جواب نہ دیا اور اپنا کام کرتی رہی۔

''چلو بے شک خفا رہو...... مگر میں تو مٹر پلاؤ کھا کے ہی جاؤں گی۔'' اس نے پیار سے کام لیا۔

''دل جلاتی رہو گی...... تو کیسے کمبخت موڈ ٹھیک ہے گا۔'' رحما نے ایک خفا نظر اس پر ڈالی۔

''ایسا کرو مٹر... کی جگہ چکن ڈال لو......'' نورین نے دھلے مٹر... کو سنک کے پاس پڑا دیکھ کر اپنی رائے دی۔

''چٹوری...... سبزیاں صحت کے لیے زیادہ مفید ہوتی ہیں......'' رحما نے پیاز گولڈن کر کے مٹر دیگچی میں ڈال دیے اور چمچ چلاتی رہی۔

''اور محبت کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے...... وہ انسان کو ناکارہ نہیں بنا دیتی......؟'' اس نے اداس لہجے میں پوچھا...... مگر رحما نے کوئی جواب نہیں دیا بدستور کام میں مگن رہی۔

''سب باتوں کا جواب ہے...... مگر اس سوال کا کیوں نہیں؟'' نورین نے اپنی بات پر زور دیا...... رحما نے آنکھیں نکالیں۔

''وہ نہیں آنے والا...... اس کا خواب چھوڑ دو......'' نورین نے سختی سے کہا۔

''وہ آئے گا اور ضرور آئے گا......'' اس نے بھی تلخی سے جواب دیا۔

''پچھلے چار سالوں سے خط لکھ رہی ہو...... کوئی جواب نہیں آیا تم کس امید پر ہو......'' اس نے اپنا غصہ ظاہر کیا۔

''تمہیں مجھے رلانے میں مزہ آتا ہے کیا......؟'' نورین کے یوں طنزیہ لہجے پر وہ بپھر گئی۔

''ہاں...... بہت مزہ آتا ہے۔'' نورین بھی سختی سے بولی۔

''تمہیں ارمغان کے علاوہ اور کوئی بات نہیں سوجھتی......؟'' رحما نے تڑپ کر کہا...... اور چاول دیگچی میں آہستہ آہستہ ڈالنے لگی۔

''تم جو ہر وقت اس کی یاد میں کھوئی کھوئی رہتی ہو...... پچھلے چار سالوں سے اس نے کوئی خبر نہیں لی...... وہ تم سے دل لگی کر گیا...... اور تم اس کی دوستی کو سچی محبت مان بیٹھی ہو......'' اس نے ہر لفظ چبا چبا کر کہا۔

''ارمغان جانے سے پہلے مجھ سے وعدہ کر گیا تھا کہ میں اس کا انتظار کروں...... وہ میرا ہے۔'' اس نے اپنی آخری ملاقات یاد کر کے اسے بتایا۔ جو بات پہلے بھی کئی مرتبہ بتا چکی تھی۔

''تمہارے ارمغان نے اس دن کوئی رومینٹک موڈی دیکھ لی تھی، نہ خط کا جواب نہ ہی کوئی فون نمبر...... کم از کم ایک میسج ہی میرے نمبر پر کر دے۔'' اس نے تیکھے لہجے سے ارمغان کو مجرم قرار دیا...... جس کے گھر کا ایڈریس...... اور فون نمبر رحما نے دے رکھا تھا۔

رحما کی آنکھیں نم سی ہوگئیں۔ وہ تو اس سے سچی محبت کر رہی تھی...... کیسے کوئی محبوبہ اپنے محبوب کو بے ایمان کا لقب دے سکتی تھی...... رحما بھی ایسی ہی کیفیت میں مبتلا تھی...... جہاں ارمغان کی کوئی برائی اسے برائی محسوس نہیں ہو رہی تھی۔

''تم اچھی طرح سے اپنے ذہن میں یہ بات بٹھا لو...... ارمغان صاحب دل کے بے ایمان ہیں۔'' اس نے رحما کے آنسوؤں کو دیکھ کر اپنے غصے کا اظہار کیا...... اور پاؤں پٹخ کر باورچی خانے سے نکل گئی۔ رحما نے اپنے آنسو دوپٹے سے پونچھے...... اور اس کی طرف لپکی...... جو باہر کے دروازے سے نکلنے والی تھی۔

''نورین...... نورین...... چاول تو کھاتی جاؤ...... رکو تو......'' اس نے تڑپ کر پکارا۔

''چاول لندن اپنے نواب کو بھیجو...... جس کے علاوہ تمہارے لیے ہر رشتہ بے معنی ہوگیا ہے۔'' وہ غصے سے مڑی اور تیکھے لہجے میں یہ کہہ کر گھر سے نکل

گئی اور رحما اداس نظروں سے دروازے کو دیکھتی رہ گئی۔

☆☆☆

اکرم نے تمام خطوط ڈبے میں ڈال دیے...... اور پھر رحما کے خط کی طرف دیکھا...... اِک عجیب سی بے چینی اسے ہو رہی تھی۔

''وہ لڑکی اتنی پریشان کیوں تھی...... یہ خط اس کے لیے اتنا ضروری تھا کہ اس نے مجھ انجان انسان سے ادھار مانگ لیا...... وہ کس مشکل میں ہے...... شاید اس خط میں اس نے اپنی مشکل لکھی ہو...... چاچا خیر دین بھی تو بتا رہا تھا کہ وہ ہر ہفتے لندن خط ڈالتی ہے، اس کا کیا راز ہے...... زمانہ کہاں سے کہاں چلا گیا...... اس کے پاس موبائل نہیں...... شاید اس کے پاس نمبر نہیں ہوگا......'' اکرم کے سر پر...... رحما سوار تھی۔ آخر کار اس نے خود کی بے چینی دور کرنے کے لیے رحما کا خط ڈبے میں نہیں...... بلکہ اپنی جیب میں ڈال لیا...... اور اس کے دل میں سکون سا چھا گیا۔

☆☆☆

''اتنا کام کرنے کی ضرورت کیا تھی...... اب تمہارے اندر وہ پہلی جیسی طاقت نہیں رہی...... بی پی کافی لو ہے...... دودھ روز لیا کرو......'' عظمت اور ثریا ڈاکٹر کے کلینک سے دوائی لے کر نکلی تھیں۔ عظمت نے انہیں نصیحت کی...... جیسا کہ ڈاکٹر صاحب نے ثریا کو چیک کر کے ہدایت دی تھی۔

''گھر کا تھوڑا بہت کام دیکھتی ہوں...... بے چاری رحما پر بہت بوجھ ہے...... رات کو سلائی...... اور دن میں ہنڈیا...... زندگی کا کیا بھروسا...... چاہتی ہوں کہ جلد سے جلد رحما کی شادی کر دوں۔'' ثریا نے چلتے چلتے عظمت سے اپنے دل کی بات کی۔

''تو رحما کی فکر کرتی ہے...... اسی لیے تو بی پی اوپر نیچے ہوتا ہے۔ خدا پر چھوڑ دے...... میں ماسی کلثوم سے نورین اور رحما کی بات کر چکی ہوں۔''

عظمت نے اس کے ساتھ چلتے چلتے بتایا...... جو خود بھی دمے کی مریضہ تھیں۔

''ماسی کلثوم بہت عجیب رشتے لاتی ہے...... جہیز سے ہر دفعہ بات رہ جاتی ہے۔'' ثریا نے افسردگی سے بتایا۔

''کوئی تو دنیا میں ہوگا...... جو ہماری بچیوں سے بیاہ کرے گا...... تم فکر کرنا چھوڑ دو...... فکریں انسان کو کھا جاتی ہیں۔'' عظمت نے اپنی سہیلی ثریا کو دلاسا دیا...... جو خود اپنی بیٹی کے لیے دن رات سوچتی رہتی تھیں...... عظمت، ثریا کے ساتھ ان کے گھر آ گئیں کہ وہ نورین کو بھی ساتھ گھر لے جائیں۔

''نورین نہیں آئی کیا......؟'' ثریا نے نورین کو کہیں نہ پا کر بیٹی سے پوچھا۔

عظمت تخت پر ثریا کے ساتھ بیٹھ گئیں۔ انہوں نے حیرانی سے رحما کی طرف دیکھا۔

''اماں...... وہ ابھی ابھی نکلی ہے...... خالہ عظمت آپ کے لیے چاول لاؤں......'' اس نے نظریں چرا کر کہا۔

''اے...... ثریا...... یہ دونوں ہر روز کسی نہ کسی بات پر منہ سُجا لیتی ہیں...... تم ذرا پوچھو اپنی بیٹی سے...... کہ ان دونوں میں جھگڑا کس بات پر ہوتا ہے؟'' خالہ عظمت نے سر پر ہاتھ رکھ کر ثریا کو اطلاع دی۔

''ہائے...... ہائے رحما...... ایسی کیا بات ہے؟'' ثریا نے فکرمندی سے پوچھا...... وہ بوکھلا سی گئی۔

''نہیں...... نہیں اماں۔ ایسی ویسی کوئی بات نہیں...... میں چاول آپ کے لاتی ہوں۔'' وہ وہاں سے کھسکنا چاہتی تھی...... اس کے چہرے کی رنگت پیلی پڑ گئی۔

''نورین چاول کھا کر گئی کیا......؟'' ثریا نے فکرمندی سے پوچھا۔

''نہیں اماں......'' وہ شرمندہ سی ہوئی۔

''تو پھر ایسا کرتی ہوں کہ چاول گھر لے جاتی ہوں...... تو مجھے پلیٹ میں نکال دے......'' خالہ عظمت تخت سے اٹھ گئیں...... اور مسکرا کر بولیں۔

''جی خالہ...... میں لاتی ہوں......'' رحما کچن کی طرف بڑھی...... کچن میں آ کر وہ اپنی سانسیں بحال کرنے لگی۔ جو ڈر گئی تھی کہ اس کے دل کا راز اماں نہ جان لیں۔

☆☆☆

اکرم بستر پر لیٹا...... تو اسے وہ خط یاد آیا...... اس نے فوراً اٹھ کر بے تابی سے خط کو کھولا...... تو ایک خوب صورت تحریر اس کے سامنے تھی۔

''ارمغان......!

آداب...... تم کیسے ہو؟ اور کہاں ہو......؟ مجھے یقین ہے کہ تم خیریت سے ہوگے۔ میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں مگر تم ہو کہاں...... پچھلے چار سال سے ہزار خط تمہارے نام لکھ چکی ہوں...... مگر تمہارا کوئی جواب نہیں ملا...... تم نے وہاں جا کر کوئی فون بھی خیریت کا نہیں کیا، نورین کے سیل پر ایک میسج ہی کر دیتے۔ میں اِک میسج کے سہارے زندہ رہ لیتی...... اب تو بے جان سی ہو کر زندگی کے دن کاٹ رہی ہوں...... یہ تمہاری کیسی محبت ہے...... جو تم میری آنکھوں کو آنسوؤں کا سیلاب دے رہے ہو...... ہر روز اپنے دل کو بہلاتی ہوں کہ تم میرے ہو، صرف میرے...... مگر دل و دماغ میں اِک تکرار چھڑ جاتی ہے، اگر تم میرے ہوتے تو میرے خط کا جواب دیتے...... تمہاری آخری بات کے سہارے ہر رشتے کو ٹھکرا رہی ہوں، تمہارا انتظار کر رہی ہوں، جیسا کہ تم چاہتے تھے کہ میرے ہاتھوں میں صرف تمہارے نام کی مہندی سجے...... میرے لیے تم ہی میری زندگی ہو، کیسے کسی کا ہاتھ تھام لوں۔ میرے ہاتھوں میں تمہاری مہک سمائی ہے مگر اماں کی بے بسی مجھ سے دیکھی نہیں جاتی۔ وہ میرا بیاہ دیکھنا چاہتی ہیں...... اماں کا خواب پورا کرنے کا سوچتی ہوں تو یوں لگتا ہے جیسے روح جسم سے نکل رہی ہو، تمہاری دوستی، تمہارا پیار جو میرے دل میں بسا ہے، خود کو کب تک زمانے کی نظروں سے بچاؤں گی جو میری سونی سونی آنکھوں میں تمہاری محبت، تمہاری دید کے منظر دیکھ کر مجھ پر ہنستی ہیں۔ تم کیا سمجھو گے میری اذیت کو...... اگر تمہیں مجھ سے محبت نہیں رہی تو مجھے سچ سچ خط میں لکھ کر اپنی محبت سے آزاد کر دو اور یہ خط میرا تمہارے لیے آخری ہوگا...... اور میرا خط پھر بھی نہیں ملا...... تو سمجھ لینا...... کہ تمہاری رحما یہ دنیا چھوڑ کر چلی گئی...... میں زہر کھا لوں گی...... شاید زہر سے مجھے اتنی اذیت نہ ہو...... جتنی تمہاری بے پروائی مجھے دے رہی ہے۔'' خط کے آخر میں اِک شعر لکھا ہوا تھا۔

''اس نے اپنی ساری قیمتی چیزیں
سنبھال کر رکھ لیں سوائے میرے''

اور آخر میں اس کا نام رحما لکھا ہوا تھا۔

اکرم کے بدن میں کرنٹ سا دوڑ گیا۔ خط میں جان دینے کی بات نے اس کو سُن کر دیا۔ اس نے بار بار خط کو پڑھا...... اس کا حلق خشک ہو گیا...... اور چہرے کی رنگت زرد پڑ گئی...... جان دینے کی بات پڑھ کر اسے اپنی بہن فاطمہ یاد آ گئی...... فاطمہ نے بھی تو محبت کی خاطر جان دے دی تھی...... فاطمہ اس کی بہن اپنے کولیگ مشتاق سے پیار کر بیٹھی مگر اُن کے والد قیوم صاحب نے ان کی محبت کو تسلیم نہ کیا...... اور فاطمہ کی شادی اپنے اِک عزیز دوست اسلم کے بیٹے ذیشان سے طے کر دی...... اکرم نے بہن کے حق میں آواز بھی اٹھائی...... مگر ابا نے ایک نہ سنی...... اور فاطمہ کی شادی کی تاریخ مقرر کر دی...... فاطمہ نے جب اپنے ابا کے فیصلے کو بدلتا نہ دیکھا...... تو اس نے خودکشی کو اپنا نصیب سمجھا...... اور دنیا سے چل

بسی۔ رحما کے خط نے اس کے پرانے زخم تازہ کر دیے۔ اس نے خط کو دراز میں رکھ دیا اور پھر سے بستر پر لیٹ کر سونے کی کوشش کرنے لگا..... مگر اسے اپنی بہن فاطمہ کا چہرہ نظر آنے لگا جو بستر پر بے جان پڑی تھی اور اس کے منہ سے سفید جھاگ نکل رہا تھا..... اماں کی چیخ و پکار کہ اس کی جوان بیٹی نے زہر کھالیا..... ابا کا یوں فاطمہ کو مردہ پا کر دل پہ ہاتھ رکھ کر گر جانا۔ اس نے ڈر کے مارے آنکھیں کھول دیں..... اور لمبی لمبی سانسیں لینے لگا..... اس کا بدن کانپ رہا تھا..... اس نے پاس پڑا پانی کا جگ منہ سے لگالیا..... نیند اس کی آنکھوں سے بھاگ گئی تھی..... اسے رحما کی فکر لگی ہوئی تھی..... کہ کہیں وہ لڑکی بھی اپنی جان نہ دے دے۔

☆☆☆

وہ رات کے آخری پہر سلائی مشین پر کام کر رہی تھی..... آخر کار کام کرتے کرتے وہ تھک گئی تو صحن میں بچھے تخت پر مشین ایک سائڈ پہ رکھ کر لیٹ گئی..... چاند اپنی آب و تاب سے چمک رہا تھا..... اسے چاند کی آب و تاب ارمغان کی یاد میں لے گئی۔

''میں تمہیں کیسی لگتی ہوں؟'' وہ کالج کینٹین میں بیٹھی تھی..... اور ارمغان اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ جو سرخ و سفید کڑھائی والا سوٹ پہنے بہت خوب صورت لگ رہی تھی۔

''سو..... سو.....'' ارمغان نے بیزاری سے جواب دیا..... اور دوسری ٹیبل پر بیٹھی لڑکیوں کو دیکھنے لگا۔

''ارمغان..... ٹھیک ہے تم کہو تو میں چلی جاتی ہوں.....'' وہ خفگی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

''اوہو..... یار..... مذاق کر رہا ہوں، بہت پیاری لگ رہی ہو۔'' اس نے اپنے کان پکڑ کر اس کی تعریف کی۔

''بہت پیاری.....؟ میری تعریف کرو گے تو میں رکتی ہوں..... ورنہ میں چلی جاؤں گی۔'' اس نے چہرے پر مصنوعی خفگی سجا کر کہا تھا۔

''تعریف..... رحما پلیز کوئی آسان کام دے دو..... مجھے تعریف کرنی نہیں آتی۔'' ارمغان نے معصوم بن کر ہنستے ہنستے جواب دیا۔

''اوہ..... میں چلتی ہوں۔'' رحما نے اپنے قدموں کو حرکت دی۔

''ٹھہرو..... یار پلیز ایک منٹ تو دو، شاعر تھوڑی ہوں..... جو ایک ہی پل میں نظم سنا ڈالوں.....'' اس نے اپنے سر پر چپت لگا کر خود کو بے وقوف ظاہر کیا۔ رحما ہنس دی مگر اس نے سیٹ نہ سنبھالی۔

''یار! بیٹھ جاؤ، ریئلی میں بہت اچھی تعریف سوچ رہا ہوں۔'' اس نے رحما کو بیٹھنے کے لیے کہا اور اپنی کنپٹی پر انگلی رکھ کر سوچ میں ڈوب گیا۔

''ارمغان..... تعریف کے لیے اتنا وقت..... اس کا مطلب ہے کہ میں پیاری نہیں لگ رہی ہوں۔'' اس نے ارمغان کی دیری کو منفی رنگ دیا اور بجھ سی گئی۔

''اوہو..... میڈم..... آپ چاند ہیں چاند.....'' اس نے بتیسی نکال کر جملہ پھینکا۔

''یہ بہت پرانی تعریف ہے۔ میں جا رہی ہوں۔'' اس نے ٹیبل پر سے کتابیں اٹھالیں رحما نے آنکھیں نکالیں اور چیخی۔

''یار! پوری تعریف تو سنو..... پھر چلی جانا۔'' ارمغان نے ایک دم اس کا ہاتھ تھاما اور مسکراتے ہوئے کہا۔

''بولیں.....'' وہ واپس کرسی پر بیٹھ کر خفگی سے بولی۔

''تم چاند ہو..... اور..... اور.....'' ارمغان سوچ میں پڑ گیا۔

''کیا..... اور..... اور.....؟'' رحما نے آنکھیں

نکال کر پوچھا۔ جو مذاق مذاق میں اب سچ مچ خفا ہوگئی۔

”تم چاند ہو...... اور میں تمہارا گرہن۔“ ارمغان نے سوچ کر جملہ مکمل کیا اور پھر ہنسنے لگا۔

”گرہن......؟“ رحما ہنس دی۔ ”یہ تعریف مجھے اچھی لگی۔“ رحما نے ہنستے ہنستے تالی بجائی اور ارمغان نے رحما کے ہنسنے پر ایک لمبی سانس لی...... اور مسکرانے لگا...... اس کے لبوں پر اب بھی مسکراہٹ تھی...... جب بارش کی بوندیں اس کے چہرے پر پڑیں...... تو وہ واپس ارمغان کی یاد سے باہر آگئی۔

”ارمغان تم کہاں چلے گئے ہو۔“ رحما کی آنکھیں بھر آئیں...... بارش نے تیزی دکھائی...... اس کے آنسوؤں کی رفتار بھی تیز ہوگئی...... اور ارمغان کی یاد اسے اذیت میں مبتلا کرگئی۔

☆☆☆

وہ کب سوگیا تھا...... اسے خود بھی پتا نہیں چلا...... اس کی ماں سکینہ نے جگایا...... تو وہ چیخ مار کر اٹھا۔

”ہائے...... ہائے...... اکرم کیا ہوگیا ہے بیٹا۔“ سکینہ بیٹے کی چیخ سے دل تھام کر بولی۔

”وہ...... وہ۔“ اکرم کچھ بھی نہ بول سکا...... وہ رات رحما کی بات سے کافی پریشان ہوکر سویا تھا۔

”میرا بیٹا گھبرا گیا ہے...... کوئی برا خواب دیکھ رہے تھے کیا؟“ سکینہ نے اس کے سر پر پیار دے کو پوچھا۔

”ہاں...... ہاں......“ اکرم نے نظریں چرالیں اور وال کلاک کی طرف دیکھا...... اسے آج پھر دیر ہوگئی تھی۔ ”اوہو...... صبح کے آٹھ بج چکے ہیں۔“ اس نے جلدی سے چپل پہن لی۔

”میرے بچے کو یہ ملازمت اچھی نہیں لگ رہی۔“ سکینہ نے مسکرا کر اکرم کے دل کی بات بیان کی۔

”نہیں اماں...... ایسی کوئی بات نہیں۔“ اکرم نے مسکرا کر جواب دیا۔

قیوم صاحب بھی اکرم کے کمرے میں بوجھل قدموں سے آکھڑے ہوئے۔

”سرکاری ملازمت میں پیسہ مناسب ہے اور تھوڑے دن کی اور بات ہے...... میں صحت مند ہوجاؤں تو اکرم کے یورپ جانے کا دوبارہ بندوبست کرتا ہوں۔“ انہوں نے بیوی کی بات سن لی تھی، وہ سنجیدگی سے بولے۔

”نہیں، ابا جی......“ اکرم نے ادب سے نفی کی...... سکینہ شوہر کی بات پر مرجھا سی گئی۔ جو بیٹی کی موت کے بعد اب اکرم کی جدائی نہیں چاہتی تھی۔

”کیوں...... بیٹا...... تیرا خواب یورپ تھا......؟“ قیوم صاحب کھانستے ہوئے حیرت میں پڑ گئے۔

”رہنے دیں...... اگر اکرم کا دل نہیں چاہتا......“ سکینہ نے منہ بسور کر جواب دیا۔

”اچھا...... اچھا...... اپنی ماں کے لیے نہیں جانا چاہتا......“ انہوں نے سکینہ کے خفا چہرے کو دیکھ کر ہنستے ہنستے بات کی...... اکرم بھی مسکرانے لگا۔

”چلیں اپنے کمرے میں آرام کیجیے...... بیٹے کو پہلے ہی ملازمت سے دیر ہوگئی ہے۔“ سکینہ نے قیوم صاحب کو اکرم کے بستر سے ہاتھ پکڑ کر اٹھایا اور اکرم کو تیار ہونے کی تاکید کرکے وہ باورچی خانے میں گھس گئی۔

☆☆☆

وہ گھر سے جلدی نکل آیا...... اس نے ناشتا بھی بے دلی سے کیا...... وہ رحما کا خط بھی جیب میں ڈال لایا تھا...... پوسٹ آفس آکر اس نے رحما کے خط کو بار بار پڑھا...... جتنی دفعہ وہ خط پڑھتا...... اسے رحما کا اداس چہرہ نظر آتا...... وہ سوچ سوچ کر تھک گیا...... کہ وہ رحما کی جان کیسے بچا سکتا ہے...... اس نے نیند بھی کل مکمل نہیں لی تھی...... اس نے آنکھیں موندلیں تو فاطمہ کی طرح رحما کے منہ سے جھاگ نکلتا دیکھ کر وہ گھبرا سا گیا اور پھر سوچوں میں گم ہوگیا کہ وہ کیسے رحما کی جان بچائے...... کیسے ارمغان سے رابطہ کرے۔ کیسے رحما کی مدد کرے اس نے خط پڑھ کر اپنی جان کو عذاب میں ڈال دیا تھا۔ وہ سر پکڑ کر بیٹھ گیا...... تب ہی خیر دین کی آواز نے اسے چونکایا۔

”بیٹا...... بیٹا چائے پیو گے کیا......؟“ خیر دین نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر پوچھا۔

”ہاں...... چاچا......“ اکرم نے ایک لمبی سانس بھری۔

”کوئی بات ہے کیا؟ بہت فکر مند دکھائی دے رہے ہو۔ قیوم صاحب خیریت سے ہیں ناں؟“ خیر دین نے گھبراہٹ سے پوچھا۔

”ہاں...... ہاں...... چاچا...... ابا ٹھیک ہیں، بس چاچا...... سر درد نہیں جاتا......“ اکرم نے افسردگی سے بتایا۔

”ابھی اِک تیز سی چائے لاتا ہوں، سر درد بھاگ کھڑا ہوگا......“ خیر دین نے ٹیبل صاف کی اور مسکرا کر کہا...... خیر دین کمرے سے جانے لگا تو اکرم نے اسے مخاطب کیا۔

”چاچا! چاچا اِک بات پوچھنی تھی؟“ اکرم نے سنجیدگی سے کہا جو رحما کی مدد کے لیے سوچ رہا تھا۔

”ہاں...... بیٹا! پوچھو۔“ خیر دین نے پیار سے کہا۔

”چاچا! کسی کی جان بچانے کے لیے چاہے راستہ صحیح نہ ہو...... مگر اس راستے سے جان بچ جائے تو کیا یہ صحیح عمل ہوگا؟“ اکرم نے سنجیدگی سے پوچھا۔

”نیک کام ہے...... اور تمہاری نیت تو جان

بچانے کی ہے پھر راستہ جیسا بھی ہو...... تمہیں یہ نہیں سوچنا چاہیے۔“ خیر دین نے اس کے سر پر پیار دے کر جواب دیا...... جو انہیں بہت الجھا الجھا دکھائی دے رہا تھا۔

”شکریہ چاچا!“ اس نے ایک لمبی سانس بھر کر مسکراتے ہوئے کہا۔

”میں چائے لے کر آتا ہوں۔“ خیر دین نے بھی مسکرا کر قدموں کو حرکت دی۔

”چاچا...... چائے کے ساتھ ناشتا بھی کروادیں......“ اس نے ہنستے ہنستے کہا...... جسے اچانک بہت بھوک لگ گئی تھی...... خیر دین کی بات سے وہ کافی مطمئن ہوچکا تھا...... خیر دین مسکرا کر کمرے سے نکل گیا...... اور اس نے قلم سنبھال لیا۔

☆☆☆

دوپہر میں وہ سلائی مشین لیے بیٹھی تھی...... ثریا کدو چھیل رہی تھیں تو دروازے پر دستک ہوئی اس سے پہلے ثریا دروازے کے لیے اٹھتیں...... رحما اٹھ کھڑی ہوئی۔

”آپ بیٹھی رہیں اماں، میں دیکھتی ہوں۔“ اس نے دوپٹا سنبھالا...... اور باہر دروازے کی طرف لپکی۔

”کون......؟“ رحما نے سنجیدگی سے پوچھا۔

”ارے ثریا میں ہوں...... کلثوم بی بی......“ کلثوم بی بی نے اپنی تیز آواز کو مزید تیز کرکے جواب دیا۔

”اُف خدایا...... یہ مصیبت کہاں سے آٹپکی......؟“ رحما منہ ہی منہ میں بڑبڑائی...... مگر مجبوراً اسے دروازہ کھولنا پڑا...... ماں جو گھر پر موجود تھی۔ ورنہ وہ کبھی دروازہ نہ کھولتی...... اس نے دروازہ بجھے دل سے کھول دیا...... کلثوم بی بی برقع اتار کر فوراً اندر داخل ہوئی۔

”توبہ...... توبہ...... اس عذاب برساتی گرمی

سے خدا بچائے۔" اس نے رحما سے بیزاری سے کہا۔
"کون ہے...... رحما؟" کمرے میں سے ثریا کی آواز ابھری۔
"ارے ثریا میں ہوں، کلثوم...... ہمیں یاد کرنا چھوڑ دیا تم نے...... دیکھ لو خود ہی تمہارے گھر حاضری لگوانے چلی آئی ہوں۔" کلثوم بی بی نے اپنی تیز آواز سے بات کرتے کرتے چارپائی پر قبضہ جمایا...... جہاں ثریا بیٹھی ہوئی تھیں۔
"تم خود عید کا چاند ہو جاتی ہو۔" وہ کدو کاٹتے ہوئے مسکرا کر بولیں۔
"اری رحما...... ایک گلاس ٹھنڈے پانی کا تو لا دو...... حلق خشک ہو گیا ہے۔" اس نے گلے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے برا سا منہ بنایا۔
"رحما! شربت بنا دو......" ثریا نے رحما کو ہدایت دی...... اس نے بجھے دل سے باورچی خانے کا رخ کیا۔
"چوہدری صاحب کے گھر سے پیدل چل کر آ رہی ہوں۔" اس نے خود کو معصوم ظاہر کیا...... اور اپنی ٹانگیں دبانے لگی۔
رحما غصے سے شربت بنانے لگی...... باورچی خانے تک اسے چوہدری صاحب کا نام سنائی دیا۔
"توبہ ہے...... ہزار دفعہ رشتے کے لیے اماں انکار کر چکی ہیں...... پھر بھی یہ چوہدری صاحب کا نام لینا نہیں بھولتی...... کمبخت......" رحما نے شربت کا گلاس پرچ میں رکھا...... اور کمرے میں آ گئی...... کلثوم بی بی حسب معمول اس کے قصیدے پڑھ رہی تھیں۔
"بہت پیارا لڑکا ہے، سچ میں ہیرا ہے...... رحما کی شادی ہو گئی تو بہت خوش رہے گی...... انہیں رحما جیسی لڑکی چاہیے...... ماشاء اللہ سے ہماری رحما میں وہ سب خوبیاں ہیں جو چوہدری صاحب کے ...نے کو چاہئیں......" اس نے رحما سے شربت کا گلاس لے کر اس کی تعریف کی۔ وہ خاموشی سے واپس باورچی خانے میں آ گئی...... اس نے غصے سے چولہا جلایا...... اور فریج سے آٹے کی پرات نکالی...... کلثوم بی بی دوپہر میں اس لیے ان کے گھر پہنچی تھی کہ دوپہر کا کھانا کھا کر جائے گی۔ یہ تقریباً تین سال سے ہو رہا تھا...... جس کی اسے عادت ہو چکی تھی۔ وہ کام سے جلد سے جلد فارغ ہو کر سلائی کا کام دیکھنا چاہتی تھی۔ باورچی خانے میں ثریا کی آواز آئی۔
"رحما! ماسی کے لیے آملیٹ پیاز والا بنا دینا...... کلثوم بی بی کا دل چاہ رہا ہے۔" ثریا نے آواز دے کر ہدایت دی۔
"جانتی ہوں...... اس ماسی کلثوم کے کرتوت کو...... کہیں کھانا پینا نہیں ملتا...... تو ہمارے گھر کا رخ کر لیتی ہے......" وہ بڑبڑاتی رہی اور اپنا کام کرتی رہی۔ اسے کلثوم ماسی ایک آنکھ نہیں بھاتی تھی کیوں وہ اچھی لگتی...... اس کے دل میں ارمغان جو بسا ہوا تھا۔

☆☆☆

اکرم نے قلم اٹھایا اور رحما کو خط لکھنا شروع کیا...... ایک لفظ لکھ کر پھر اس نے صفحہ پھاڑ دیا۔
"کیا لکھوں...... کہاں سے شروع کروں۔"
وہ خود سے مخاطب ہوا...... اور پھر سوچ میں پڑ گیا...... اس نے آج سے پہلے کبھی کسی کو خط نہیں لکھا تھا...... آہستہ آہستہ اس کا قلم چلنے لگا۔
"پیاری رحما!
آداب...... تمہارا خط ملا، دل کو سکون ملا مگر یہ جان کر افسوس ہوا کہ تم پچھلے کئی سالوں سے خط لکھ رہی ہو...... مگر مجھے تمہارا کوئی خط موصول نہیں ہوا...... میں تو خود تمہارے خط کا انتظار کرتا رہا ہوں...... اور یہ سوچتا رہا کہ شاید تم مجھے بھول گئی ہو مگر اب تمہارا خط پا کر میری جان میں جان آئی...... یہ پڑھ کر بہت دکھ ہوا کہ تم زہر کھا کر اپنی جان دے دو گی...... تم میری

امانت ہو پھر تمہیں اپنی جان لینے کا کوئی حق نہیں، میں باہر صرف تمہارے لیے آیا ہوں...... تمہیں دنیا کی ہر خوشی دینے کے لیے...... میں نے یہاں کبھی کسی کو نظر بھر کر نہیں دیکھا...... کیونکہ تم میری زندگی ہو۔ اور اپنے دل و دماغ کو سمجھا دو کہ میں صرف تمہارا ہوں، صرف تمہارا...... تمہاری دعاؤں سے مجھے یہاں اچھا کام مل گیا ہے مگر چھٹی نہیں ملتی...... بہت جلد لوٹ آؤں گا...... تم خود کو نقصان دینے سے پہلے میرا سوچ لینا...... اپنا خیال رکھنا...... تمہارے اگلے خط کا منتظر رہوں گا۔

فقط تمہارا
ارمغان"

اس نے خط مکمل کیا اور پھر خط کو پڑھ کر ایک مرتبہ تسلی کی...... کہ یہ خط رحما کی زندگی کو دوبارہ سے امید پر قائم کر دے گا...... اور وہ جان دینے کا خیال دل سے نکال پھینکے گی...... وہ مطمئن ہو گیا جس کا چین خط نے چھین رکھا تھا۔

☆☆☆

"خالہ...... خالہ...... رحما کدھر ہے؟" نورین ہاتھ میں پلیٹ تھامے ثریا کے کمرے میں پہنچی۔
"کیا لائی ہو......؟" ثریا جو دوپہر کو کچھ دیر آرام کرنے کے لیے لیٹی تھیں خوشی خوشی اس سے پوچھا۔
"پکوڑے بنائے تھے...... رحما کو پسند ہیں ناں......" نورین نے ہنستے ہنستے کہا۔
"میرے لیے نہیں ہیں کیا؟" وہ منہ بسور کر بولیں۔
"خالہ آپ کے لیے نہیں...... پہلے ہی بی پی ہائی رہتا ہے...... اماں نے ہدایت دے کر مجھے گھر سے بھیجا ہے کہ آپ سے پکوڑے دور رکھوں...... نمک، مرچ تیز ہے۔" نورین نے فکر مندی سے عظمت کی بات بیان کی۔
"رحما...... کپڑے دھو رہی تھی...... شاید وہ چھت پر کپڑے ڈالنے گئی ہو۔" ثریا نے نورین کو اطلاع دی۔
"اچھا...... خالہ میں چھت پر چلی جاتی ہوں۔" اس نے تیزی دکھائی۔
"ارے نورین...... ایک پکوڑے سے مجھے کچھ نہیں ہوگا...... لا ذرا دے......" ثریا کے منہ میں پانی بھر گیا...... نورین کے ہاتھ کے گرما گرم پکوڑے سے کوئی کمبخت ہی انکار کر سکتا تھا۔
"خالہ ایک چپکے سے کھا لیں...... رحما اور اماں کو خبر مل گئی تو دونوں میری جان کے پیچھے پڑ جائیں گی۔" اس نے بتیسی نکال کر ایک پکوڑا ثریا کے ہاتھ میں تھما دیا جسے ثریا نے جھٹ سے منہ میں رکھ لیا...... کئی دنوں سے وہ بغیر نمک کا کھانا کھا رہی تھیں۔
نورین پکوڑوں کی پلیٹ سمیت چھت پر پہنچی...... رحما کپڑے نچوڑ کر تار پر ڈال رہی تھی۔
"میڈم کام ختم ہو گیا کیا؟" نورین نے مسکرا کر پوچھا۔
"نورین...... تم...... آہاہ اور یہ پکوڑے......" رحما خوش ہو گئی۔
"ناراضی دور کرنے کے لیے پکوڑے تو بنا کر لانے ہی تھے......" اس نے ہنستے ہنستے ایک پکوڑا رحما کے منہ میں ڈالا۔
"اف...... اتنی مرچ......" رحما نے پکوڑا کھاتے ہوئے کہا...... اور باقی کپڑے تار پر پھیلانے لگی۔
"اچھے نہیں ہیں کیا؟" نورین نے منہ لٹکا کر پوچھا۔
"مزے کے ہیں...... میری جان...... بہت......" رحما نے خالی بالٹی اٹھائی اور ایک پکوڑا اس کے منہ میں ڈالا۔
"میں تمہاری جان ہوں...... واہ...... مجھے

بہت اچھا لگا کہ تم نے مجھے اپنی جان بنالیا...... اور باقی سب کو بھول گئی ہو۔'' نورین نے ہنستے ہنستے اس کو چھیڑا۔

''ہاں جی...... آپ کے علاوہ میری کوئی جان نہیں......'' وہ اور نورین سیڑھیاں اتر کر کمرے میں آبیٹھیں۔

رحما نے ایک پکوڑا پھر اٹھایا جس سے نورین بہت خوش ہوگئی۔

''سچی میں ہر آنے والی ڈاک پر نظر رکھتی ہوں...... مگر ارمغان کا کوئی خط نہیں ہوتا۔'' اس نے رحما کو تسلی دے کر بات کی۔

''کوئی اور بات کرو یہ بات بھول جاؤ۔'' وہ پکوڑے کھاتے کھاتے بولی۔ وہ جو پچھلے چار سال سے نورین کو اپنے گھر کی ڈاک کا خیال رکھنے کی تاکید کرتی تھی اس نے بے پروائی سے بات ختم کی۔

''مجھے خوشی ہورہی ہے کہ تم نے حقیقت کو تسلیم کیا اور خوابوں کے پیچھے بھاگنا چھوڑ دیا۔'' نورین بھی پکوڑا کھاتے ہوئے بولی ارمغان کے نام سے رحما کو بے فکر دیکھ کر وہ مطمئن سی ہوگئی کہ اس کی سہیلی ارمغان کی جھوٹی محبت سے آزاد ہوگئی ہے۔

رحما نے نورین کی بات پر نظریں چرالیں...... جس نے اکرم کا ایڈریس خط پر لکھوایا تھا اور نورین اس سے انجان تھی۔ اس نے مزید بات کو چلنے نہیں دیا اور نورین سے اس کے اسکول کے متعلق باتیں کرنے لگی۔

☆☆☆

اکرم نے بیس دن کے بعد رحما کو پوسٹ آفس میں آتے دیکھا۔ اس نے جلدی سے سیٹ سنبھالی اور اپنی الماری کے نچلے خانے کو کھولا اور اپنے لکھے خط کو دیکھا جو لفافے میں بند تھا۔ اسے بس ڈر تھا کہ کہیں رحما اس لفافے پر ٹکٹ نہ ہونے کی وجہ سے اس پر شک نہ کرے وہ رسک لے رہا تھا۔ صرف اس لیے کہ وہ اس کی جان دینے والی بات سے کافی اپ سیٹ تھا۔ وہ سفید چادر میں بہت پیاری لگ رہی تھی مگر اس کے چہرے پر رونق نہیں تھی۔ جوں جوں وہ اس کے پاس آتی گئی اکرم کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا اس نے انجان بن کر خود کو کام میں مصروف کرلیا۔

''سنیں......!'' اس نے اکرم کو مخاطب کیا۔

اکرم نے بے پروائی سے نظریں اٹھائیں اس کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا کہ کہیں رحما اس کی چوری نہ پکڑ لے۔

اس نے پرس سے نکال کر تیس روپے اکرم کی طرف بڑھائے۔ ''یہ اس دن کا ادھار......'' وہ شائستگی سے بولی۔

''آپ کے خط کا جواب بھی آگیا ہے۔'' اکرم نے تیس روپے پکڑے اور پھر نظریں چرا کر بولا۔

''سچ...... کیا آپ سچ کہہ رہے ہیں؟'' اس نے چونک کر بڑی بے صبری سے پوچھا۔

''جی ہاں......'' اکرم نے الماری کے نچلے خانے کو کھولا...... اور اس میں سے وہ خط نکال کر اسے تھمادیا۔

''شکریہ...... بہت بہت......'' اس نے بے تابی سے خط ... کھولا اور چلتے چلتے ہی خط کا لفافہ پوسٹ آفس میں پھینکا...... اکرم کے دل کو قرار سا آگیا...... وہ خط پڑھتے پڑھتے اس کی نظروں سے اوجھل ہوگئی اور خط کا لفافہ جس پر کوئی ٹکٹ چسپاں نہیں تھا وہ اکرم نے جا کر اٹھالیا۔

''محبت کمبخت اتنی ہی ظالم ہوتی ہے جو انسان کو ہر چیز سے بیگانہ کردیتی ہے۔ سوائے اپنے محبوب کے۔'' وہ بڑبڑاتا ہوا اپنی سیٹ پر آبیٹھا۔

☆☆☆

وہ گھر پہنچی...... تو ثریا گھر پر نہیں تھیں...... اس نے دروازے کو لاک کیا، کپڑوں کا شاپر وہیں تخت پر

چھوڑا اور کمرے میں آکر بے صبری سے ارمغان کا خط کھول لیا۔ خط پڑھتے پڑھتے وہ منہ میں کہنے لگی ''مجھے یقین تھا کہ تم میرے ہو...... صرف میرے۔'' پھر اس نے خط کو سینے سے لگالیا۔ اس کا چہرہ دمک رہا تھا۔ چار سال کے بعد ارمغان نے اسے اپنی خبر دی تھی۔ وہ خط میں کھوئی ہوئی تھی جب دروازے پر دستک ہوئی...... اس نے خط کو اپنے بستر کے نیچے چھپالیا اور خوشی خوشی جا کر دروازہ کھولا تو سامنے نورین کو اس کی قمیص پکڑے پایا۔

''تھینک یو رحما...... یہ لو اپنی قمیص......'' اس نے مسکراہٹ کے ساتھ شکریہ ادا کیا۔

رحما نے جھٹ سے اسے گلے سے لگالیا...... وہ حیرت میں پڑگئی۔

''کیا ہوا......؟ خیریت!'' نورین نے خوشی خوشی پوچھا۔

''اندر تو آؤ۔'' رحما اس کا ہاتھ تھامے اندر چلی آئی...... نورین کو کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا۔

رحما نے بستر کی چادر اٹھائی اور ارمغان کا خط اس کے ہاتھ میں تھمادیا اور... مسکرانے لگی۔

''یہ...... خط کس کا ہے؟'' اس نے حیرت سے پوچھا۔

''تمہارے بے ایمان بھائی کا......'' رحما نے ہنستے ہنستے جواب دیا۔

''سچ......؟'' نورین نے خوشی سے پوچھا اور خط اونچی آواز سے پڑھنے لگی...... رحما کا چہرہ دمکنے لگا۔ اس کا انتظار جو ختم ہوگیا تھا۔

''یہ خط کس کے گھر پر آیا ہے؟'' ایک دم نورین چیخ اٹھی۔

وہ ہنسنے لگی...... اور پیار سے نورین کے گلے میں بانہیں ڈال دیں۔

''میں پوچھ رہی ہوں، یہ کیا راز ہے...... کس کے گھر کا ایڈریس تم نے دے دیا اور مجھے خبر بھی نہیں ہونے دی۔'' نورین نے اپنی قمیص کی آستین چڑھا کر کہا۔

''یہ راز راز ہی رہنے دو...... ورنہ تم میری جان کھا جاؤ گی۔'' رحما نے قہقہہ لگا کر کہا۔

''ایسی بات ہے تو یہ خط واپس نہیں دوں گی۔'' اس نے خط اپنی پیٹھ کے پیچھے کرلیا۔

رحما بے صبری سی ہوگئی...... اور اس سے خط چھیننے لگی...... نورین ہنستے ہنستے چھت کی سیڑھیاں چڑھ گئی اور اس نے اوپر جا کر رحما کو منہ چڑا کر خط دکھایا تو رحما اس کے پیچھے بھاگی۔

☆☆☆

وہ تین دن کے بعد اسے نظر آئی...... اسے دیکھتے ہی وہ گھبرا گیا...... کہ کہیں اسے خط کے راز کا علم تو نہیں ہوگیا۔ اس نے اپنے کام پر توجہ کرلی اور اس سے انجان ہوگیا۔

''سنیں......!'' اس نے شائستگی سے اسے پکارا۔

وہ پیلے سوٹ میں بہت کھلی کھلی دکھائی دے رہی تھی۔

''یہ خط پوسٹ کردیں۔'' اس نے بیگ سے لفافہ نکالتے نکالتے کہا۔

اس نے خاموشی سے لے لیا...... رحما نے اسے پیسے تھمادیے۔

''رجسٹری کردوں؟'' اکرم نے نظریں چرا کر پوچھا۔

''جی ہاں...... آپ کا بہت بہت شکریہ......'' رحما نے آہستہ سے کہا۔

''شکریے کی کوئی بات نہیں......'' اس نے نظریں بدستور جھکائے... جواب دیا...... وہ اس سے نظریں ملانے سے ڈر رہا تھا۔ رجسٹری کی رسید کاٹتے کاٹتے اس کے ہاتھ لرز رہے تھے...... وہ رسید لے کر پوسٹ آفس سے نکلی تو اس کی اٹکی سانس بحال ہوئی۔ اس نے رحما کے جانے کے بعد بے صبری سے خط نکالا اور پڑھنے لگا۔

''پیارے ارمغان!
آداب!
تمہارا خط ملا...... یوں لگا جیسے پوری دنیا میری مٹھی میں آگئی ہو، تم خیریت سے ہو، خدا تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا...... اور تم میرے ہو اس پر خود کو خوش قسمت سمجھا کہ میری سچی محبت اب بھی تمہارے دل پر حکمرانی کر رہی ہے۔ تم کسی کو نظر بھر کر نہیں دیکھتے۔ خط میں پڑھا تو لبوں پر مسکراہٹ چھا گئی...... تمہیں ثبوت دینے کی ضرورت نہیں...... تم میرے ہو یہ میرا دل ہمیشہ گواہی دیتا رہا...... تمہارے خط کو پا کر میری ساری غلط فہمیاں دور ہو گئیں اور اب زندگی اچھی لگنے لگی ہے۔ تم کب واپس آ رہے ہو، جلدی آ جاؤ، مجھے صرف تمہارے پیار کی ضرورت ہے، تم دنیاوی چیزوں کے لیے مجھ سے دور نہ رہو، مجھے پیار کے علاوہ کسی چیز سے کوئی غرض نہیں...... ایسا نہ سمجھ لینا کہ میں تمہارا انتظار کر کے تھک چکی ہوں...... میں تو ہمیشہ تمہاری منتظر رہوں گی...... خط کا جواب جلد دے دینا۔''

آخر میں اس کا نام رحما...... اور شعر لکھا ہوا تھا۔

''تیری محبت نے عجب اِک روشنی بخشی
میں اس دنیا کو اب پہلے سے بہتر دیکھ سکتی ہوں''

اکرم نے خط کو پڑھا تو اِک عجیب سا سکون اسے اپنے اندر اترتا محسوس ہوا...... اس نے اپنی آنکھیں موندلیں اور زیرِلب کہنے لگا ''میں نے اس کی جان کو بچا لیا...... میں نے اس کی جان کو بچا لیا۔''

☆☆☆

صبح صبح وہ منہ ہاتھ دھو رہی تھی جب دروازے پر دستک ہوئی...... اس نے جلدی سے ہاتھ دھو کر نلکا بند کیا اور دروازے کی طرف لپکی۔

''کون ہے؟'' اس نے بیزاری سے پوچھا۔

''میں ہوں بیٹا خالہ عظمت......'' عظمت نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

''خالہ آپ......؟'' اس نے حیرانی دکھائی۔

''نورین کا رشتہ پکا ہو گیا......'' عظمت خالہ نے ایک مسکراہٹ کے ساتھ اطلاع دی۔

''کیا......؟'' اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

''سچ...... وہ میرا دیور احتشام جو لندن میں رہتا ہے اس نے کل رات فون کر کے اپنے بیٹے وہاب کے لیے نورین مانگی ہے۔''

''خالہ...... نورین کدھر ہے؟ کمبخت خود نہیں آئی؟'' اس نے خوشی خوشی پوچھا۔

''وہ تو آ رہی تھی، میں نے اسے روکا کہ ثریا کو اچھی خبر میں سناؤں گی۔'' عظمت نے مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا اور ثریا کے کمرے کی طرف بڑھ گئیں...... رحما بھی خوشی خوشی ان کے پیچھے چل دی۔

ثریا سو رہی تھیں...... عظمت ان کی چارپائی پر ہی بیٹھ گئیں۔

''اماں...... اماں!'' رحما نے ماں کو آہستہ سے جگایا۔

''ہاں...... ہاں۔'' ثریا آنکھیں مسل کر بولیں۔

''اماں، خالہ عظمت آئی ہیں...... دیکھیں تو......'' رحما نے خالہ عظمت کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ثریا نے پھر آنکھیں موندلیں...... اور دوسری طرف کروٹ لے لی۔

''اٹھ بھی جاؤ...... میری لاڈلی سہیلی۔'' عظمت ثریا کا کندھا ہلا کر ہنس کے بولیں۔

''ہاں...... ہاں...... اٹھ رہی ہوں...... ایسی کیا بات ہے...... جو تم صبح صبح مجھے جگانے آ گئی ہو۔ محلے میں کوئی فوت تو نہیں ہو گیا۔'' ثریا انگڑائیاں لیتے لیتے اٹھیں۔ رحما ہنسنے لگی...... عظمت نے بھی قہقہہ لگایا...... ثریا حیرت سے انہیں دیکھنے لگیں۔

''لگتا ہے کوئی اچھی خبر ہے...... جو تم دونوں کھی کھی کر رہی ہو۔'' ثریا نے ہنستے ہنستے پوچھا۔

''ثریا میں نے تیری بیٹی کا رشتہ طے کر دیا ہے۔'' عظمت نے ثریا کا ہاتھ تھام کر کہا۔

''کیا مطلب ہے...... رحما کا رشتہ؟'' ثریا کا چہرہ فق ہو گیا...... رحما بھی ماں کے جواب پر الجھ سی گئی۔

''تیری نورین بیٹی کا رشتہ میں نے طے کر دیا...... احتشام کے بیٹے وہاب کے ساتھ۔'' عظمت نے وضاحت کی۔

''بہت، بہت مبارک باد۔'' ثریا نے مسکراہٹ لبوں پر سجائی۔

''عظمت خالہ بہت شاندار پارٹی مجھے دیجیے گا...... میں نے بہت دعائیں کی تھیں۔'' رحما نے خالہ عظمت کے گلے میں بانہیں ڈالتے ہوئے کہا۔

''نورین کے ساتھ ساتھ میں تیرے لیے بھی ہزار دعائیں کرتی ہوں۔'' خالہ عظمت نے ہنس کر کہا۔

''بس رحما کے لیے بھی اچھا سا رشتہ مل جائے...... تو دونوں کی شادی جلد از جلد کر دیتے ہیں۔'' ثریا اپنے دل کی بات زبان پر لے آئیں۔

''خدا کرم کرے۔'' عظمت نے سنجیدگی سے کہا۔

''اماں میں نورین کے پاس جاتی ہوں۔'' اس نے وہاں بیٹھنا مناسب نہ سمجھا...... اس کے چہرے کا رنگ جو فق ہو رہا تھا...... وہ کمرے سے باہر نکل آئی۔ ثریا لڑکے کے متعلق بات چیت کرنے لگیں...... اور عظمت خوشی خوشی بتا رہی تھیں۔

☆☆☆

''میری پیاری بہنیا...... بنے گی دلہنیا...... سج کے آئیں گے دولہے راجا......'' رحما نے نورین کو دیکھا تو زور زور سے گلا پھاڑنے لگی۔

''ہاہاہا...... تو خوش ہو جا، میری آزادی کو غلامی کی جو شکل مل رہی ہے۔'' نورین نے منہ بنا کر اس کے گانے پر جواب دیا۔

''چل جلدی سے اچھا سا ناشتا بناؤ...... میرے خیال میں حلوا پوری منگوا لو...... منہ میٹھا ہو جائے گا۔'' رحما اس کے پاس بستر پر آ بیٹھی...... اور شوخی سے حکم دیا۔

''اچھا جی...... پہلے اپنی ٹریٹ دو...... پھر میں اپنی دوں گی۔'' نورین نے ہنستے ہنستے کہا۔

''میری کب منگنی ہوئی ہے؟'' اس نے حیرانی دکھائی۔

''ارمغان کا خط جو آیا ہے۔ اس کی ٹریٹ مانگ رہی ہوں۔'' نورین نے وضاحت کی۔

''اچھا بابا...... دے دوں گی۔ کنجوس مت بنو...... اور حلوا پوری کھلاؤ۔'' رحما نے منہ بسور کر تکیہ بانہوں میں سنبھالا۔

''اچھا میڈم...... حلوا پوری منگوا دیتی ہوں۔ اماں تو گھر آ جائیں۔'' نورین نے ہنس کر کہا۔ ''تم بتاؤ جناب! ارمغان کب تک آ رہا ہے...... اس نے کچھ بتایا ہے'' اب کے نورین نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''بہت جلد آ رہا ہے۔'' رحما نے خوشی سے کہا۔

''رئیلی...... اس کا مطلب ہے کہ دونوں سہیلیوں کی قسمت جاگ اٹھی۔ تم بھی باہر چلی جاؤ گی اور میں بھی۔'' اس نے خوشی خوشی جواب دیا۔

''ہاں...... مگر ہماری اماؤں کا کیا ہو گا؟'' رحما نے فکر مند سا چہرہ بنا لیا۔

''اوہو...... یہ تو میں نے بھی نہیں سوچا۔'' نورین کا چہرہ بھی مرجھا سا گیا۔

''تم لوگوں کو سوچنے کی کوئی ضرورت نہیں، ہر لڑکی نے اپنے گھر جانا ہوتا ہے۔'' شکر ہے عظمت خالہ نے ان دونوں کی آخری باتیں ہی سنی تھیں جو اپنی ماں کی جدائی کے لیے فکر مند ہو رہی تھیں۔

''اماں..... آپ تنہا کیسے رہ سکتی ہیں؟''
نورین نے افسردگی ظاہر کی۔
''اتنے اچھے موقع پر اداسی اچھی نہیں لگتی۔''
عظمت نے اس کا ماتھا چوما۔
''خالہ جان دیکھ لیں.....رونے کا بہانہ بنا کر حلوا پوری کھلانے سے بچ رہی ہے۔ چل جلدی سے پیسے خالہ کو دے، وہ بازار سے جا کر حلوا پوری لے آئیں۔'' رحما نے اس کی اداسی کا موضوع پلٹ دیا۔
''ہاں، ہاں اماں حلوا پوری لا دیں، رحما کو ٹریٹ دینی ہے۔'' اس نے جلدی سے اپنے بیگ کو سنبھالا اور اماں کو پیسے دیے۔
''تم دونوں گپ شپ کرو، میں ابھی جا کر لاتی ہوں۔'' خالہ عظمت نے چادر اوڑھی اور کمرے سے باہر نکل گئیں۔

☆☆☆

وہ پھر بیس دن کے بعد پوسٹ آفس پہنچی.....
اکرم نے خاموشی سے خط اسے دے دیا۔ اس نے خط لے کر شکریہ ادا کیا۔ وہ مزید بات کرنا چاہتی تھی مگر اکرم نے معذرت کی کہ اسے کسی سے ملنے جانا ہے۔ وہ سیٹ سے اٹھ کھڑا ہوا.....اس نے رحما سے بے پروائی ظاہر کی جیسے وہ اس کے خط آنے یا دینے کے مسئلے کو زیادہ اہمیت نہیں دے رہا ہے۔ جب وہ پوسٹ آفس سے باہر نکلی تو اکرم نے سیٹ سنبھالی اور سوچنے لگا۔
''کیا میں رحما کے احساسات سے کھیل رہا ہوں.....اسے جب سچ کا علم ہوگا...تو اسے کتنا دکھ ہوگا.....شاید وہ مجھے غلط آدمی سمجھے.....کہ میں نے اس کی زندگی کو مذاق بنایا.....مگر میں تو صرف اس کی جان بچانا چاہتا تھا.....صرف جان..... کیونکہ میں اپنی بہن کی جان نہ بچا سکا.....'' اس نے اپنی کنپٹی اپنے ہاتھ سے مسلنی شروع کر دی۔ وہ رحما کے یوں خطوط کے سلسلے سے ڈر رہا تھا کہ سچ جب سامنے آئے گا تو کیا ہوگا مگر اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ اس نے اپنی آنکھیں موند لیں وہ خود کو فریش کرنے کے لیے لمبی لمبی سانسیں لینے لگا۔

☆☆☆

دوپہر کو وہ سلائی سے فارغ ہوئی تو اس نے ثریا کو کپڑوں کا شاپر تھمایا کہ امجد بھائی کو سلے کپڑے دے آئیں اور حساب کتاب بھی مکمل کر آئیں..... ثریا گھر سے نکل آئیں اور وہ باورچی خانے میں کھڑی ہوگئی۔ اس نے برتنوں کو صاف کیا تو اسے اپنے پیچھے آہٹ سنائی دی.....اس نے مڑ کر دیکھا تو نورین کو پایا۔
''تم نے مجھے ڈرا دیا۔'' رحما دل پر ہاتھ رکھ کر بولی۔
''اچھا.....ایسی بھی بدصورت نہیں ہوں۔'' وہ منہ بسور کر کہنے لگی۔
''ہا.....ہا.....'' اس کا قہقہہ چھوٹ گیا۔
''یہ جناب کیا پکایا جا رہا ہے؟'' اس نے ہنڈیا میں ڈوئی چلائی تو نورین نے چکن کو بھونتے دیکھ لیا۔
''چکن قورمہ بنا رہی ہوں۔'' وہ شوخی سے بولی۔
''خیریت تو ہے ناں..... کوئی آ تو نہیں رہا.....'' اس نے فریج میں سے پانی کی بوتل نکالی تو کھیر کا ڈونگا دیکھا جسے رحما نے بادام پستے سے سجایا ہوا تھا۔
''آج ارمغان کی سالگرہ ہے.....'' رحما ہنس کر بولی۔
''واہ جی واہ..... بے ایمان بھائی کی سالگرہ ہے.....پہلے کیوں نہیں بتایا؟''
''تمہیں کیوں بتاتی.....اور پلیز اب تو اسے بے ایمان بھائی کہنا چھوڑ دو۔'' رحما نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔
''یار میں گفٹ لے کر آتی اور بے ایمان بھائی

تو پیار سے بولتی ہوں۔'' نورین کہتے ہوئے گلاس میں پانی انڈیل کر جلدی جلدی پینے لگی۔
''آہستہ پانی پیو.....کہیں سانس کی نالی میں نہ چلا جائے۔'' رحما نے ہنس کر کہا۔
''نہیں جاتا جناب..... پکی ہڈی کی بنی ہوئی ہوں۔'' وہ ہنسی۔
''جیسے ماسی کلثوم پکی ہڈی ہے.....'' رحما نے کام کرتے ہوئے ماسی کلثوم کو یاد کیا۔
''یاد آیا.....وہ ماسی کلثوم اماں اور خالہ ثریا سے تیرے لیے چوہدری صاحب کے رشتے پر اصرار کر رہی ہیں۔'' نورین نے اسے بتایا۔
''ہاں، ہاں میں جانتی ہوں..... اماں نے تو صاف انکار کر دیا تھا۔'' رحما نے بے پروائی سے کہا۔
''اچھا.....مگر میں نے تو اماں کی زبانی سنا ہے کہ خالہ ثریا کہہ رہی تھیں کہ چوہدری صاحب کو دیکھنے میں کیا حرج ہے۔''
''کیا.....؟'' اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔
''رئیلی.....رحما..... میں نے سمجھا شاید تمہیں سب معلوم ہوگا۔'' نورین نے حیرانی سے جواب دیا۔
رحما فکرمند ہوگئی کہ اماں کو اس نے صاف صاف انکار بھی کر دیا تھا پھر وہ کیوں چوہدری صاحب کو دیکھنا چاہتی ہیں۔
''کچھ نہیں ہوگا.....بس تم ارمغان سے کہہ دو کہ وہ پاکستان آ کر تم سے شادی کر لے.....یا کم از کم اپنے والدین کو ہی بھیج دے بات کرنے۔ باقی خالہ ثریا کو میں دیکھ لوں گی.....'' اس نے اپنی سہیلی کو دلاسا دے کر گلے سے لگا لیا مگر رحما کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔

☆☆☆

''وہ تیری نمو خالہ کی بیٹی کرن کیسی لگتی ہے تجھے؟'' اس نے کھانا کھاتے ہوئے ماں کو حیرت سے دیکھا۔
''بس تیرے ابا اور میں سوچ رہے تھے .....بلکہ تیرے ابا نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر تیری نظر میں کوئی لڑکی ہے تو بھی صاف صاف ہمیں بتا دے ہم اسے بڑی خوشی کے ساتھ گھر لے آئیں گے۔'' سکینہ نے ہنستے ہوئے بیٹے سے کہا۔
''اماں..... میں ابھی شادی نہیں کرنا چاہتا۔'' یہ کہہ کر وہ کھانا کھانے میں مشغول ہوگیا۔
''کیوں.....؟'' سکینہ نے حیرت سے پوچھا۔
''ابھی میں اپنے پاؤں پر کھڑا نہیں ہوا ہوں.....'' اس نے جواب دیا۔
''گھر میں بہو آ جائے گی تو ہم دونوں بوڑھے لوگوں کو بھی خوشی مل جائے گی اور پھر تیرے بچے ہوں گے تو گھر میں دوبارہ سے خوشیاں لوٹ آئیں گی۔'' سکینہ نے افسردگی سے اپنی بیٹی کو یاد کیا۔ اس کی آنکھیں پرنم ہوگئیں۔
''اماں.....آپ فکر نہ کریں بہت جلد آپ کو اپنا فیصلہ سنا دوں گا۔'' اس نے ماں کو تسلی دی جبکہ اس نے شادی کا سوچا تک نہیں تھا۔

☆☆☆

اس نے رات کو پھر خط کھول لیا.....اور پڑھنے لگی۔
''پیاری رحما.....!
آداب! تمہارا پیارا سا خط ملا..... دل خوشی سے جھوم اٹھا.....کہ میں نے تمہاری مسکراہٹ واپس کر دی..... مجھے اندازہ ہے کہ تم نے میرے لیے کتنے آنسو بہائے ہیں، مجھ سے وعدہ کرو کہ تم کبھی اداس نہیں رہو گی اور تمہیں معلوم ہے کہ میں جب اداس ہوتا ہوں تو تمہیں سوچتا ہوں، اداسی بھاگ جاتی ہے کہ پاکستان اڑ کر آ جاؤں.....بس کچھ کام ادھورے ہیں..... بہت جلد انہیں مکمل کر کے تمہارے پاس لوٹ آؤں گا پھر ہم اپنا نیا گھر بسائیں

گے۔ صرف میں...... اور تم اپنی سچی محبت کے ساتھ...... تمہارے خط کا منتظر رہوں گا۔

تمہارا ارمغان‘‘

اس نے مسکرا کر خط سینے سے لگالیا اور خوابوں میں چلی گئی۔ ایسا گھر جہاں صرف خوشیاں ہی خوشیاں ہوں گی۔ وہ اپنے گھر کے خوابوں میں کھوئی ہوئی تھی...... کہ ثریا کی آواز نے اسے چونکا دیا۔

’’رحما...... رحما...... چھت سے کپڑے اتار لاؤ، لگتا ہے بہت زور کی آندھی آنے والی ہے۔‘‘ رحما نے خط جلدی سے الماری میں چھپایا...... پھر تیزی سے چھت کی سیڑھیاں چڑھ گئی۔

☆☆☆

وہ بستر پر آنکھیں موندے لیٹا تھا۔ رحما کا مسکراتا چہرہ اس کی نظروں میں چھا گیا۔ اس نے جھٹ سے آنکھیں کھول دیں...... اور پھر میز کی دراز میں سے رحما کے سارے خط نکال کر پڑھنے لگا۔

اس کے لبوں پر مسکراہٹ چھا گئی...... پھر آہستہ آہستہ اس کی مسکراہٹ اُڑ گئی...... اس نے افسردگی سے خود کو مخاطب کیا۔

’’اکرم اگر رحما کو سچ کا علم ہوگیا تو وہ ٹوٹ کر بکھر جائے گی...... میں تو اسے خوابوں کی دنیا دے رہا ہوں...... میں ایسا کب تک کرتا رہوں گا......‘‘

اس نے اپنے دل سے پوچھا اور پھر دراز میں سے اِک کاغذ اور قلم نکال لیا...... اسے رحما کے لیے خط لکھنا تھا...... اس کا دل جو اس کے قابو میں نہ تھا اور پھر اکرم نے کب خط لکھنا شروع کیا...... اور کب ختم...... اسے معلوم نہ ہوا...... وہ عجیب نظروں سے خط پڑھنے لگا...... اسے لگا جیسے ہر لفظ اس کے دل سے نکلا ہو...... مگر خط کے آخر میں ارمغان کا نام پڑھ کر اس کا دل یک دم بجھ سا گیا کہ وہ اکرم ہے ارمغان نہیں۔

اس نے اپنی اداسی دور کرنے کے لیے ٹی وی آن کیا...... ٹی وی پر نصرت فتح علی خان کی قوالی آرہی تھی۔ اس نے آواز تیز کر دی۔

تمہیں دل لگی بھول جانی پڑے گی
محبت کی راہوں میں آکر تو دیکھو
یہ عشق نہیں آساں...... بس اتنا سمجھ لیجیے
اِک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے

میوزک پر اس کے ہاتھ خود بخود رقص کرنے لگے...... اسے اپنی کیفیت قوالی جیسی محسوس ہو رہی تھی۔

☆☆☆

ایک ہفتے کے بعد نورین نے اسے اطلاع دی کہ اس کے چچا نکاح کی رسم کرنے پاکستان آرہے ہیں۔

’’واہ کیا خبر دی...... یار تم لندن چلی جاؤ گی...... وہاں تم اپنے میاں کے ساتھ پلیز پلیز ارمغان سے ملنے ضرور جانا...... میں اگلے خط میں ارمغان سے تمہاری شادی کا ذکر ضرور کروں گی۔‘‘ رحما نے ایک ہی سانس میں بات ختم کیا۔

’’تمہیں...... میری جدائی سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔‘‘ وہ منہ بسور کر بولی...... اور اس کے بستر پر بیٹھ گئی...... رحما نے دوپہر کو بہت سلائی کا کام کیا تھا...... اس لیے وہ کمر سیدھی کرنے کی غرض سے لیٹی ہوئی تھی مگر نورین کے نکاح اور لندن جانے کی اطلاع نے اسے تازہ دم کر دیا۔

’’یار! فرق پڑے گا...... مگر خوشی ہوگی کہ تم اچھے گھر جا رہی ہو، مجھے لندن سے چیزیں بھیجو گی کیا؟‘‘ رحما نے خوشی خوشی پوچھا۔

’’اُف رحما...... مت تنگ کرو...... میں اداس ہوں، اماں...... اور تمہیں چھوڑ کر کیسے رہ پاؤں گی...... اور پھر لندن کے ماحول میں ایڈجسٹ کرنا بہت مشکل ہے۔‘‘ اس کی آنکھیں نم ہونے لگیں۔

’’اوہو...... میری پیاری سہیلی رونا نہیں...... میں بھی تو بہت جلد ارمغان کے ساتھ بیاہ کر کے

لندن آجاؤں گی...... پھر خوب مزے کریں گے۔‘‘ اس نے نورین کے گلے میں باہیں ڈال دیں۔

’’ارمغان پاکستان کب آئے گا؟‘‘ نورین نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے پوچھا۔

’’آجائے گا...... بہت جلد...... اور موڈ ٹھیک کرو...... اور بتاؤ کہ تم نے کون سا رنگ اپنے نکاح کے لیے سوچا ہے۔‘‘ وہ دونوں کپڑوں اور زیور کی باتیں کرنے لگیں کہ کیسا زیور اور کیسے جوڑے وغیرہ......

☆☆☆

وہ ہنڈا سٹی سے اترا اور غصے سے اپنے آفس میں آپہنچا...... اس نے اِدھر اُدھر نگاہ دوڑائی...... سب اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے مگر اس کی سیٹ خالی تھی۔ وہ غصے سے اپنے کمرے میں آبیٹھا۔

اس نے کال ملائی...... دوسری طرف بیل جا رہی تھی۔

’’خود کو کیا سمجھتی ہے...... ایسی لڑکیوں کو تو میں اپنے جوتے کی نوک پر رکھتا ہوں۔ مجھے بھلا مجھے انکار کر دیا...... میں اس کی ایسی کی تیسی کر دوں گا......‘‘ وہ غصے سے منہ میں بڑبڑاتا رہا مگر دوسری طرف سے کوئی فون نہیں اٹھا رہا تھا۔

’’سر کیا میں اندر آسکتا ہوں؟‘‘ اس کے سیکریٹری نے مسکرا کر پوچھا۔

’’ہاں آجاؤ، پہلے کون سا باہر کھڑے ہو......‘‘ اس نے غصے سے جواب دیا۔

’’جی سر......‘‘ وہ شرمندہ سا ہوا اور پھر ایک بند لفافہ اس کی طرف بڑھا دیا۔

’’یہ کیا ہے؟‘‘ اس نے تلخی سے پوچھا اور نمبر ری ڈائل کرنے لگا۔

’’سر...... مس ماہم نے استعفیٰ دے دیا ہے۔‘‘ سیکریٹری نے سر جھکا کر بتایا۔

’’کیا......‘‘ اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا...... اس نے سیل فون چھوڑا اور ماہم کا استعفیٰ پڑھنے لگا۔

’’مائی فٹ...... یہ لڑکی خود کو کیا سمجھتی ہے...... اس کا میں وہ حال کروں گا کہ بس دیکھتی رہ جائے گی۔‘‘ اس نے استعفیٰ پھاڑتے ہوئے کہا...... ماہم آفس میں نئی لڑکی آئی تھی جو ایک شریف گھرانے سے تعلق رکھتی تھی، عیاش طبیعت حسیب احمد کی نظر اس پر پڑ گئی تو اسے ڈنر کی دعوت دے دی۔ معصوم ماہم نے ڈنر پر جانے سے انکار کیا کر دیا...... حسیب پاگل ہی ہوگیا...... اور اسے بار بار اپنے روم میں بلانے لگا...... ماہم نے حسیب کی حرکت کو نوٹ کیا پھر تنگ آکر اس نے استعفیٰ دے دیا...... جو حسیب کو ہضم نہیں ہو رہا تھا۔

’’مجھے ماہم چاہیے...... اپنے آفس میں...... جاؤ اور اسے بلا کر لاؤ......‘‘ اس نے غصے سے حکم دیا۔

’’سر...... وہ نہیں آئے گی۔‘‘ سیکریٹری نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

’’تو اٹھا کر لے آؤ......‘‘ حسیب کی آنکھیں غصے سے سرخ ہوگئیں۔

’’سر...... اگر آپ کو مناسب لگے تو اک بات کہوں؟‘‘ اس نے شائستگی سے پوچھا۔

’’ہاں...... بولو...... کیا کہنا چاہتے ہو......‘‘

حسیب نے غصے سے سیل فون پر پھر ماہم کا نمبر پریس کیا...... دوسری طرف بیل جا رہی تھی مگر کسی نے فون نہیں اٹھایا۔

’’سر آپ ماہم کے مسئلے کو بھول جائیں...... کہاں آپ...... اس مڈل کلاس لڑکی کے ساتھ آپ کا کیا مقابلہ ہوسکتا ہے۔‘‘

’’حیدر...... اپنی حد میں رہو......‘‘ وہ چیخا۔

’’جی سر...... جیسا آپ کا حکم...... میں اسے اٹھا کر کہاں لے کر پہنچوں...... آپ اپنا ٹائم ٹیبل بتا دیں......‘‘ حیدر نے سر جھکا کر پوچھا۔

’’پرانی حویلی میں۔‘‘ اس نے غصے سے کہا۔

’’جی، میں کل حاضر ہوتا ہوں......‘‘ حیدر نے

www.paksociety.com

سر جھکا کر کمرے سے باہر نکلنا چاہا۔
''حیدر ...... کل نہیں ...... آج رات کو......''
حسیب نے اپنے ہاتھوں کو ملتے ملتے حکم دیا۔
''جیسی آپ کی مرضی......'' حیدر کا چہرہ پیلا پڑ گیا...... اور وہ کمرے سے باہر چلا گیا۔ حسیب احمد نے آنکھیں موندلیں اور لمبی لمبی سانسیں لے کر اپنے غصے کو قابو کرنے لگا۔

☆☆☆

اس نے اماں کو کھانا کھلایا اور دوائی ہاتھ میں پکڑا دی۔
''چلیں...... جلدی سے کھالیں......''
''بس یہ دوائی دینا تو نہیں بھولتی...... باقی سب باتوں سے بے پروا رہتی ہے۔'' ثریا نے آہ بھر کر کروٹ دوسری طرف کی۔
''کون سی باتوں سے بے پروا ہوں میں؟'' رحما نے مسکرا کر پوچھا۔
''اپنی شادی کے حوالے سے کیوں نہیں سوچ رہی...... دیکھ...... اگلے ہفتے نورین کا نکاح ہو رہا ہے پھر تو بھی اپنے متعلق سوچنا شروع کردے۔'' ثریا نے اپنے دل کی بات ظاہر کی۔
''اچھا...... اچھا...... تو میرے متعلق سوچ سوچ کر آپ بلڈ پریشر بڑھا رہی ہیں۔'' اس نے ماں کا ہاتھ تھام لیا۔ ثریا کی آنکھیں نم ہو گئیں۔
''بیٹی میں چاہتی ہوں کہ تو جلد اپنے گھر کی ہوجائے...... میرے سوا اس دنیا میں کون ہے تیرا...... اگر خدانخواستہ مجھے کچھ ہو گیا...... تو تیرا کیا ہوگا۔'' ثریا نے معصومیت سے سمجھایا۔
''اماں...... ایسی غلط باتیں مت کیا کریں...... خدا کا کرم ہمیشہ اس گھر پر رہے گا...... اور میں بہت جلد شادی کا سوچ لوں گی...... آپ فکر کرنا چھوڑ دیں اماں۔''
''بس جلد ہی کوئی جواب دینا......'' ثریا نے مطمئن ہو کر کہا۔ ''پھر میں ماسی کلثوم سے تیرے لیے اچھا سا رشتہ ڈھونڈنے کے لیے بول دوں گی...... ویسے چوہدری صاحب کا گھر بھی بہت اچھا ہے۔'' ثریا نے کچھ سوچ کر کہا۔
''آپ...... وہاں گئی تھیں کیا؟'' وہ سہم سی گئی۔
''ہاں...... کلثوم ماسی نے بہت زور لگایا تو سوچا کہ دیکھ لیتی ہوں...... لڑکا بہت پیارا ہے...... اور ماشاء اللہ سے کماتا بھی خوب ہے۔'' وہ کچھ پُرجوش ہو گئیں۔
''اماں...... چلیں آپ سو جائیں...... زیادہ دیر تک آپ کے لیے جاگنا مناسب نہیں۔'' اسے ماں کی بات پر کچھ اور نہ سوجھا بس بیزار سا منہ بنالیا۔
ثریا اس کے ردِعمل پر خاموش ہو گئیں...... رحما کے چہرے پر فکر کے آثار چھانے لگے کہ کہیں اس کی ماں کو ارمغان کی محبت کا شک نہ ہو جائے۔

☆☆☆

''سر...... وہ ماہم کو ہم حویلی لے آئے ہیں......'' سیکرٹری حیدر نے ادب سے اپنے کارنامے کا اظہار کیا۔ وہ جو چند ساتھیوں کے ساتھ ماہم کو زبردستی راستے سے اٹھا کر حویلی لے آیا تھا۔
''اوہ...... گریٹ......'' اس کی آواز میں خوشی بھر آئی۔
''سر آپ کب تک آئیں گے...... اچھا اور کوئی حکم......؟''
''پلیز مجھے یہاں سے جانے دیں......'' ماہم نے تڑپ کر کہا...... جس کی آواز فون پر حسیب نے سن لی۔
''ماہم کو فون دو......'' حسیب نے فخریہ انداز میں کہا۔
''جی سر......'' حیدر نے فوراً حکم مانا...... اور سیل فون ماہم کو تھما دیا۔
''سر...... سر...... پلیز مجھے یہاں سے جانے

دیں، میری اماں، میرے ابا مر جائیں گے...... پلیز مجھے یہاں سے جانے دیں۔ آپ کو خدا کا واسطہ......'' وہ بری طرح رو رہی تھی
''کیوں جانے دوں...... تم نے مجھے بے عزت کرنے سے پہلے سوچا تھا۔'' وہ چیخا۔
''سر مجھے معاف کردیں...... سر پلیز...... میرے والدین کو دنیا والے مار ڈالیں گے اگر میں آج گھر نہ پہنچی...... پلیز مجھے جانے دیں۔'' ماہم نے کانپتے ہونٹوں سے اپنے لیے فریاد کی۔
''میں یہی تو چاہتا ہوں کہ تم اس معاشرے میں اک لعنت بن جاؤ......'' وہ ہنسا۔
''سر! آپ پلیز مجھے جانے دیں...... آپ جیسا کہیں گے، میں ویسا ہی کروں گی۔ پلیز مجھے آزاد کردیں، میرے گھر نہ جانے سے میری باقی بہنوں کا مستقبل ڈوب جائے گا۔'' اس نے بے تحاشا روتے ہوئے کہا۔
''میں تمہاری ذات تک محدود ہوں...... تمہارے گھر والوں کا میں نہیں سوچنا چاہتا...... اور ہاں، مجھے تم سے کوئی غرض نہیں رہی...... بس تم دو دن تک یہاں ہی رہو گی، جب تمہارے گھر اور محلے والوں کو تمہاری غیر موجودگی کا احساس ہوجائے گا اور لوگ طرح طرح کی باتیں بنانے لگیں گے تو حیدر تمہیں آزاد کردے گا۔'' اس نے اونچی آواز سے جواب دیا۔
''سر...... خدا کے لیے مجھے چھوڑ دیں۔''
''فون حیدر کو دو۔'' حسیب نے غصے سے کہا۔
''سر! مجھے چھوڑ دیں...... سر مجھے چھوڑ دیں۔''
دوسری طرف سے حسیب نے فون کٹ کر دیا...... وہ مطمئن دکھائی دینے لگا۔
ماہم نے دیوار کا سہارا لے لیا...... وہ چیخ چیخ کر رونے لگی۔ حیدر نے سیل فون اس کے ہاتھ سے چھین لیا۔

''ہمارے مالک کو جو چیز پسند آجائے وہ چھین لیتے ہیں، تمہیں سوچ سمجھ کر حبیب صاحب کو جواب دینا چاہیے تھا..... اب یہاں سڑتی رہو..... حیدر نے یہ کہہ کر اپنے قدم دروازے کی طرف بڑھا دیے۔''

''پلیز مجھے جانے دو..... پلیز مجھے چھوڑ دو.....'' وہ دونوں ہاتھ جوڑتی اس کے پاؤں پڑ گئی۔ حیدر نے ٹھوکر سے اسے دور پھینکا اور کمرے سے باہر آکر دروازے کو باہر سے لاک لگانے لگا۔

☆☆☆

آدھی رات کا وقت تھا اور وہ بستر پر لیٹی سخت بے چین تھی۔

''مجھے ارمغان سے شادی کی بات کرنی چاہیے۔'' اس نے گویا خود سے پوچھا اور اٹھ کر لائٹ جلا کر خط لکھنے بیٹھ گئی۔

''پیارے ارمغان!

آداب!

تم کیسے ہو.....؟ میں خیریت سے ہوں..... اور خوش بھی ہوں..... میری پیاری سہیلی نورین کی شادی ہونے والی ہے اور تمہیں پتا ہے کہ وہ لندن تمہارے شہر جا بسے گی..... میں نے تو اسے تم سے ملنے کے لیے پہلے سے کہنا شروع کر دیا ہے مگر نورین کا کہنا ہے کہ میں بھی لندن آبسوں..... میں لندن کیسے آسکتی ہوں..... میں نے تو لندن آنے کا کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا..... اماں نے بھی میری شادی کے لیے زور دینا شروع کر دیا ہے..... اماں چوہدری صاحب کے گھر بھی جا چکی ہیں۔ میرے رشتے کے لیے اور انہیں پسند بھی آگیا ہے مگر میری خاموشی کی وجہ سے وہ چپ رہتی ہیں۔ ارمغان کیا تم مجھے اپنانا چاہتے ہو یا پھر..... نورین کا کہنا ہے کہ میں سچ سچ اپنے دل کی بات تمہیں بتا دوں اور میرے دل میں کیا ہے تم اچھی طرح جانتے ہو۔ خط کے جواب کی منتظر رہوں گی..... اپنے دل کی بات لکھ دی ہے، تمہارے دل کی بات پڑھنے کا بھی سننے کا شدت سے انتظار ہے۔

قائل نہیں میں رونے کی پھر بھی کبھی کبھی
تنہائی میں کچھ دیر رونا اچھا لگتا ہے

فقط تمہاری رحما''

☆☆☆

اکرم نے صبح صبح پوسٹ آفس میں اسے دیکھا..... اسے دیکھتے ہی اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔

''سنیں.....'' وہ کام میں مصروف ہو گیا تو وہ پاس آکر بولی۔

''جی.....'' اس نے سر اٹھا کر بیزاری سے جواب دیا۔

''یہ خط پوسٹ کر دیں.....'' رحما نے مسکرا کر کہا..... وہ ہلکے گلابی رنگ کے سوٹ میں بہت پیاری لگ رہی تھی۔

''جی.....'' اس نے لفافہ ہاتھ میں پکڑ لیا اور ٹکٹ چسپاں کرنے لگا۔

''میں آپ کی بہت مشکور ہوں.....'' اس نے شائستگی سے کہا..... اور اپنی چادر ٹھیک کرنے لگی۔ وہ خاموش رہا۔

''آپ ڈاک خانے میں نئے آئے ہیں؟'' اس نے جھجکتے ہوئے سوال کیا۔

''جی ہاں.....'' وہ مسکرایا۔

''آپ کی ملازمت میرے لیے مبارک ثابت ہوئی.....'' اس نے تھوڑا مسکراتے ہوئے کہا۔

''شکر ہے کہ میں کسی کے کام تو آیا۔'' اس نے بھی مسکرا کر جواب دیا۔

''میں آپ کے لیے دعائیں کرتی ہوں..... آپ میرے لیے فرشتے جیسے ثابت ہوئے۔ آپ نے میری امانت کو سنبھال کر ہمیشہ میرے حوالے کیا۔'' وہ خوشی سے اپنے دل میں جو مان اسے دے بیٹھی تھی اس کا اس نے اکرم سے اظہار کر دیا۔

''اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے، اس نے یہاں آپ کی پریشانی حل کرنے کو شاید مجھے بھیج دیا۔'' وہ مسکرایا۔

''کیا..... آپ ڈاک خانے کی پوسٹ سے خوش ہیں؟'' اس نے فکر مندی سے پوچھا۔

''نہیں..... نہیں۔'' اکرم نے خود کو سنبھالا..... وہ بوکھلا سا گیا کہ رحما کو اس کے دل کا حال کیسے معلوم ہو گیا۔

''میں جب بھی آتی ہوں..... آپ کے چہرے پر فکر مندی کے تاثرات ہوتے ہیں..... اس لیے خود ہی اندازہ لگا لیا.....'' کئی دنوں سے اکرم جو اس سے نظریں چرا کر خود کو مصروف ظاہر کر رہا تھا۔

''اس کا مطلب ہے کہ آپ چہرہ پڑھ لیتی ہیں.....'' اکرم نے خوش دلی سے کہتے ہوئے رسید اس کے ہاتھ میں تھما دی۔

''شکریہ..... مگر میں چہرہ نہیں پڑھ سکتی۔''

''مذاق کر رہا تھا۔'' وہ ہنس کر بولا۔

''جی، میں چلتی ہوں.....'' اس نے چادر سنبھالی..... اور پوسٹ آفس کے گیٹ کی طرف قدم بڑھا دیے۔ اکرم کی نظروں نے دور تک اس کا تعاقب کیا..... اور وہ پھر سارا دن مسکراتا رہا۔

☆☆☆

نورین کا گھر بہت پیارا سجا ہوا تھا..... عظمت خالہ نے اپنی ساری جمع پونجی اس دن کے لیے رکھی ہوئی تھی، وہ جامنی کلر کے سوٹ میں بہت پیاری لگ رہی تھی اور انتظامات میں آگے آگے تھی۔

''خالہ عظمت، تازہ پھول آگئے ہیں تو بتا دیں..... وہ گجرے بنانے ہیں ناں'' اس نے چھت پر کھڑی عظمت خالہ سے پوچھا جو اوپر چھت کی منڈیروں کی سجاوٹ کروا رہی تھیں۔

''ہاں رحما..... باورچی خانے میں دیکھو..... شاید فریج میں دیکھو.....'' انہوں نے سر پر ہاتھ رکھ کر سوچتے ہوئے کہا۔

رحما باورچی خانے کی طرف بڑھی..... اس نے فریج کھولا..... اور گلاب کے تازہ پھولوں کی ٹوکری نکالی اور باورچی خانے میں ہی گجرے بنانے کا کام کرنے لگی۔

خالہ عظمت اوپر کا کام سمجھا کر نیچے آپہنچیں..... اور تھکے لہجے میں بولیں۔

''نورین نہیں آئی کیا؟'' انہوں نے گھڑی کی طرف دیکھ کر فکر مندی سے کہا۔

''اوہو..... خالہ عظمت دلہن کے نخرے سمجھیں..... آجائے گی۔'' رحما نے تیسرے گجرے کے لیے سوئی میں دھاگا ڈالا۔

''تم بھی بیوٹی پارلر چلی جاتیں..... آج تھوڑی انہوں نے نورین کو دلہن بنانا ہے..... نکاح کی تقریب میں تین دن ہیں ابھی۔'' خالہ عظمت نے منہ بسور کر جواب دیا۔

''خالہ عظمت! میری پیاری خالہ..... فیشل، اسکن پالش وغیرہ آج ہو گی تو پھر ہماری نورین رانی کی طرح دمکے گی۔'' اس نے دھاگا ڈال لیا اور پھول پرونے لگی۔

''ہمارے وقتوں میں یہ سرخی پاؤڈر نہیں تھا..... اور یہ سرخی پاؤڈر سے بھی کوئی بھلا خوب صورتی بڑھتی ہے۔'' خالہ عظمت نے فریج سے پانی کی بوتل نکالی..... اور پانی کا گلاس بھر کر اس کے پاس آکر بیٹھ گئیں۔

''خالہ جی، آپ کا داماد لندن سے آیا ہے اور لندن میں تو گوری گوری رنگت کی لڑکیاں ہوتی ہیں۔ اس لیے تو نورین ہماری اسکن پالش کروا رہی ہے۔'' اس نے کھی کھی کر کے جواب دیا۔

''ہاں..... یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں۔ وہاب کو نورین پسند آنی چاہیے۔'' خالہ عظمت آہستہ آہستہ

پانی کے گھونٹ لینے لگیں۔

☆☆☆

''اماں! یہ، یہ...... یہاں میں نے اپنا والٹ رکھا تھا......'' اکرم نے خفگی سے تکیہ اٹھا کر کہا۔ سکینہ نے اِدھر اُدھر دیکھا...... مگر والٹ کہیں نہیں ملا۔

''بیٹا تجھے یاد ہے نا...... کہ تو نے یہاں ہی رکھا تھا......'' سکینہ نے بستر کی چادر اِدھر اُدھر الٹا کر فکر مندی سے پوچھا۔

''سچ...... اماں۔'' وہ بجھ سا گیا۔ قیوم صاحب بھی کھانستے کھانستے کمرے میں آ پہنچے۔

''بیٹا والٹ میں زیادہ پیسے تو نہیں تھے؟'' قیوم صاحب بھی تھوڑا پریشان ہوئے۔

''نہیں...... پیسے زیادہ نہیں تھے...... مگر کچھ ضروری کاغذات والٹ میں تھے......'' اس نے رحما کا خط یاد کر کے جواب دیا۔

سکینہ نے سارا کمرا چھان مارا...... مگر اکرم کا والٹ کہیں پڑا نہ ملا۔

''باہر کہیں گرا دیا ہوگا...... کچھ نہیں ہوتا اللہ مالک ہے......'' قیوم صاحب نے بیٹے کو تسلی دی۔

''باہر یہ لڑکا نہیں گرا کر آیا...... کہیں رکھ کر بھول گیا ہے۔ کل اس کے جوتے نہیں مل رہے تھے، آدھے گھنٹے کے بعد اسے یاد آیا کہ جوتے تو موچی کو دے کر آیا ہے۔'' سکینہ نے بیڈ کے نیچے دیکھتے ہوئے بتایا۔

''ہاہا......'' قیوم صاحب ہنس دیے۔'' تمہارا کیا مطلب ہے، ہمارے بیٹے کو بھولنے کی بیماری ہوگئی ہے۔''

''نہیں...... بھولنے کی نہیں...... مگر آج کل اس کا ذہن کہیں اور کھویا، کھویا رہتا ہے۔'' سکینہ نے مسکرا کر جواب دیا۔

''نہیں اماں ایسی ویسی کوئی بیماری مجھے نہیں لگی ہوئی...... آپ پلیز جلدی سے مجھے والٹ ڈھونڈ دیں...... میرا دوست کافی شاپ میں میرا منتظر ہوگا۔'' اکرم الماری میں سر گھسا کر والٹ ڈھونڈتے ڈھونڈتے بولا۔

''دوست...... کون سا دوست؟'' قیوم صاحب نے ہنسی دبا کر پوچھا۔

''ابا...... مذاق مت کریں...... حمزہ کراچی سے ملنے آیا ہوا ہے......'' اکرم نے اپنے پرانے دوست کے متعلق بتایا۔

''اچھا...... تو گھر پر آ جاتا...... ہم سے بھی مل لیتا...... ہم نے کون سے اس سے پیسے چھین لینے تھے۔'' سکینہ نے ہنستے ہوئے کہا۔

''اماں! میں ایسا کرتا ہوں...... آپ کی حمزہ سے فون پر بات کروا دیتا ہوں۔'' اس نے سیل فون جیب سے نکالا تو اس کے ہاتھ میں اس کا والٹ آ گیا۔ سکینہ اور قیوم صاحب دیکھ کر حیرت زدہ ہوگئے...... سکینہ نے قہقہہ لگایا۔

''بچہ بغل میں...... اور ڈھنڈورا شہر میں...... ہاہاہا......'' قیوم صاحب ہنس کر بولے دونوں کے قہقہوں سے کمرا گونج اٹھا...... اور وہ دم دبا کر اپنے گھر سے باہر نکلا۔

☆☆☆

''ماشاء اللہ...... ماشاء اللہ نورین تو پہچان میں نہیں آ رہی......'' نورین ان کے گھر آئی تو ثریا اس کی بلائیں لینے لگیں۔

''دلہن...... آئی ہے، رحما کدھر ہو۔'' ثریا نے اسے باہر سے آواز دی۔ وہ اپنی قمیص سی رہی تھی جو اس نے نورین کے نکاح پر پہننی تھی۔

''اماں...... نورین کو کمرے میں بھیج دیں...... میں اپنی قمیص سی رہی ہوں۔ ابھی لائٹ چلی جائے گی۔'' رحما نے اپنی مجبوری بتائی۔

'' خالہ ...... اماں نے آپ کو گھر بلوایا ہے۔'' نورین اور ثریا ہنس دیں۔

''اچھا...... میں جاتی ہوں، دروازے پر کنڈی لو۔'' ثریا نے دوپٹا سنبھالا اور گھر سے باہر نکلتے ہوئے کہہ گئیں...... نورین نے کنڈی لگائی...... اور کمرے میں رحما کے پاس جا پہنچی...... رحما کا سارا دھیان سلائی مشین پر تھا۔

''اسکن کلر...... واہ جی...... واہ...... مجھ سے زیادہ روپ تمہارا نکھرے گا......'' رحما کے سوٹ کا دوپٹا اس نے سر پر اوڑھ کر ہنستے ہنستے کہا۔

''سچ...... کیا......؟'' رحما نے مشین روک کر پیار سے پوچھا۔

''جی ہاں...... اب میری طرف دیکھو...... فیشل ٹھیک طرح سے ہوا؟'' نورین نے سائڈ ٹیبل سے آئینہ اٹھا کر اپنے چہرے کو دیکھ کر پوچھا۔

''ہاں...... اچھی لگ رہی ہو...... چہرہ بہت کھلا کھلا لگ رہا ہے۔'' رحما نے پیار سے جواب دیا مگر تمہارا چہرہ تو بغیر فیشل کے دمک رہا ہے...... کیا ارمغان کا خط آیا ہے...... جس میں تم سے شادی کرنے کی اطلاع ہے؟'' نورین نے ہنس کر پوچھا۔

''نہیں...... اس کا خط نہیں آیا...... مگر میں نے اپنے دل کی بات لکھ دی اسے.... اب اس کے جواب کی منتظر ہوں۔'' وہ بدستور سلائی کرتے ہوئے بولی۔

''اچھا...... تو بے ایمان بھائی کو تم نے بتایا...... کہ میں ان کے پاس لندن آ رہی ہوں۔'' اس نے ہنستے ہنستے پوچھا۔

''اب وہ بے ایمان نہیں رہا......'' وہ بھی ہنس کر بولی۔

''شادی جب کرے گا...... تو ایمان دار بھائی کا لقب دوں گی......'' اس نے رحما کا دوپٹا تہ لگا کر ہنستے ہنستے اسے چھیڑا۔

''توبہ ہے...... شرم کرو...... کتنے خطوں کے جواب دے چکا ہے۔ تمہیں تسلی نہ جانے کب ہوگی۔'' رحما نے مشین پر ہاتھ چلایا۔

''تم پہلے اپنا سوٹ مکمل کر لیتیں...... اب مجھے مہندی کون لگائے گا......'' اس نے منہ بسور کر پوچھا۔

''اچھا...... تو کام سے آئی ہوں......'' رحما نے اس کی بات پکڑی۔

''جی نہیں...... کام سے نہیں آئی ہوں... بلکہ تم سے حق سے کام کروانے آئی ہوں......'' اس نے قہقہہ لگا کر زور سے جواب دیا۔

''دہاب کا فون آیا ہے کیا؟'' رحما نے پیار سے پوچھا۔

''جی...... آیا ہے۔'' اس نے بظاہر بے پروائی سے جواب دیا۔

''بھائی کا مزاج کیسا ہے؟'' رحما نے بے تابی سے پوچھا۔

''جیسا دیس ویسا بھیس...... اچھی طرح سے بات کی......'' نورین نے نظریں چُرا کر جواب دیا۔

''اچھا...... جی اس کا مطلب ہے کہ مجھ سے کچھ چھپایا جا رہا ہے...... بتاؤ کیا کیا باتیں ہوئیں۔'' رحما نے نورین کو چٹکی کاٹی۔ ''اُف توبہ...... کوئی بات نہیں...... بس اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے۔''

''یار شادی کے بعد اپنا سیل فون مجھے دے دینا...... میں ارمغان سے بات کر لیا کروں گی......'' اس نے منہ بسور لیا۔

''تم سیل فون بھی رکھ لو...... مگر بے ایمان بھائی فون نہیں کرے گا...... کنجوس جو ٹھہرے......'' نورین نے اسے چھیڑا۔

''اور دہاب بھائی کون سا شہزادہ چارلس نہیں۔'' وہ منہ بسورے بولی۔

''بہنوئی کی عزت کرو...... کہیں اس نے سن لیا تو تمہاری پیاری بہن کی ہڈیاں نہ توڑ دے......'' اس نے معصوم چہرہ بنا کر کہا۔

''ہڈیاں توڑ کر تو دکھائے...... جان نہ نکال

لوں......‘‘ رحما نے ہنس کر کہا۔

’’اچھا...... اچھا...... اب کام چھوڑو...... اور مہندی لگادو لگے گی تو سوکھے گی تو ہی رنگ آئے گا۔‘‘ نورین نے فکرمندی ظاہر کی...... گھڑی نے رات کے نو جو بجادیے تھے۔

’’لاؤ...... مہندی دو۔‘‘ رحما نے سلائی مشین ایک طرف کی......اور اس کا ہاتھ تھام کر بولی۔

’’کیا...... مہندی تم نہیں لائیں؟‘‘ وہ چیخی۔

رحما نے معصوم چہرہ بنا کر نفی کی کہ وہ مہندی نہیں لاسکی۔ ’’ارے بابا مہندی فریج میں رکھی ہے...... فریج میں۔‘‘ اس سے پہلے کہ نورین اس پر ہاتھ چلاتی اس نے چیخنا شروع کردیا۔ نورین مسکرانے لگی......اور رحما نے بھی مسکراہٹ میں اس کا ساتھ دیا۔

☆☆☆

اسے نیند نہیں آرہی تھی کہ وہ اب کیا جواب دے گا...... نورین کی شادی کا حال پڑھ کر وہ پشیمان تھا...... کہ رحما کو کب تک وہ انتظار میں رکھے گا...... پھر سوچنے لگا کہ وہ کیوں رحما کے لیے فکرمند ہے...... اسے کیوں نہیں خود سے الگ کردیتا...... اب اسے خط کا کوئی جواب نہیں دینا چاہیے...... اسے ارمغان کے خواب سے نکالنا ہوگا...... اس نے لائٹ آن کی...... اور رحما کے لیے خط لکھنے لگا۔

’’پیاری رحما!

آداب!

میں خیریت سے ہوں...... اور چاہتا ہوں کہ تم مجھ سے وعدہ کرو کہ تم ہمیشہ خود کو خوش رکھوگی ...... رحما میں پاکستان واپس نہیں آسکتا...... میری کچھ مجبوریاں ہیں...... میں تمہیں دھوکے میں نہیں رکھنا چاہتا...... اس لیے صاف صاف لکھ رہا ہوں...... میں تم سے شادی نہیں کرسکوں گا...... تم کسی اور کا ہاتھ تھام لو...... جو تمہیں ہمیشہ خوشیاں دے...... میں نے چار سال تمہیں اپنا منتظر بنائے رکھا...... میں تمہارا مجرم ہوں...... تم مجھے جو سزا دینا چاہتی ہو مجھے منظور ہے مگر خود کو اذیت مت دینا...... میں خود کو کبھی معاف نہیں کرسکوں گا۔ خط کے جواب کا منتظر رہوں گا۔‘‘

اس نے ارمغان کے نام سے اختتام کیا اور پھر لفافے میں خط ڈال کر رکھ دیا مگر اس کے اندر...... ایک کشمکش جاری تھی۔

’’میں رحما سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جدا ہوجاؤں گا۔ وہ کیا سوچتی ہے کیا کرتی ہے...... اس سے بے خبر ہوجاؤں گا مگر میں اس سے جدا نہیں ہونا چاہتا...... تو کیا میں رحما سے محبت کر بیٹھا ہوں...... نہیں...... نہیں...... میں یہ خط اسے دے کر یہ سلسلہ بند کردوں گا۔‘‘ اس نے خط کو ہاتھوں میں تھام لیا۔

پھر اسے نہ جانے کیا ہوا اس نے خط کے ٹکڑے ٹکڑے کرڈالے......اور لمبی لمبی سانسیں اپنے اندر اتارنے لگا...... اسے رحما سے محبت ہوچکی تھی...... جس سے وہ بے خبر تھی۔

☆☆☆

وہ تمام مہمانوں کے پاس جا، جا کر ان سے کھانے پینے کے متعلق پوچھ رہی تھی کہ خالہ عظمت نے اسے پکارا۔

’’رحما! دولھے میاں سے پوچھو اسے کسی چیز کی ضرورت تو نہیں۔‘‘ عظمت خالہ نے فکرمندی سے کہا۔

’’اچھا خالہ، میں اماں سے کہتی ہوں، آپ فکر نہ کریں۔ آپ باقی مہمانوں کے لیے کولڈ ڈرنک کا انتظام دیکھ لیں۔ میں دولھا بھائی کے پاس جاتا ہوں۔‘‘ رحما نے بڑی ذمے داری سے جواب دیا۔

اس نے ہال میں نظریں دوڑائیں...... اسے اپنی ماں ثریا کہیں نظر نہ آئیں۔

’’یہ اماں کدھر گئیں۔‘‘ اس نے فکرمندی سے

رحما......اور پھر اسٹیج کی جانب چل پڑی...... وہاب ...ن کلر کی شیروانی میں بہت پیارا لگ رہا تھا...... اس کے آس پاس دوست بیٹھے ہوئے تھے جو اس کے ساتھ گپ شپ کرکے قہقہے پہ قہقہہ لگا رہے تھے۔ پہلے گھبرائی...... مگر خود پر قابو پاکر اسٹیج پر چڑھ گئی۔

’’دولھا بھائی...... آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہے؟‘‘ وہاب کے ہاتھ میں کولڈ ڈرنک تھی۔ وہاب نے اس کی طرف مسکرا کر نفی میں سر ہلایا اس سے پہلے کہ اسٹیج سے اترتی...... کسی نے اسے مخاطب کیا۔

’’سنیں میڈم......‘‘ اس نے پلٹ کر دیکھا تو وہاب کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھے ایک شخص نے اپنی جانب اشارہ کیا۔

’’جی...... کہیے۔‘‘

’’دولھے بھائی کی آپ کو فکر ہے...... ہماری کوئی فکر نہیں۔‘‘ اس نے کچھ طنزیہ انداز میں کہا۔

’’رحما! یہ حسیب احمد ہیں...... میرے بچپن کے ساتھی اور بہت بڑے بزنس مین ہیں......‘‘ وہاب نے اس کا تعارف کروایا...... وہ اسے اکڑو سا لگا۔

’’جی، آپ کو کس چیز کی ضرورت ہے؟‘‘ رحما بڑی خوش اخلاقی سے بولی۔

’’جی ہاں...... مجھے ہر چیز کی ضرورت ہے...... آپ بتائیں...... آپ میری کون سی ضرورت پوری کرسکتی ہیں۔‘‘ حسیب نے ہنس کر جواب دیا۔

وہ شرمندہ سی ہوگئی...... اس نے اپنا دوپٹا سنبھالا...... باقی اس کے دوست مسکرانے لگے۔

’’رحما...... اس پاگل کی کوئی بات دل پر نہ لگالینا...... یہ شروع سے چھیڑ چھاڑ میں خوش رہتا ہے۔‘‘ وہاب نے حسیب کا کندھا دبایا۔

’’یار باز آؤ میری اکلوتی سالی ہے......‘‘ وہاب نے آنکھیں دکھا کر اس سے کہا۔ رحما مڑی تو حسیب نے پھر اسے مخاطب کیا۔

’’میڈم سنیں!‘‘ وہ مجبوراً رکی۔

’’آپ نے دودھ والی رسم کب کرنی ہے...... مجھے کسی کام سے کہیں جانا ہے...... کیا آپ ابھی کرسکتی ہیں......؟‘‘ حسیب احمد نے معذرت کرتے ہوئے کہا۔

’’دودھ والی رسم آپ کے لیے نہیں...... وہ خاص دولھا بھائی کے لیے ہے...... اگر آپ جانا چاہتے ہیں تو چلے جائیں......‘‘ رحما نے بے رخی سے کام لیا۔

’’اُف...... آپ غصے میں بہت پیاری لگتی ہیں...... کسی نے آپ کو کبھی بتایا......؟‘‘ حسیب احمد مسکرا کر بولا...... اس کا دل رحما کے لیے عجیب انداز سے دھڑکا تھا۔

’’شٹ اپ......!‘‘ اس نے غصے سے کہا...... اور اسٹیج سے اتر گئی۔

’’یار میری سالی ہے، کیوں اپنی بھابی سے مجھے جوتے لگوائے گا۔‘‘ وہاب نے ہنس کر کہا۔

’’میری گرل فرینڈ اچھی رہے گی...... تمہارا کیا خیال ہے؟‘‘ اس نے دور کھڑی رحما کو دیکھ کر وہاب کے کان میں آہستگی سے پوچھا۔

’’شٹ اپ یار...... یہ تمہارے ٹائپ کی لڑکی نہیں ہے...... بہت شریف لڑکی ہے...... اس کا خیال دل سے نکال دو...... میں اس کا بہنوئی ہوں، مجھے سب پکڑ لیں گے۔‘‘

’’اوکے...... نہیں خیال لے کر آتا...... مگر اس کا خیال اگر دل نے دوبارہ جگایا تو پھر کچھ نہیں کہہ سکوں گا۔‘‘ اس نے ہنس کر وہاب کو جواب دیا...... وہاب مسکرانے لگا...... حسیب احمد کی نظریں رحما سے ہٹ نہیں رہی تھیں۔

☆☆☆

وہ رو رہی تھی...... وہ اس کے پاس آکھڑا ہوا...... اسے معلوم ہی نہیں ہوسکا۔

’’یہ رومال رکھ لیں۔‘‘ حسیب نے رومال اپنی

جیب سے نکال کر اسے دیا۔

''ضرورت نہیں......'' نورین گاڑی میں وہاب کے ساتھ بیٹھ گئی تھی۔ خالہ عظمت، ثریا کے گلے لگی ہوئی تھیں...... ان کی لاڈو بیٹی آج جو انہیں چھوڑ کر پیا گھر جا رہی تھی۔

''یہ میرا کارڈ رکھ لیں...... آپ کو کسی چیز کی ضرورت یا کوئی کام ہو...... پلیز مجھے یاد کر لیجیے گا۔'' حسیب نے اسے اپنا کارڈ تھمایا۔ اس نے کارڈ پکڑا اور پھر غصے سے ایک طرف پھینکا۔

''یہ...... کیا...... آپ کو تمیز نہیں......'' وہ تقریباً چیخ پڑا۔

''مجھے تمیز ہے...... مگر آپ شاید اپنی حد بھول رہے ہیں۔'' اس نے غصے سے کہا۔

''تم غریب لڑکیاں ہر وقت اپنی عزت کا ڈھول کیوں بجاتی رہتی ہو...... اس سے تم لوگوں کو کیا فائدہ ملتا ہے......'' اس نے طنزیہ مسکراہٹ لبوں پر لا کر پوچھا۔

''مجھے لگتا ہے...... آپ کو عزت بے عزت لفظ میں کوئی فرق نہیں لگتا...... اس لیے آپ ایسی باتیں کر رہے ہیں......'' اس نے غصے سے جواب دیا۔

''میرا دل کر رہا ہے...... کہ تمہیں۔'' اس نے بات کو ادھورا چھوڑ کر قہقہہ لگایا۔

''آپ کا دل کرتا رہے گا...... مگر آپ کا کوئی خواب پورا نہیں ہونے والا ہے...... آپ اپنی امیری کا ڈھول کسی اور کے گلے میں باندھیں۔'' وہ یہ کہہ کر خالہ عظمت کی طرف بڑھی...... اس نے رحما کا ہاتھ پکڑ لیا۔

''سنیو! تو ڈیئر......'' وہ شوخ ہوا۔

رحما نے زور سے طمانچہ اس کے منہ پر دے مارا...... اور ہاتھ چھڑا کر خالہ عظمت اور اپنی ماں کی طرف بھاگی...... حسیب نے اپنے ارد گرد دیکھا...... اور کسی کو نہ پا کر فوراً ہال سے غصے میں باہر نکل گیا۔

☆☆☆

وہ صبح صبح اٹھی...... اسے خالہ عظمت کے گھر جانا تھا اور گھر کی صفائی کرنی تھی...... اس لیے فجر کی نماز پڑھ کر اس نے پہلے اپنے گھر کا کام نمٹایا اور خالہ عظمت کی طرف جا پہنچی۔ خالہ عظمت چائے بنا رہی تھیں اور کسی سوچ میں گم تھیں۔

''خالہ! یہ کیا آپ نے اکیلے اکیلے چائے پی لی...... میرا انتظار تک نہیں کیا......'' اس نے جھاڑو سنبھالی اور صحن کی صفائی کرنے کا ارادہ کیا۔

''بس سوچ رہی ہوں بیٹی تو اپنے اور میرے گھر کا کام کیسے سنبھالے گی...... اس لیے چھوٹا موٹا کام خود ہی کر لوں۔'' خالہ عظمت نے پیار سے جواب دیا۔

''نورین کا فون آیا تھا کیا؟'' وہ جھاڑو دے کر پوچھنے لگی۔

''ہاں...... آیا تھا...... تمہارا پوچھ رہی تھی...... تم سے کوئی ضروری بات کرنی تھی اسے...... مگر پھر رات کی وجہ سے اس نے کہا کہ کل فون کر لوں گی۔''

''مجھے یاد کر رہی ہوگی......'' رحما نے اسے یاد کر کے مسکراہٹ کے ساتھ بتایا۔

''ہاں...... ہاں مجھ سے بات کر کے تو رو پڑی تھی...... وہاب اسے مری لے کر گیا ہے۔''

''سچ...... خالہ۔'' اس نے خوشی سے پوچھا۔

''ہاں، ہاں...... ایک ہفتے کے بعد گھر کا چکر لگائے گی۔'' خالہ عظمت نے سنجیدگی سے بتایا۔

''خالہ وہ ہم سے ملنے آ جاتی...... وہاب بھائی نے تو گھر کا چکر بھی نہیں لگایا......'' رحما نے صحن کا کچرا سمیٹ کر ٹوکری میں ڈالتے ڈالتے افسردگی ظاہر کی۔

''بس بیٹی...... جیسے ان لوگوں کی مرضی......'' خالہ عظمت نے سنجیدگی سے جواب دیا...... رخصتی کو تین دن ہو رہے تھے۔ نورین نے بس ماں سے فون پر ہی بات کی تھی۔

''آپ فکرمند نہ ہوں...... مجھے دیجیے فون...... میں وہاب بھائی سے بات کرتی ہوں۔'' رحما نے خالہ عظمت کے پاس آ کر بیٹھتے ہوئے خوشی سے فون [illegible]۔

''نہیں...... نہیں، جیسی اس کی سسرال والوں کی مرضی ہوگی...... وہ مجھ سے ملنے آ جائے گی۔'' خالہ عظمت نے فون کو مضبوطی سے تھام لیا۔

''خالہ یہ بیٹیاں بھی کتنی ظالم ہوتی ہیں۔ رخصت ہونے کے بعد اپنے گھر کو ہی بھول جاتی ہیں۔'' اسے نورین پر غصہ آ رہا تھا کہ اس نے وہاب سے یہاں آنے کی ضد کیوں نہیں کی۔

''نہیں میری جان...... بیٹیاں ظالم نہیں ہوتیں...... بلکہ مائیں سخت دل ہو جاتی ہیں۔ جو بیٹیوں کو رخصت کرنے سے پہلے ہی یہ بات ذہن میں بٹھا کر رخصت کرتی ہیں کہ جیسے سسرال والے کہیں ان کی بات کو آنکھوں میں سجا لینا...... اور بس ان کا جنازہ ہی اس گھر سے نکلے...... ان کی مرضی کے بغیر میکے کا رخ کیا...... تو ان کے لیے میکے کے دروازے بند ہوں گے۔'' عظمت خالہ نے اپنے آنسوؤں کو چھپا کر رحما کے سر پر پیار دیا۔ رحما کی آنکھوں میں بھی نمی تیرنے لگی۔

''خالہ میں بھی تو آپ کی بیٹی ہوں...... آپ نورین کو مت یاد کیجیے۔'' اس نے خالہ عظمت کو گلے سے لگا لیا...... اور خالہ عظمت نے اپنے دبے آنسوؤں کو اس کی جھولی میں گرانا شروع کر دیے۔

☆☆☆

''وہاب...... تو کیسا ہے؟ بھابی کیسی ہیں؟'' حسیب احمد نے اسے کال ملائی اور وہاب کی خیریت دریافت کی۔

''خیریت تو ہے جو میری خیریت پوچھنے کی یاد آئی تجھے۔'' وہ مسکرا کر بولا تو نورین بھی وہاب کو مسکراتا دیکھ کر خوش ہوئی۔ وہ اس وقت ایک ہوٹل میں ڈنر کر رہے تھے۔

''اچھا...... بھابی کدھر ہیں، مجھے بھابی سے بات کرنی ہے۔'' حسیب نے ہنس کر جواب دیا۔

''نہیں نہیں تو نورین سے بات نہیں کر سکتا......'' وہاب نے ہنس کر جواب دیا۔

''کون ہے؟'' نورین نے مسکرا کر پوچھا۔

''تمہارا پیارا دیور حسیب ہے...... جو تم سے بات کرنے کے لیے بے تاب ہے۔'' وہاب نے مسکرا کر سیل فون نورین کو دے دیا۔

''السلام علیکم! بھابی جی...... آپ کیسی ہیں؟ میرا تحفہ پسند آیا......؟'' حسیب نے اپنے ڈائمنڈ سیٹ کے متعلق پوچھا۔

''سچ بہت پیارا تحفہ تھا اور آپ کی چوائس بھی ویل ڈن ہے۔'' نورین نے اس کی تعریف کی۔

''تھینک یو بھابی جی...... وہ آپ سے اِک انفارمیشن چاہیے تھی۔'' اس نے ہنس کر کہا۔

''انفارمیشن کیسی انفارمیشن......؟'' نورین نے حیرت سے پوچھا۔

''رحما کے متعلق انفارمیشن چاہتا ہے شاید۔'' وہاب نے قہقہہ لگایا۔

''دیکھ لیں، میرے منہ کی بات میرے دوست نے چھین لی۔'' حسیب نے ہنس کر کہا۔ دوسری طرف فون پر وہاب کی آواز پہنچ گئی تھی۔

''رحما کے متعلق کیسی انفارمیشن......؟'' اس نے تجسس سے پوچھا۔

''بھابی! اس کا کوئی بوائے فرینڈ تو نہیں...... یا پھر اس کی منگنی تو نہیں ہوئی ہے؟'' حسیب نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''مگر حسیب تم کیوں پوچھ رہے ہو...... کیا بات ہے؟'' وہ گھبرا سی گئی...... جو اپنی دوست رحما کی کوئی

بات اپنے میاں اوراس کے دوست سے شیئر نہیں کرنا چاہتی تھی۔

''بھابی......! مجھے رحما اچھی لگی ہے اور میں سوچ رہا ہوں...... کہ اس سے دوستی کی جائے......'' اس نے مسکرا کر جواب دیا۔

''رحما بہت حساس لڑکی ہے اور لڑکوں سے یوں دوستی نہیں کرتی۔'' نورین نے سنجیدگی سے کہا۔ اس نے اس کی محبت کو چھپالیا۔

''اچھا تو پھر کیا شادی اس سے کرلوں۔'' وہ شوخ ہوا۔

''شادی......؟'' نورین کے منہ سے بے ساختہ نکلا...... حبیب ہر طرح سے ایک اچھا لڑکا نظر آرہا تھا۔

''ہاں، ہاں...... نورین اس سے کہہ دو...... اگر شادی کرنا چاہتا ہے، گھر بسانا چاہتا ہے تو پھر رحما سے ہم بات کرتے ہیں۔'' وہاب نے بھی اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔

''اچھا حبیب بھائی...... میں آپ کو بعد میں جواب دیتی ہوں۔'' اس نے ارمغان کا سوچ کر بات کو ٹالا' دل میں تو وہ کافی خوش تھی۔

''بھابی! آپ جب واپس جائیں تو پلیز ضرور بات کریں۔'' اس نے فون رکھنا چاہا تو دوسری طرف سے حبیب نے پیار سے درخواست کی۔

''اوکے...... میں کوشش ضرور کروں گی۔'' نورین نے ہنس کر کہا اور خدا حافظ کہہ کر فون رکھ دیا۔

''توبہ ہے اس طوفانی لڑکے کا بھی...... اس پر شادی کا بھوت سوار ہوگیا ہے۔ اب یہ رحما سے شادی کرنے کے لیے آسمان' زمین ایک کردے گا......'' وہاب نے اس کی فطرت ظاہر کی۔

نورین خاموشی سے کھانا کھانے لگی...... اس نے کوئی جواب نہیں دیا...... جو جانتی تھی کہ رحما کی محبت صرف ارمغان ہے۔

☆☆☆

''اکرم بیٹا...... یہ سوئی میں دھاگا ڈال دے......'' سکینہ ہاتھ میں اس کی شرٹ پکڑے اندر داخل ہوئی۔ اس نے بستر پر رحما کے خط رکھے ہوئے تھے...... ماں کو دیکھ کر بوکھلا سا گیا...... اور خطوط کو سمیٹنے لگا۔

''یہ خط کس کے ہیں؟'' ایک خط بستر سے گر پڑا...... جس پر اس کی نظر پڑی...... اور اس نے رحما کا نام پڑھ لیا۔

''یہ رحما کون ہے؟'' اس نے ماں سے خط جھپٹ لیا تو سکینہ نے ہنسی دبا کر پوچھا۔

''اماں! یہ خط میرے کسی دوست کے ہیں۔'' اس نے خط دراز میں رکھ دیے اور نظریں چرا کر بولا۔

''اچھا...... تمہارے دوست کے ہیں، ایسا کون سا دوست ہے...... جو اپنے ذاتی خط تمہیں دے جائے۔'' سکینہ نے ہنس کر پوچھا۔

''اماں! سچ یہ خط میرے نہیں......'' وہ شرمندہ سا ہوا۔

''رحما نام تو بہت پیارا ہے، دیکھنے میں کیسی ہے۔'' وہ اکرم کے ساتھ ہی بیٹھ گئی اور پیار سے بولی۔

''اماں! یہ سوئی اور نلکی دیجیے...... میں دھاگا ڈال دوں۔'' اس نے ماں کے ہاتھ سے سوئی اور نلکی تھام لی۔

''یہ سوئی میں دھاگا ڈالنا میری بہو کا کام ہے، رحما کو کب گھر پر لا رہا ہے؟'' سکینہ نے پیار سے پوچھا۔

''اماں...... سچ میرے اور رحما کے درمیان کچھ بھی نہیں ہے۔'' اس نے سوئی میں دھاگا ڈال کر ماں کو تھمادیا۔

''اچھا...... تو پھر تیرا چہرہ کیوں جھوٹ کی گواہی دے رہا ہے۔'' سکینہ نے ہنس کر کہا۔

''نہیں تو......'' اس نے اپنے دونوں ہاتھ سرخ ہوتے چہرے پر ملے۔

''بیٹا محبت چھپتی نہیں......'' ماں نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

وہ شرمندہ سا ہوگیا...... اور اس نے نظریں جھکالیں...... اس کا دل رحما کے لیے دھڑک رہا تھا۔

''میں تیرے ابا سے بات کروں...؟'' سکینہ نے خوشی سے پوچھا۔

''نہیں...... اماں ابھی نہیں؟'' وہ ڈر سا گیا...... جانتا تھا کہ رحما تھوڑی اس کی محبت کے سپنوں میں ڈوبی ہوئی ہے، وہ ہی اس کے خواب دیکھ رہا ہے۔

''کیوں......؟'' اس نے حیرت سے پوچھا۔

''اماں میں نے رحما سے ابھی اپنے دل کی بات نہیں کی ہے۔'' اس نے نظریں جھکا کر بتایا۔

''تو دیر کس بات کی ہے بیٹا......؟'' سکینہ نے فکرمندی سے پوچھا۔

''اماں میں بہت جلد اس سے بات کرلوں گا۔ آپ فکر نہ کریں۔'' اس نے ماں کی گود میں سر رکھ دیا...... وہ مطمئن سا ہوگیا کہ اس کی ماں اس کے ساتھ ہے۔

''میں تو رحما کو اپنا دہی.... دوپٹا دوں گی...... جو تیری دادی نے مجھے دیا تھا...... ابھی تک میں نے حفاظت سے سنبھال کر رکھا ہے۔'' سکینہ پُرجوش ہوگئی...... اور شرٹ پر بٹن لگانے لگی۔

''اماں اگر رحما کو دوپٹا پسند نہیں آیا تو......؟'' اس نے ہنسی دبا کر ماں کو چھیڑا۔

''کیوں نہیں پسند آئے گا...... کیا وہ میم ہے؟'' سکینہ گھبرا سی گئی۔

''ہاں اماں، میں تو یہ بتانا بھول گیا...... کہ رحما مسلم نہیں ہے۔'' اس نے ماں کو ہنستے ہنستے بتایا۔

''تو سچ کہہ رہا ہے کیا؟'' سکینہ نے دل پر ہاتھ رکھ دیا۔ اور اس کا چہرہ بجھ سا گیا۔

''نہیں اماں...... میں مذاق کررہا ہوں۔'' اس نے ماں کی گھبراہٹ کو دیکھ کر ہنستے ہنستے نفی کی۔

''خدا کا کرم میرے گھر پر رہے...... میں تو ڈر گئی تھی کہ کیسے غیر مسلم لڑکی میرے خاندان کو سنبھالے گی......'' سکینہ نے منہ میں کچھ پڑھا...... اور پھر اکرم کے اردگرد پھونکا۔

اکرم مسکرانے لگا...... اور سوچنے لگا کہ وہ اب سب سچ رحما کو بتادے گا اور اسے اپنے گھر کی رانی بنا کر رکھے گا۔

☆☆☆

''آپ تین گنا زیادہ رقم دے کر وہ زمین خرید لیں......'' اس نے کمپنی کے منیجر توصیف کو حکم دیا اور پھر فائل پر نظرِ ثانی کرنے لگا۔

''سر اس سے کمپنی کو فائدہ نہیں ہوگا۔'' توصیف نے کمپنی کے حق میں بات کی۔

''میں آپ کا باس ہوں یا پھر آپ......؟'' حبیب نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگائی...... اور منیجر کو طنزیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔

''سر......! اس سے آپ کو بھاری نقصان ہوگا۔'' اس نے نظریں جھکا کر کہا۔

''نقصان مجھے ہوگا...... پیسہ میرے اکاؤنٹ سے جارہا ہے آپ کے نہیں......'' حبیب نے جیسے اسے جتایا۔

''کیا میں اندر آسکتا ہوں؟'' حبیب کے دوست نے دروازہ کھول کر مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''اوہو جواد...... کم اِن...... تجھے اجازت لینے کی ضرورت کب سے پڑنے لگی ہے۔'' وہ اپنے دوست کو گلے سے لگا کر بولا۔

''جناب کے کیا حال ہیں؟'' جواد نے مسکرا کر

پوچھا۔
''فٹ فاٹ'' اس نے ہنس کر کہا اور ساتھ ہی جواد کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔
اس نے کرسی سنبھالی تو حسیب بھی اپنی سیٹ پر آ بیٹھا..... توصیف سر جھکائے کھڑا تھا۔
''جواد تو کیا لے گا..... چائے، کافی؟'' حسیب نے مسکرا کر پوچھا اور بیل بجادی۔
''کافی پلادے یار..... مگر بہت مزے کی.....'' جواد نے ہنستے ہنستے کہا۔
''جی سر۔'' دو منٹ کے بعد ایک ملازم کمرے میں آپہنچا..... اور ادب سے بولا۔
''نور بابا دو کافی کے کپ گرما گرم بھجوادیجیے۔'' حسیب نے مسکرا کر کہا۔ بوڑھے ملازم نے سر ہلایا..... اور کمرے سے باہر نکل گیا۔
''کوئی ضروری بات تم لوگ کررہے تھے؟'' اس سے پہلے کہ حسیب، جواد سے مزید بات کرتا..... جواد نے ہنس کر کہا۔
''اوہو..... ہاں..... توصیف تم زمین خرید لو..... بے شک تمہیں چار گنا زیادہ رقم دینی پڑے، سمجھے۔''
''جی سر!'' اس نے سر ہلایا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔
''چار گنا زیادہ رقم کیوں دے رہے ہو؟'' جواد نے فکرمندی سے پوچھا۔
''یار وہ زمین ہماری فیکٹری کو سوٹ کرتی ہے۔ میں نے زمین پسند کرلی تھی مگر مصروفیت کے باعث اس کے مالک سے بات نہیں کرسکا۔ اس دوران اس نے کسی اور سے سودا طے کردیا..... اس لیے بھاری رقم دے کر خریدنی پڑ رہی ہے۔'' حسیب نے اپنا مسئلہ بتایا۔
''کیا یہ نقصان نہیں ہوگا؟'' جواد نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''نہیں..... نقصان کیسا.....؟ نقصان تب ہوتا جب وہ زمین میرے ہاتھ سے نکل جاتی۔'' حسیب نے مسکرا کر جواب دیا۔
''تو ابھی تک نہیں بدلا..... جو چیز تجھے پسند آجاتی ہے..... تو اسے حاصل کر کے ہی چھوڑتا ہے۔'' جواد نے ہنس کر اس کی فطرت جتائی۔
''ہا..... ہا..... کون سی گاڑی پر آیا ہے؟'' حسیب نے ہنس کر پوچھا۔
''توبہ، توبہ میں گاڑی نہیں لایا ہوں، یاد ہے تجھے میری بائیک کالج کے دنوں میں پسند آگئی تھی اور تو نے مجھے اس کے دوگنا پیسے زیادہ دے کر خرید لی تھی..... جبکہ میں چیختا رہ گیا کہ میری بائیک جیسا ماڈل دوسرا لے لیتے ہیں مگر تو اپنی ضد پر اُڑ گیا تھا۔'' جواد نے ہنستے ہنستے کالج کا واقعہ یاد کیا۔
''وہ بہت اچھے دن تھے..... دوستوں کی یاد آتی ہے، تجھے کوئی ملا؟'' حسیب نے تجسس سے پوچھا۔
''نہیں..... بس تیرے اور وہاب کے علاوہ کوئی بھی نہیں ملا۔''
''سالے سب کے سب مر تو نہیں گئے۔'' حسیب نے قہقہہ لگایا۔
''شاید.....'' جواد نے بھی اس کے قہقہے کا ساتھ دیا..... نور بابا کافی ٹرے میں سجا کر ٹیبل پر رکھ گئے اور دونوں نے گرما گرم کافی سے لطف اندوز ہونا شروع کردیا۔

☆☆☆

وہ اسے گرین رنگ کے سوٹ میں نظر آئی..... اکرم نے نیت کررکھی تھی کہ آج وہ صاف صاف اسے ہر بات سچ بتادے گا..... اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا..... جب وہ اس کے پاس آکھڑی ہوئی۔
''السلام علیکم!'' اس نے ادب سے سلام کیا۔

''وعلیکم السلام.....'' اکرم نے بھی شائستگی سے جواب دیا۔
''کیا میرا کوئی خط آیا.....؟'' اس نے تجسس سے پوچھا..... اس نے شادی کے حوالے سے ان سے جو بات خط میں کی تھی..... اب وہ خط کا جواب شدت سے پڑھنا چاہتی تھی۔
''جی نہیں.....'' اکرم نے خط کی نفی کی۔
اس کا چہرہ مرجھا سا گیا۔
''اچھا..... آپ نے اپنے گھر کی ڈاک ٹھیک طریقے سے دیکھی تھی؟'' رحما نے افسردگی سے پوچھا۔
''جی ہاں.....'' اکرم نے پھر نفی کی..... وہ اسے ارمغان کی یاد سے نکالنا چاہتا تھا..... اس سے پہلے کہ وہ اپنے لب کھولتا..... رحما اس سے انجان ہو باہر کی طرف چل دی۔ اس کے خود سے یک دم بے پروا ہونے سے اکرم کا دل بجھ سا گیا۔
''بیٹا تجھے رحما کو سچ بتادینا چاہیے تھا۔'' خیردین اس کے پاس آکھڑا ہوا..... اور اس نے اکرم کے کندھے کو دبایا۔
''جی..... کون سا سچ.....؟'' اکرم، خیردین کی بات پر بوکھلا سا گیا..... جو بے خبر تھا کہ خیردین کو اس سچ کا نہیں پتا ہے۔ خیردین نے اس کے سر پر پیار دیا۔
''تمہارا مقصد اس کی جان بچانا تھا..... اپنی جان کو عذاب میں ڈالنا نہیں تھا.....'' وہ افسردگی سے کہہ کر اپنے کام پر چلا گیا۔
اکرم اداس نظروں سے پوسٹ آفس کے باہر والے دروازے کو تکنے لگا..... جیسے رحما پھر آکر اسے صرف اسے اہمیت دے گی..... جو ارمغان کا..... خط نہ آنے پر اس سے لاتعلق ہوچکی تھی۔

☆☆☆

وہ مرجھائی مرجھائی گھر پہنچی..... ثریا اس کا انتظار کررہی تھیں..... اس نے گھر میں قدم رکھا..... تو ثریا نے اسے خوش خبری دی۔
''نورین گھر آئی ہے..... کب سے تیرا سب انتظار کررہے تھے..... ابھی ابھی وہ اپنے گھر گئی ہے..... وہاب رات کا کھانا کھانے آئے گا..... عظمت فکرمند تھی..... تجھے لینے چار دفعہ آئی تھی..... جاؤ جلدی سے کپڑے رکھ کر اس کے گھر چلی جاؤ۔'' ثریا نے اس سے کہا۔
''اماں..... یہ پیسے رکھ لیں۔'' اس نے ایک ہزار کا نوٹ ماں کو تھمایا۔
''ایک ہزار کیوں..... ہمارا حساب تو تین ہزار کا تھا.....'' ثریا نے فکرمندی سے پوچھا۔
''اماں! امجد بھائی نے جتنے پیسے دیے ہیں اتنے ہی لے آئی ہوں۔ آپ جا کر حساب کتاب کیجیے گا..... دکان پر کافی رش تھا..... اس لیے امجد بھائی ٹھیک طریقے سے بات نہیں کرسکے.....'' رحما نے تھکے تھکے لہجے میں بات کی..... اس کا دھیان ارمغان کے جواب کی طرف تھا جو نہیں آیا تھا۔
''اچھا ٹھیک ہے..... تو جلدی سے جا اور میں میٹھے میں آئس کریم لے آتی ہوں..... نورین میری بھی بیٹی جیسی ہے۔'' ثریا نے اس سے رائے لی۔
''ہاں..... اماں آپ ان پیسوں میں سے آئس کریم لے آئیں..... میں خالہ عظمت کو میٹھا بنانے سے منع کرتی ہوں.....'' اس نے ہاتھ منہ دھویا..... اور تولیے سے منہ خشک کرتے ہوئے بولی۔
''کپڑے تبدیل کرلے..... دیکھ کتنا پرانا سوٹ پہن رکھا ہے۔'' ثریا نے اسے نصیحت کی۔
''اماں! میں ان کپڑوں میں ٹھیک ہوں..... اور مجھے کیا کوئی دیکھنے آرہا ہے؟'' وہ ہنسی۔
''نہیں بیٹا..... تجھے دیکھنے تو کوئی نہیں آرہا..... مگر تیرے ایسے کپڑوں کی وجہ سے نورین پر کوئی انگلی نہ اٹھادے.....'' ثریا نے نورین

کے سسرال والوں سے ڈر کر کہا۔

''اچھا..... اماں ..... پھر میں کپڑے تبدیل کر لیتی ہوں.....'' اس نے ماں کے ماتھے پر بوسا دیا..... جو بہت فکرمند دکھائی دے رہی تھیں کہ وہاب کے گھر والے آگئے..... تو کہیں کسی بات پر نقص نہ نکال دیں۔

وہ اپنے کمرے میں پہنچی..... تو اپنے بستر پر سرخ رنگ کا استری شدہ سوٹ پڑا دیکھا..... اسے ثریا کی آواز آئی۔

''میں بازار جارہی ہوں..... تیرا سوٹ استری کر کے رکھا تھا اسے پہن لینا.....'' ثریا یہ کہہ کر چلی گئیں..... اور رحما جلدی سے تیار ہونے لگی۔

☆☆☆

''چکن قورمہ..... اور نان منگوالیتے ہیں۔''

رحما نے ہدایت دی۔

''نہیں..... نہیں..... وہاب کو چکن پلاؤ اچھا لگتا ہے..... اماں چکن پلاؤ بنالیں۔'' نورین نے میسج کرتے کرتے جواب دیا۔

''چکن پلاؤ مجھ سے اچھا نہیں بنتا..... رحما تو بنادے۔'' عظمت خالہ فکرمندی سے بولیں۔

''ہاں، ہاں رحما تیرا چکن پلاؤ لاجواب ہے..... وہاب بہت خوش ہوں گے۔'' نورین موبائل پر بزی تھی۔

''خالہ عظمت آپ دہی اور تھوڑا چکن اور لے آئیں.....'' اس نے مرغی کا گوشت دیکھ کر بتایا۔

''میں بازار جانے والی تھی..... ثریا کے ساتھ چلی جاتی ہوں..... اور میٹھے میں نورین کیا رکھیں.....؟'' خالہ عظمت نے بیٹی سے پوچھا۔ جس کا دھیان سیل فون پر لگا ہوا تھا۔

''اماں رحما سے پوچھ لیں۔'' وہ چونکی۔

''خالہ آپ فکر نہیں کریں..... اماں آئس کریم لینے گئی ہیں..... وہ اپنے داماد کو میٹھے میں آئس کریم کھلانا چاہتی ہیں۔'' اس نے اپنی ماں کے دل بات بیان کی۔ خالہ عظمت نے گھڑی پر نظریں ٹکائیں..... سہ پہر کے چار بج رہے تھے..... وہ چادر سنبھالے تیزی سے نکل گئیں..... رحما نے ٹوکری سے پیاز اٹھا کر چھیلنی شروع کر دی۔ اس نے نورین کو کچھ غصے میں پایا۔

''کیا ہوا.....؟ کس کو میسج کر رہی ہو؟'' اس نے پیاز کاٹتے کاٹتے پوچھا..... نورین اس سے بے پروا جو تھی۔

''وہاب کو میسج کر رہی ہوں..... کہہ رہے ہیں کہ ان کا دوست حسیب بھی ڈنر یہاں ہی کرے گا..... اور میں منع کر رہی ہوں۔'' نورین نے پھر میسج ٹائپ کر کے وہاب کو نفی کی۔

''حسیب..... کون حسیب؟'' رحما کو یک دم یاد آیا..... کہ اس نے نورین کی شادی پر ایک لڑکے کو تھپڑ مارا تھا..... کہیں وہ لڑکا تو نہیں۔

''حسیب..... وہاب کا بیسٹ فرینڈ ہے..... شادی پر جو وہاب کے ساتھ ساتھ تھا۔'' نورین نے اسے یاد دلایا۔

''نہیں..... نہیں حسیب ہ'' اس نے انجان بن کر جواب دیا۔

''کیا تمہاری اس سے کوئی بات چیت ہوئی تھی۔'' نورین نے یک دم پوچھا..... وہ حسیب کے دل کی بات رحما سے کرنا نہیں چاہتی تھی..... جو جانتی تھی کہ رحما غصے میں آ کر اس سے خفا ہو جائے گی اور سارا موڈ خراب ہو جائے گا۔

''نہیں.....'' رحما نے اس سے سچ چھپا لیا کہ کہیں وہ اس سے خفا نہ ہو جائے کہ اس نے وہاب کے بیسٹ فرینڈ کو طمانچہ مارا تھا۔

نورین کے سیل فون پر پھر میسج آیا..... وہ خود سے بولی۔

''توبہ ہے میری بات کو سمجھ نہیں رہے.....''

نورین نے سر پر ہاتھ مارا۔

''کیا ہوا..... وہ آنا چاہتا ہے تو آنے دو..... وہاب بھائی سے بار بار اسے نہ لانے کی ضد کرو گی تو کہیں ان کا بھی موڈ آف نہ ہو جائے.....'' رحما نے پیاز گرم تیل میں ڈال دی اور چمچ چلانے لگی۔

''اوکے..... اگر تم کہتی ہو تو پھر منع نہیں کرتی۔'' نورین نے وہاب کو میسج ٹائپ کرنا شروع کر دیا..... وہ مطمئن ہو گئی کہ رحما کو کوئی اعتراض نہیں۔

''یار شادی شدہ لائف کا حال تو سناؤ..... کہاں کہاں گھوم کر آئی ہو؟'' اس نے کام کرنے کے ساتھ ساتھ نورین سے شریر لہجے میں پوچھا۔

''بہت اچھا تجربہ رہا۔'' نورین نے بھی ہنس کر جواب دیا۔

''ہاہاہا..... وہاب بھائی کیسے لگے؟'' اس نے چھیڑا۔

''بہت اچھے..... بہت خیال رکھنے والے ہیں..... میری تو دعا ہے کہ تمہیں بھی ایسا ہی شوہر نصیب ہو..... تم نے ارمغان بے ایمان بھائی سے شادی کا پوچھا؟'' نورین نے یک دم اس کے اور ارمغان کے متعلق پوچھ لیا۔

''میں نے خط میں تمام بات لکھ دی ہے۔'' وہ مرجھا سی گئی۔

''خط کا جواب آیا کیا؟'' نورین نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''نہیں.....'' اس نے نظریں جھکا لیں۔

''اگر اس نے شادی کے متعلق پھر کوئی بات نہ لکھی..... تو کیا کرو گی؟'' نورین کے چہرے پر خفگی ظاہر ہونے لگی۔

''میں نہیں جانتی.....'' اس نے افسردگی جواب دیا۔

''تمہیں کوئی تو فیصلہ لینا ہوگا..... اپنے لیے

نہیں..... تو خالہ ثریا کا سوچو انہیں کس بات کی سزا دے رہی ہو۔'' نورین نے تلخی سے کہا۔

''پلیز..... مجھ سے ارمغان کے ٹاپک پر بات مت کیا کرو.....'' اس نے چاول پانی میں بھگوئے اور اپنی بات کہہ کر پھر خاموش ہوگئی۔ نورین بھی اس کے بجھے چہرے پر خاموش ہوگئی..... کافی دیر کی خاموشی کے بعد نورین نے چپ توڑی۔

''تمہارے پاس ارمغان کا نمبر ہے کیا.....؟'' اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''نہیں.....؟'' اس نے تیزی سے جواب دیا۔

''تم اس سے دوٹوک بات کرلو۔'' نورین نے اسے مشورہ دیا..... اس سے پہلے کہ وہ لب کھولتی..... خالہ عظمت شاپر پکڑے کچن میں آکھڑی ہوئیں۔

''جلدی کرو..... جلدی..... کہیں دولھا بیٹا گھر پہنچ جائے اور تم لڑکیوں کا کام ہی نہیں ہو۔'' اتنے میں ثریا بھی آئس کریم اٹھائے آگئیں۔

''یہ لو..... نورین اسے فریج میں رکھو..... اور کوئی کام ہے تو مجھے بتاؤ، میں دیکھتی ہوں۔''

''خالہ ثریا آپ نے تو ریڈی میڈ کام کیا ہے..... اماں کی طرح گھر میں شکر ہے بیٹھے کا کام نہیں لیا.....'' نورین آئس کریم پیک فریج میں رکھتے ہوئے بولی۔

''بازار سے اور کچھ وہاب کی پسند کا منگوانا ہے تو بتادے..... میں لے آتی ہوں.....'' ثریا نے مسکراہٹ کے ساتھ اس سے فرمائش پوچھی۔ نورین نے خالہ ثریا کو گلے سے لگالیا..... خالہ عظمت اپنی بیٹی کو خوش دیکھ کر بلند آواز میں خدا تعالیٰ سے دعائیں مانگنے لگیں کہ رحما کو بھی وہاب جیسا ہم سفر مل جائے..... جس پر رحما نے نظریں چرالیں۔

☆☆☆

''یہ کیا.....؟ کھانا ویسے کا ویسا پڑا ہے۔'' سکینہ نے اکرم کے کمرے میں کھانا رکھا دیکھ کر کہا۔

''اماں بھوک نہیں ہے.....'' اس نے شائستگی سے جواب دیا۔

''تیرا رحما سے جھگڑا ہوا ہے کیا؟'' سکینہ اس کے پاس آبیٹھی..... اور سر پر پیار دے کر پوچھنے لگی۔

''اماں..... میں آپ سے کہہ چکا ہوں کہ رحما اور میرے درمیان جو آپ سمجھ رہی ہیں ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔'' اس نے تلخ لہجے میں بات کی۔

''تو پھر تم دونوں کا کیا رشتہ ہے..... مجھے بتا کیوں نہیں دیتے، اپنی بیٹی فاطمہ کو کھوچکی ہوں، تجھے کھونے کا حوصلہ میں نہیں رکھتی..... کیا رحما نے تیری محبت کو ٹھکرادیا ہے؟'' سکینہ نے بے صبری سے پوچھا۔

''نہیں..... اماں..... ایسی بات نہیں ہے۔'' اس نے ماں کو تسلی دی اور اس کا ہاتھ تھام لیا۔

''کیا وہ تجھ سے شادی نہیں کرنا چاہتی.....؟ اس نے تجھ سے دل لگی کی ہے۔ تو مجھے اس کے گھر کا پتا دے..... میں خود جا کر اس کا رشتہ لیتی ہوں، وہ ناسمجھ ہے..... جو میرے پیارے بیٹے کی محبت کو ٹھکرا رہی ہے۔'' سکینہ بولتی چلی گئی۔

''اماں..... ایسی ویسی کوئی بات نہیں..... آپ غلط سوچ رہی ہیں..... آپ مطمئن رہیں، میں رحما سے جلد بات کرتا ہوں۔'' اس نے ماں سے ساری بات کو چھپالیا۔

''تو سچ کہہ رہا ہے؟ اگر وہ تجھے دھوکا دینا چاہتی ہے تو میں اس کے گھر جا کر اس کی ماں سے ساری بات کروں گی کہ اس نے میرے معصوم بچے کو دھوکے میں رکھا.....'' سکینہ کی آنکھیں پُرنم سی ہوگئیں..... وہ غلط سوچتی جارہی تھی..... اس کی وجہ فاطمہ کی موت بھی تھی۔

''اماں..... رحما نہیں جانتی کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں..... پلیز آپ مطمئن رہیں..... اس طرح تو آپ اپنی صحت خراب کرلیں گی۔'' ماں کو روتے دیکھ کر اس نے سچ بول دیا..... وہ اپنی ماں کو

کوئی دکھ دینا نہیں چاہتا تھا۔

''تو جلدی سے اپنی محبت کے بارے میں اسے بتادے۔'' سکینہ نے اس کے بجھے چہرے کو ہاتھوں میں تھام لیا..... اور پھر اس کے سینے سے لگ گئی..... وہ ماں کو دلاسا دیتا رہا..... جو بری طرح سے کانپ رہی تھی کہ کہیں فاطمہ کی طرح اکرم بھی اسے چھوڑ کر چلا نہ جائے۔

☆☆☆

''حسیب بھائی..... یہ اتنا کچھ لے کر آنے کی کیا ضرورت تھی.....'' اپنے گھر میں پھلوں کے ٹوکرے، مٹھائیاں اور سوٹ دیکھ کر... وہ حیرت زدہ سی ہوگئی۔

''پہلی دفعہ اِک بھائی اپنی بہن کے گھر آیا ہے.....'' اس نے مسکرا کر سیٹ سنبھالی۔

''وہاب آپ نے بھی منع نہیں کیا؟'' نورین نے آنکھیں دکھائیں..... عظمت اور ثریا اپنے گھر میں اتنا کچھ دیکھ کر پشیمان سی ہوگئیں۔

''بھابی! یہ اس ڈبے میں رس ملائی ہے، یہ فریج میں رکھ دیں۔'' حسیب نے جلدی سے بتایا۔

''یہ رس ملائی ہم دونوں کی بہت فیورٹ ہے..... خاص طور پر تمہارے لیے لائے ہیں.....'' وہاب نے نورین کو اپنی پسند سے آگاہ کیا۔

حسیب نے چاروں طرف نظر دوڑائیں..... وہ وہاں نہیں تھی۔

''اماں یہ حسیب احمد ہیں، وہاب کے بہترین دوست اور حسیب بھائی یہ میری اماں..... اور یہ میری خالہ ثریا ہیں، رحما کی والدہ.....'' نورین نے آپس میں سب کا تعارف کرایا۔

ثریا نے خوشی خوشی دونوں کے سر پر پیار سے ہاتھ رکھا۔

''بیٹا اتنا کچھ لانے کی کیا ضرورت تھی..... یہ تمہارا اپنا گھر ہے۔'' ثریا نے بھی عظمت کی ہاں میں ہاں ملائی۔

''بس اب بار بار چیزوں کا تذکرہ مت کریں..... بھابی اس میں سوٹ ہیں..... آپ کے لیے بھی لایا ہوں خالہ۔'' اس نے ثریا کو مخاطب کیا۔

''نہیں..... نہیں بیٹا اس کی ضرورت نہیں۔'' ثریا بوکھلا سی گئیں۔

''آپ بھی تو میری ساس جیسی ہیں۔ آپ یہ میری طرف سے تحفہ سمجھ کر رکھ لیں۔'' وہاب نے ایک قیمتی سوٹ ثریا کے ہاتھ میں تھمایا..... اور ایک سوٹ عظمت خالہ کے حوالے کیا..... باقی دو سوٹ بچے تھے..... نورین نے دونوں سوٹ اٹھا کر کمرے میں رکھ دیے کہ خالہ ثریا کو علم نہ ہو کہ حسیب کی مہربانیاں رحما کی وجہ سے ہیں..... سامان سمیٹ کر وہ کچن میں آگئی۔

''چلو وہاب سے ملو..... تمہارے متعلق پوچھ رہے ہیں.....'' نورین نے نظریں چرا کر کہا۔

''تم چولھے کے پاس کھڑی رہو..... پلاؤ دم پر ہے..... اور سالن تیار ہے..... سلاد بھی بن گیا ہے..... بس رائتے کے لیے یہ سلاد کاٹ لو..... میں ابھی آتی ہوں..... پھر تمہاری مدد کرتی ہوں۔'' اس نے نورین سے کہا۔

اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتی..... ثریا کچن میں آکھڑی ہوئیں..... ان کے ہاتھ میں ڈبوں سے بھرا اِک شاپر تھا۔

''اماں یہ کیا ہے.....؟'' رحما نے حیرت سے پوچھا..... ثریا سے جو اٹھایا نہیں جارہا تھا۔

''بیٹا یہ حسیب احمد لایا ہے..... کھانے کا سامان ہے.....'' ثریا نے کچن کی ٹیبل پر رکھا۔

نورین نے شاپر کھولا اور ڈبے نکالے..... کسی ڈبے میں شامی کباب تو کسی میں مٹن چانپ کسی میں چائنیز چاول..... تو کسی میں لیگ پیس..... اتنی چیزیں دیکھ کر سب کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

''خالہ حبیب دل کا بہت اچھا لڑکا ہے۔'' نورین نے مسکرا کر بتایا اور ریک سے پلیٹیں لیں اور سب چیزیں پلیٹوں میں سجانے لگی...... ثریا مسکرا کر کچن سے باہر چلی گئیں۔

''اگر اتنی چیزیں اس نے لے کر آنی تھی تو ہمیں فون کر دیتا...... ہم پلاؤ نہ بناتے......'' رحما نے منہ بسور کر کہا۔

''یار! اپنی خوشی سے لایا ہے...... اب کیا ساری چیزیں فریج میں رکھ دوں...... اور اس کے سامنے خالی پلاؤ رکھوں......'' نورین نے ہنس کر جواب دیا۔

''تمہیں پتا ہے اس سے ہماری انسلٹ ہو رہی ہے کہ ہم نے اسے دعوت دی...... اور وہ ہی کھانے پینے کا سامان اٹھا لایا......'' اس نے شاپر میں جوس کی بوتلیں دیکھ کر خفا خفا لہجے میں کہا۔

''یار...... کوئی انسلٹ نہیں...... وہاب بھی تو ساتھ تھے...... شاید پیسے وہاب نے دیے ہوں......'' نورین نے اس کے بجھے چہرے کے لیے جھوٹ بول دیا جبکہ وہ جانتی تھی کہ یہ سب حبیب نے اس کے لیے کیا ہے۔

''اچھا ...... ٹھیک ہے...... تمہاری سسرال ہے...... تمہیں پتا ہوگا بھلا مجھے کیوں اعتراض ہو......'' اس نے ہاتھ دھوتے ہوئے کہا اور کچن سے باہر نکلنے لگی۔

''یار...... ٹھہرو تو......'' نورین نے اس کا بازو تھام لیا۔

''کیا ہوا...... اب؟'' رحما نے خفگی سے کہا۔

''یار! تھوڑی لپ اسٹک تو لگا لو، ایسے چہرے سے ملو گی...... تو وہ دونوں بھاگ کھڑے ہوں گے۔'' نورین نے ہنستے ہنستے اس کے بکھرے بالوں کو سلجھایا۔

''اُف نورین...... میں جیسی ہوں...... اچھی ہوں...... اور پلیز مجھے یہ لپ اسٹک نہیں لگانی......'' اس نے نورین سے اپنا بازو چھڑا لیا...... اور کچن سے باہر نکل گئی...... نورین دل ہی دل میں دعائیں کرنے لگی کہ کہیں حبیب اور رحما کی کسی بات پر جھڑپ نہ ہو جائے اور یہ ڈنر کسی بڑی جنگ کے نام نہ ہو جائے...... اس لیے کام کرتے کرتے اس کے لب دعا کے لیے ہل رہے تھے۔

☆☆☆

''مجھے اماں کو سچ نہیں بتانا چاہیے تھا...... مجھے اپنی محبت کا اعتراف نہیں کرنا چاہیے تھا اگر رحما نے مجھے انکار کر دیا تو میں کیا جواب اماں کو دوں گا......'' وہ ٹی وی دیکھ رہا تھا مگر اس کے ذہن پر یہ باتیں سوار تھیں۔ اس نے ٹی وی بند کیا اور اپنے ایک پرانے دوست فہد کو فون ملایا۔

''ہیلو......'' فہد نے شائستگی سے کہا۔

''یار...... میں اکرم...... کیسا ہے تو......'' اکرم نے افسردگی کو دور کیا...... اور پیار سے بولا۔

''بہت دنوں کے بعد میری یاد آئی......'' فہد نے طنزیہ جملہ پھینکا۔

''نہیں...... نہیں بس پوسٹ آفس کی نوکری میں پھنس گیا ہوں۔'' اکرم نے سنجیدگی سے بتایا۔

''یار تم نے ایم اے کیا ہے...... کہاں پوسٹ آفس میں بیٹھے ہوئے ہو...... میرے ساتھ میری فیکٹری میں آ جاؤ......'' فہد نے اس کی قابلیت کے مطابق نوکری کے لیے اسے رائے دی۔

''نہیں...... نہیں بس پوسٹ آفس کی نوکری ٹھیک ہے...... اور پھر ابا نے کافی ادھار لیا ہوا ہے۔ ادھار اتر جائے گا تو شاید پھر بزنس کی طرف آؤں۔'' اکرم نے اپنی مشکلات سے اسے آگاہ کیا۔

''چلو خوش رہو...... اور سناؤ، شادی ہوئی کیا؟'' فہد نے ہنس کر پوچھا۔

''نہیں...... اور تیری کیا......؟'' اکرم نے اس

سے بھی پوچھ لیا۔

''ہاں...... یار ماشاء اللہ سے ایک عدد بیوی کے نخرے جھیل رہا ہوں۔'' اس نے قہقہہ لگا کر بتایا۔

''تو نے شادی کر لی...... مجھے بتایا تک نہیں......'' اکرم چیخا۔

''ہاں یار...... شادی یہاں نہیں ہوئی...... شادی تو جرمنی میں ہوئی تھی، بس جرمنی ماموں نے بلوایا تھا اور پھر اپنی بیٹی کا ہاتھ مجھے تھما دیا...... سعدیہ بہت پیاری عادت کی مالک ہے تو کسی دن ملنے گھر پر آ جا۔'' فہد نے خوشی خوشی اسے دعوت دی۔

''انشاء اللہ...... ضرور چکر لگاؤں گا۔'' اس نے خوشی سے کہا۔

''اور سنا...... تو کب شادی کر رہا ہے؟'' فہد نے شرارتاً پوچھا۔

''میں، ابھی پتا نہیں......'' اس نے ہنس کر جواب دیا۔

''کیوں...... کوئی تلاش کر کے رکھی ہوئی ہے۔'' فہد نے اسے چھیڑا۔

''ہاں...... ہے تو؟ مگر اک مشکل میں پھنسا ہوا ہوں...... اس لیے تو تجھے فون کیا۔'' اکرم نے سنجیدگی سے بتایا۔

''کیا بات ہے...... سب خیریت تو ہے ناں؟'' فہد نے سیل فون کو مزید کان کے پاس کیا...... اور شائستگی سے بولا۔ اسے فاطمہ کی موت کا علم تھا...... وہ اپنے دوست اکرم کے لیے پریشان سا ہو گیا۔

''رحما کی ملاقات مجھ سے پوسٹ آفس میں ہوئی تھی۔'' اکرم نے ہلکے سے بتایا۔

''ملاقات ہو گئی...... تو پھر اپنے دل کی بات کر لے...... اس میں ڈرنے کی کیا بات ہے؟'' فہد نے پوری بات سنے بغیر کہا۔

''یار پرابلم یہ ہے کہ وہ مجھ سے نہیں، کسی ارمغان نام کے شخص سے محبت کرتی ہے...... وہ مجھ سے ملنے پوسٹ آفس نہیں آئی تھی...... وہ خط ڈالنے آئی تھی۔'' اکرم نے اسے تفصیل بتانی شروع کی۔

''تجھے کیسے پتا چلا...... کہ وہ ارمغان سے محبت کرتی ہے......؟'' فہد نے حیرت سے پوچھا اور اکرم نے رحما کے پہلے خط سے آخری خط تک کے تمام حالات فہد کو بتا دیے۔ فہد بھی تمام بات سن کر فکر مند ہو گیا۔

''اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟ میں اس کی جان بچاتے بچاتے اپنی جان اس کے ہاتھوں میں دے بیٹھا ہوں...... اور وہ بے چاری اس بات سے بے خبر ہے۔'' اکرم نے افسردگی سے بتایا۔

''یار...... تمہاری کہانی سن کر میں خود اپ سیٹ ہو گیا ہوں...... اس لڑکی سے نہ تو تم محبت کا اظہار کر سکتے اور نہ ہی تم اس سے جدا ہو سکتے ہو...... تمہیں اپنی محبت کے لیے رسک تو اٹھانا پڑے گا۔ آخر یہ سلسلہ کب تک چلتا رہے گا؟ کبھی نہ کبھی تو سچائی کھلے گی۔'' فہد نے بات کرتے ہوئے اپنی جیب سے رومال نکال کر ماتھے سے پسینہ پونچھا...... وہ اکرم کے لیے بے حد پریشان ہو گیا تھا۔

''تو پھر یار میرے لیے دعا کرو...... کہ خدا مجھے کوئی راستہ دکھا دے جس سے میں رحما کو پا لوں......'' اکرم نے اپنے دل پر ہاتھ رکھ کے اپنی محبت کا اعتراف کیا۔

''تو فکر نہ کر...... اللہ بہت عظیم ہے...... سب بہتر ہو جائے گا...... میں کچھ سوچ لوں...... پھر تجھے جواب دوں گا۔'' فہد نے اسے تسلی دی...... جبکہ...... اس سے اکرم کے لیے کوئی بات سوچی ہی نہیں جا رہی تھی...... اکرم نے پھر اِدھر اُدھر کی باتیں کر کے فون بند کر دیا اور کافی دیر تک پریشان رہا کہ اسے کیا کرنا چاہیے۔

(باقی آئندہ)

مکمل ناول

جانِ جاں

عنیقہ محمد بیگ

دوسرا حصہ

خود اپنے سے ملنے کا تو یارا نہ تھا مجھ میں
میں بھیڑ میں گم ہو گئی تنہائی کے ڈر سے
بے نام مسافت ہی مقدر ہے تو کیا غم
منزل کا تعین کبھی ہوتا ہے سفر سے
نکلے ہیں تو رستے میں کہیں شام بھی ہو گی
سورج بھی مگر آئے گا اس راہ گزر سے

اس نے سب سے پہلے پلاؤ پلیٹ میں لیا...... اور گھر کا بنا سالن اس پر ڈال کر کھانے لگا...... رحما جو اسے دیکھ رہی تھی...... اس کی نظریں اٹھیں تو رحما نے جھٹ اپنی نظریں جھکا لیں۔

''پلاؤ بہت اچھا بنا ہوا ہے۔'' رحما کے دیر سے آنے کی وجہ سے اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ رحما نے کوکنگ کی ہے۔

''رحما بیٹی بہت اچھا پلاؤ بناتی ہے...... اس لیے تو آج ہم نے رحما سے پلاؤ بنوایا۔'' عظمت خالہ نے پیار سے اسے دیکھ کر تعریف کی۔ ثریا مسکرانے لگیں۔

''رحما نورین کو بھی سکھا دو...... ریگلی بہت مزے کا ہے۔'' وہاب نے بھی تعریف کی۔

''بیٹا یہ شامی لو......'' عظمت خالہ نے وہاب کی طرف شامی کباب کی پلیٹ بڑھائی۔

''تھینک یو......'' وہاب نے ایک شامی کباب اٹھایا۔

''بیٹا تم بھی لو......'' خالہ عظمت نے حسیب کی طرف پلیٹ بڑھائی۔ وہ حسیب سے کافی متاثر ہو چکی تھیں...... جو رحما نے محسوس کیا تھا۔

''نہیں آنٹی...... میں پلاؤ کا مزہ خراب کرنا نہیں چاہتا...... یہ گھر میں رائتہ تیار کیا ہوا ہے؟'' اس نے رحما کو مخاطب کیا۔

''جی!'' وہ گھبرا سی گئی۔

''ہاں......'' ثریا نے جلدی سے رائتے کا ڈونگا اس کی طرف بڑھایا۔ حسیب نے رائتے کے دو چمچ پلیٹ میں ڈالے اور مزے سے کھانے لگا۔

نورین حسیب کی حرکتیں دیکھ کر آنکھوں ہی آنکھوں میں وہاب کو اشارے کرنے لگی...... وہاب کافی خوش دکھائی دے رہا تھا۔

''لگتا ہے بیٹا...... تمہیں گھر کی چیزیں اچھی لگتی ہیں۔'' اس نے جب بازار کی کوئی چیز نہ لی تو مجبوراً ثریا نے کہا۔

''جی آنٹی...... مجھے باہر کا کھانا اچھا نہیں لگتا...... اور رحما کے پلاؤ نے تو میرا ہاتھ کسی اور جانب بڑھنے نہیں دیا۔'' اس نے ایک اور چمچ پلاؤ کا پلیٹ میں ڈالا۔

وہاب اس کی بات پر کھانسنے لگا...... اور اس نے حسیب کو آنکھ ماری...... جو نورین نے دیکھ لی...... وہ بھی مسکرانے لگی۔

''رحما کو متاثر کر رہا ہے...... ورنہ یہ لڑکا تو ہمیشہ باہر کھانے کا شوقین ہے۔'' وہاب نے بیوی سے سرگوشی کی۔ دونوں کو باتوں میں الجھا دیکھ کر رحما نے نورین سے اشارتاً پوچھا...... نورین نے اس کے اشارے کا جواب مسکراہٹ سے دیا...... اور نفی میں سر ہلایا...... جیسے کوئی بات نہیں ہو۔

''رحما آپ کو اور کیا، کیا اچھا بنانا آتا ہے؟'' اس نے اچانک سب کے سامنے سوال کر دیا۔

''جی، مجھے......؟'' وہ گھبرا سی گئی...... خالہ عظمت اور ثریا کے سامنے وہ کچھ بولنے کی جرأت نہیں رکھتی تھی۔

''بیٹا تمہیں اور کیا کھانا ہے...... مجھے بتا دو ہم پھر تمہیں اپنے گھر دعوت دیں گے......'' ثریا نے شفقت بھرے لہجے میں کہا۔

''تھپڑ مار سکتی ہیں...... مگر زبان نہیں چلا سکتیں......'' اس نے نہایت آہستہ سے کہا تھا پھر بھی اس کی آواز رحما کے کانوں تک جا پہنچی...... وہ اس کے ساتھ ہی بیٹھا ہوا تھا۔

''کیا کہا بیٹا...... کسی چیز کی ضرورت ہے؟'' خالہ عظمت اس کی سرگوشی پر بولیں جو دوسری سائڈ پر بیٹھی تھیں۔

''نہیں خالہ جان...... بس یہ سوچ رہا ہوں کہ ڈنر کے بعد چائے میں اپنے ہاتھوں سے بناؤں گا۔'' اس نے مسکراتے ہوئے اعلان کیا۔

''ریگلی......؟'' وہاب حیرت زدہ ہو کر بولا۔ نورین ہکا بکا رہ گئی وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ اس نے کبھی چائے بنانے کا کام نہیں کیا...... یہ صرف رحما سے علیحدگی میں بات کرنے کا بہانہ ہے۔

''نہیں بیٹا، رحما تم سب لوگوں کے لیے چائے کا بندوبست کرے گی...... بیٹا تم ہمارے مہمان ہو اور مہمان سے کام تھوڑی لیا جاتا ہے۔'' ثریا گھبرا کر بولیں۔ خالہ عظمت نے بھی جلدی سے رحما کو چائے بنانے کا کہا۔

''جی آنٹی میں بناتی ہوں۔'' یہ کہہ وہ کر کھانا کھانے لگی۔

''آپ آرام سے کھانا کھائیں...... مجھے آج جلدی نہیں۔'' اس نے پھر سرگوشی کی۔

''لگتا ہے...... حسیب بیٹے کا بہت دل کر رہا ہے...... چلو بیٹا اپنے ہاتھ کی چائے پلا ہی دو......'' ثریا نے حسیب کے بجھے چہرے کو محسوس کر کے کہا تھا...... جو سوچ رہا تھا کہ وہ کون سا بہانہ بنا کر باورچی خانے میں اس سے بات کرنے جائے۔

''تھینک یو...... آنٹی آپ بہت سوئٹ ہیں، مطلب آپ بہت میٹھی ہیں۔'' اس نے ہنس کر ثریا کی تعریف کی۔

رحما کے چہرے پر خفگی چھا گئی...... وہ خاموشی سے اٹھ کھڑی ہوئی...... وہ بھی اس کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا۔

''چلیں...... مجھے باورچی خانے میں لے چلیں......'' اس نے ہنس کر کہا۔

''اچھی چائے بنا کر لانا ورنہ ہم تمہاری جان نکال لیں گے۔'' وہاب مسکرا کر بولا۔

''یہ سوچ لو کہ آنٹی ثریا اور آنٹی عظمت میری سائڈ پر ہیں...... کیوں آنٹی پارٹی؟'' اس نے ہنس کر دونوں سے پوچھا۔

''بیٹا جیسی بھی ہو...... ہمارے لیے اچھی ہو گی......'' خالہ عظمت مسکرا کر بولیں۔

''دیکھ لیجیے......'' وہ مسکرایا۔

''رحما بیٹا حسیب کی باورچی خانے میں مدد کرو۔'' ثریا نے اسے ہدایت دی۔

''چلیے!'' وہ مجبوراً شائستگی سے بولی جبکہ اس کا دل کر رہا تھا کہ وہ ٹیبل سے چھری اٹھا کر اس کے گلے پر پھیر دے...... جس طرح وہ ہر بات اسے تنگ کرنے کے لیے کر رہا تھا۔

''آپ کی زبان کدھر ہے؟'' اس نے چولہے پر پانی دیگچی میں ڈال کر رکھ دیا اور خاموش کھڑی ہو گئی۔

''مجھے آپ سے بات نہیں کرنی۔'' اس نے خفگی سے کہا۔

''اوکے...... مگر میرا قصور کیا ہے، جس پر آپ مجھ سے خفا ہیں؟''

''میں خفا نہیں ہوں۔'' اس نے آنکھیں دکھائیں۔

''آپ مجھے ڈرا رہی ہیں، میں آپ کی اماں سے شکایت کروں؟'' اس نے ہنس کر کہا۔

''جی ہاں...... آپ شکایت کریں...... مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔'' اس نے غصے سے اُبلتے پانی میں چائے کی پتی ڈال دی۔

''اوہو...... آپ کیوں چائے بنا رہی ہیں، مجھے کام کرنے دیں ناں...... اور پلیز اتنی تیز آنچ مت رکھیں۔'' اس نے ٹوکتے ہوئے کہا۔

''میں جانتی ہوں کہ آپ صرف میرے لیے یہاں باورچی خانے میں آئے ہیں...... اور میں یہاں آپ کو زیادہ دیر تک اپنا دماغ چاٹنے نہیں دوں گی۔'' اس نے آنچ کو مزید تیز کر دیا اور فریج کی طرف بڑھی اور دودھ کی دیگچی چولہے کے پاس لے آئی۔

''اُف...... آپ غصہ نہ کرنے کا کیا لیں گی؟''

حسیب نے مسکرا کر پوچھا۔

''آپ کی جان......'' وہ خفگی سے بولی۔

اوکے...... آپ مجھے قتل کر دیں...... اگر اس سے آپ کے چہرے پر مسکراہٹ آسکتی ہے تو۔''

''آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں...... صاف صاف بتا ہی دیں......'' اس نے غصے سے چولھے کی آنچ ہلکی کی اور دودھ چائے میں ڈال دیا۔

''میں...... میں...... صرف آپ سے دوستی کرنا چاہتا ہوں......'' اس نے سوچ کر جواب دیا۔

''کیوں......؟'' وہ خفگی سے بولی۔

''یار...... اب کیا، کیوں، یہ میری ڈکشنری میں نہیں ہے۔ آپ مجھے اچھی لگیں سو دوستی کا ہاتھ بڑھا رہا ہوں......'' اس نے اپنا ہاتھ اس کی جانب بڑھایا۔ وہ خاموش کھڑی رہی۔

''اچھا...... چلیں...... آپ مجھے بتا دیں...... کہ آپ مجھ سے خفا کیوں ہیں......؟ آپ شادی کے دن والی بات پر خفا ہیں ناں...... تو آئی ایم سوری...... جبکہ خفا تو مجھے ہونا چاہیے...... آپ نے مجھے اتنے لوگوں میں تھپڑ رسید کر دیا......'' اس نے مسکرا کر اپنے گال پر ہاتھ رکھ کر بتایا۔ وہ شرمندہ سی ہوگئی۔

''اگر آپ مجھ سے دوستی نہیں کریں گی تو میں باہر جا کر منہ پھلا کر بیٹھ جاؤں گا...... اور چائے بھی نہیں پیوں گا۔'' اس نے دھمکی دی۔

''آپ مجھے بلیک میل کر رہے ہیں۔'' رحما نے تیکھی نظر اس پر ڈالی۔

''جی ہاں......'' اس نے بتیسی نکال کر جواب دیا۔

''میرا دل کر رہا ہے...... کہ میں...... میں۔'' اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

''مجھے پتا ہے...... کہ آپ کا دل چاہ رہا ہے کہ میں آپ کے ساتھ لانگ ڈرائیو پر جاؤں...... مگر ایسا ناممکن ہے کیونکہ آپ میرے لیے ابھی تک غیر ہیں...... آپ دوستی کریں گی تو شاید میں آپ کو لے کر جا سکتا ہوں۔'' اس نے ہنسی دبا کر اس کی بات کا الٹا جواب دیا۔

''آپ پاگل ہیں......'' وہ مسکرا کر کپ ٹرے میں سجانے لگی۔

نورین اور وہاب بھی کچن میں آگئے...... نورین نے رحما کو مسکراتے پایا تو بہت خوش ہوگئی...... وہ حسیب کو ارمغان کی جگہ دیکھ رہی تھی۔ حسیب ہر لحاظ سے رحما کے قابل لگا...... مگر اس نے اپنی خواہش کو دل ہی دل میں دبا کر رکھا۔

''آپ دونوں اکیلے اکیلے گپ شپ کر رہے ہیں، یہ ناانصافی ہے۔'' وہاب نے منہ بسور کر کہا۔

''یہ کیا ہم لوگوں سے چھپ کر کیا باتیں کی جا رہی تھیں۔'' نورین نے بھی خفگی سے کہا۔

''کچھ نہیں...... چائے بن گئی تھی بس لانے والی تھی۔'' رحما نے اپنی صفائی پیش کی۔

''نہیں رحما...... ہم مذاق کر رہے ہیں...... آپ دونوں کو صفائی دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔''

''بھائی آپ کو کیا ہوا ہے......؟'' نورین نے حسیب کا لٹکا ہوا منہ دیکھ کر اس کا بازو پکڑ کر پوچھا۔

''یار...... کباب میں تم دونوں ہڈی بن گئے ہو...... اور مجھ سے پوچھ رہے ہو کہ میں مرجھایا ہوا کیوں ہوں۔''

اس کی بات پر نورین اور وہاب نے قہقہہ لگا دیا...... جس میں حسیب نے بھی ساتھ دیا مگر رحما حسیب کو گھورتی رہ گئی۔

☆☆☆

''بہت پیارا لڑکا ہے۔'' رات کو اس نے ماں کو دوا دی تو ثریا نے کہا۔

''اماں وہاب بھائی سچ میں بہت اچھے ہیں۔'' اس نے سلائی مشین میں تیل ڈالتے ہوئے جواب دیا۔

''میں وہاب کی نہیں...... حسیب کی بات کر رہی ہوں۔ بہت اپنا اپنا سا لگا......'' ثریا نے اپنے دل کی بات کی۔

''اماں اس کے لیے ہم غریب لوگ صرف ایک نیا تجربہ ہیں۔'' رحما گھبرا سی گئی۔ حسیب کے متعلق اس کی اماں کچھ اور نہ سوچنا شروع کر دیں...... وہ جھٹ بولی۔

''نہیں...... ایسا تو مجھے اس کی باتوں سے نہیں لگا۔'' انہوں نے نفی کی۔

''اماں! جب ہم اس کے گھر جائیں گے...... تو دیکھنا وہ ہمیں پہچاننے سے انکار کر دے گا، یہ امیر لوگ کب بدل جائیں کچھ کہا نہیں جا سکتا......'' اس نے خود میں اور حسیب میں امیری غریبی کی دیوار کھڑی کر دی۔

''بیٹا وہاب بھی تو لندن سے پڑھ لکھ کر آیا ہے، اس نے نورین کو قبول کر لیا...... اور اس کا دامن خوشیوں سے بھر رہا ہے...... حسیب بھی تو اسی کا بھائی ہے۔''

''اماں! وہاب، نورین کا چچا زاد بھی ہے، اس میں اس خاندان کا خون ہے، وہ نورین کو اس نظر سے دیکھ رہا ہے جس کی وجہ سے امیری غریبی کا فرق نہیں آتا......'' اس نے خفگی سے کہا۔

''تجھے پتا نہیں کیوں...... حسیب اتنا برا لڑکا لگتا ہے۔'' وہ منہ بسورے بولیں۔

''اماں...... تو کیا اس کی تعریف کے لیے قصیدے لکھنے بیٹھ جاؤں۔'' وہ غصے میں آگئی...... اور سلائی اور مشین اٹھا کر باہر چلی گئی۔

ثریا کے لبوں پر مسکراہٹ چھا گئی...... وہ سمجھ گئیں کہ ان کی بیٹی حسیب سے کترا رہی ہے کہ اس کی ماں حسیب کو اس کے لیے پسند نہ کر لے۔

☆☆☆

تقریباً ایک ہفتے کے بعد پوسٹ آفس پہنچی...... اس کا چہرہ پیلاہٹ کا شکار تھا...... جیسے پہلی ملاقات میں تھا۔

اکرم نے اسے دیکھا تو کھل سا اٹھا...... جو کافی دنوں سے اس کے انتظار میں تھا۔

''میں آج بات کرتا ہوں۔'' وہ خود کو مضبوط کر کے بڑبڑایا۔ وہ بجھے چہرے سے اس کے پاس آکھڑی ہوئی...... نہ چاہ کر بھی اس نے خود کو انجان کر لیا اور اس سے بے خبر سا ہو گیا۔

''سنیے......'' اس نے شائستگی سے پکارا۔

''جی......'' اکرم نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

''کیا میرے خط کا کوئی جواب آیا ہے؟'' اس نے بجھے بجھے لہجے میں پوچھا۔

''جی نہیں......'' اکرم نے نفی کی۔

اس کی آنکھوں میں نمی سی آگئی...... اس نے پرس میں سے لفافہ نکالا...... اور پیسے ٹیبل پر رکھ کر بولی۔ ''یہ خط پوسٹ کر دیجیے گا۔'' اکرم نے پیسے تھامے...... تو وہ باہر کی طرف چل دی...... اکرم نے اسے پیچھے سے آواز بھی دی...... مگر شاید وہ ارمغان کی یاد میں کچھ اس طرح سے کھوئی ہوئی تھی کہ اس نے پلٹ کر نہ دیکھا۔

اس کے جانے پر اکرم نے سب سے نظریں بچا کر بے صبری سے لفافہ کھول کر خط نکال لیا۔

''پیارے ارمغان!

آداب

تم کیسے ہو...... اور پھر کہاں غائب ہو گئے...... تمہیں کیسے بتاؤں کہ تمہارا خط نہ ملنے کی وجہ سے بہت پریشان رہنے لگی ہوں...... اگر تم خط کا جواب محض اس لیے نہیں دے رہے کہ تم ابھی شادی نہیں کرنا چاہتے...... تو میں شادی کا خیال ہی دل سے نکال دوں گی...... میری محبت کسی رشتے کی محتاج نہیں ہے...... میں جانتی ہوں کہ تم پردیس میں ہو اور

پردیس میں ہزاروں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے...... تم بس اپنا خیال رکھو...... اور میری فکر چھوڑ دو...... میں تمہیں کسی بھی بات کے لیے مجبور نہیں کروں گی...... بس مجھے زندہ رکھنے کے لیے اپنی اطلاع دیتے رہنا...... مجھے خط کا جواب ضرور دینا...... تمہاری سلامتی کے لیے دعائیں کرتی رہوں گی۔'' آخر میں اس نے اپنا نام اور اِک شعر لکھا ہوا تھا۔

''میں ساتھ دوں تیرا
کچھ ایسے جانِ جاں
زندہ رہوں تو تیری
مرجاؤں بھی تو تیری''

اکرم نے خط پڑھ کر آنکھیں موند لیں اور اس کی بند آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔

☆☆☆

''تجھے حسیب کیسا لگا؟'' ثریا چاول چُن رہی تھیں...... جب عظمت نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''حسیب بہت پیارا لگا...... کیوں؟ تم کیوں پوچھ رہی ہو...... خیریت تو ہے ناں؟'' ثریا نے فکر مندی ظاہر کی۔

''سوچ رہی ہوں کہ نورین سے بات کروں۔'' عظمت نے سنجیدگی سے کہا۔

''کیا بات ...... میں سمجھی نہیں۔'' ثریا مزید پریشان ہوگئیں...... انہوں نے چاول کی پرات تخت کے ایک طرف رکھ دی۔

''اوہو ...... رحما کے لیے سوچ رہی ہوں کہ حسیب کی شادی رحما سے ہوجائے...... تو دونوں سہیلیاں خوش رہیں گی۔'' عظمت نے مسکرا کر اپنے دل کی بات ظاہر کی۔

''تم نے میرے دل کی بات کہہ دی، مجھے بھی حسیب بہت اچھا لگا مگر رحما کو نہیں۔'' ثریا یکدم بجھ سی گئیں۔

''کیوں......؟ رحما کو وہ کیوں اچھا نہیں لگا...... وہ تو بار بار رحما کی تعریف کررہا تھا۔''

''میں نے بھی محسوس کیا تھا۔'' ثریا خوش سی ہوگئیں۔

''اور وہ بار بار ہماری رحما کی طرف متوجہ ہورہا تھا...... اس کی آنکھیں ہماری بچی سے ہٹ نہیں رہی تھیں۔'' عظمت نے اس دن کا احوال یاد کیا۔

''سچ ...... تم سچ کہہ رہی ہو؟'' ثریا مسکراتی چلی گئیں۔

''ہاں...... مجھے یقین ہے کہ حسیب کو ہماری رحما پسند آگئی ہے۔ میں نورین سے بات کروں گی۔'' عظمت نے خوشی خوشی کہا۔

''اگر سچ میں حسیب کو رحما پسند آگئی ہے تو یہ خدا کا مجھ پر خاص کرم ہوگا...... مگر رحما تو اس کے نام پر بھڑک اٹھتی ہے۔'' ثریا نے رحما کا رویہ بتایا۔

''شروع شروع میں سب لڑکیاں ایسا ہی کرتی ہیں، رحما کی عادت تو تم جانتی ہو...... وہ لڑکوں سے زیادہ بات نہیں کرتی ...... حسیب کا بار بار اسے مخاطب کرنا...... اسے اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ وہ زمانے سے ڈرتی ہوگی کہ کہیں کوئی الٹی بات نہ بن جائے......'' عظمت نے رحما کے رویے کی طرف سے اس کی ماں کو تسلی دی تو وہ مطمئن سی ہوگئیں...... دونوں حسیب کے بارے میں باتیں کررہی تھیں...... تب ہی رحما کپڑوں کا شاپر تھامے گھر میں داخل ہوئی۔

''میری رانی تھک گئی ہے...... چلو جلدی سے منہ دھولو...... میں تمہارے لیے کھانا گرم کرتی ہوں......'' ثریا نے بڑے پیار سے کہا تو اس نے کپڑوں کا شاپر تخت پر چھوڑا...... اور ہاتھ دھونے لگی۔

''نہیں اماں...... میں خود گرم کرلوں گی آپ لوگوں نے کھانا کھالیا کیا؟'' اس نے تولیے

...ال کرتے ہوئے پوچھا۔

''نہیں میری جان...... تمہارے بغیر کیسے کھانا ...ے اتر سکتا ہے۔'' عظمت خالہ نے پیار سے ...ب دیا۔

''اوہو خالہ...... آپ لوگوں نے میرا انتظار ...یا؟ دوپہر کے تین بج رہے ہیں، میں ابھی ...رم کرتی ہوں۔'' وہ باورچی خانے کی طرف ...ڑھ گئی۔

''ثریا کھانے کے دوران ہم حسیب کے متعلق ...ریں گے تاکہ رحما سمجھ جائے کہ ہمیں حسیب ...ے۔'' عظمت نے مسکرا کر اپنا پلان سنایا...... ثریا ...نے بھی ہاں میں ہاں ملائی۔ وہ گرما گرم پھلکے اور آلو ...ی بھجیا ساتھ میں چٹنی پلیٹ میں سجا کر تخت پر لے ...ئی۔

''اماں...... یہ لیجیے...... یہ خالہ آپ لیں......'' ...نے چھوٹی پلیٹیں دونوں کو پکڑا دیں۔ ''چلیں کھانا ...روع کریں۔'' اس نے اپنے لیے بھی بھجیا نکالی۔

''عظمت تم لو...... تمہیں آلو کی بھجیا رحما کے ...کی بہت پسند ہے ناں۔'' ثریا نے خوش دلی سے ...اُن کی طرف کیا۔

''ہاں...... اور کیا ماشاء اللہ ہماری رحما کی ...کنگ بہت کمال کی ہے...... حسیب جیسا امیر لڑکا ...نے نہ جانے کتنے ہوٹلوں سے کھانا کھایا ہوگا وہ ...رحما کے ہاتھ کے کھانوں پر دنگ رہ گیا...... ثریا بہن پتا ہے اس نے رحما کے ہاتھ کے پکے پلاؤ کے ...وہ باہر کی کوئی چیز نہیں کھائی تھی۔'' عظمت نے ثریا ...دیکھتے ہوئے کہا اور مسکرانے لگیں...... رحما نے ...ے سے آلو پلیٹ میں ڈالے...... دونوں کی ...با سے اس کا دل ڈر گیا...... اس نے نظریں نہ ...ئیں اور خاموشی سے کھانا کھاتی رہی۔

''میں سوچ رہی ہوں کہ حسیب کو گھر پر دعوت ...دوں۔'' ثریا نے نوالہ کھاتے کھاتے کہا۔ رحما ماں کی

بابت پر بوکھلا سی گئی...... نوالہ اس کے حلق میں جا پھنسا...... اور وہ کھانسنے لگی۔

''اف...... پانی پیو......'' خالہ عظمت نے پانی کا گلاس بھر کر رحما کے ہاتھ میں دیا...... ثریا بھی فکر مندی ہوگئیں۔ رحما کی سانس بحال ہوئی...... تو وہ دونوں کے پاس سے خاموشی سے اٹھ کر اندر چلی گئی۔

''ثریا رحما کسی اور کو تو پسند نہیں کرتی؟'' خالہ عظمت نے روٹی کا نوالہ لیتے لیتے کہا۔

''کیا مطلب؟'' ثریا گھبرا سی گئیں۔

''رحما حسیب کی بات سن کر ڈر کیوں گئی...... جیسے اس نے کوئی چوری کی ہو۔'' عظمت نے فکر مندی ظاہر کی۔

''نہیں...... نہیں...... رحما نے کبھی مجھ سے کسی کا ذکر نہیں کیا...... اور وہ مجھ سے اپنے دل کی بات کیوں چھپائے گی...... ماں سے زیادہ وہ مجھے اپنی سہیلی سمجھتی ہے...... کوئی بات ہوتی تو ضرور مجھے بتاتی۔'' ثریا نے صاف صاف انکار کیا۔

''میں رحما سے بات کروں......؟ شاید وہ کسی کو چاہتی ہو...... مگر ہم لوگوں سے ڈر رہی ہو......'' عظمت نے سنجیدگی سے کہا۔

''ہاں...... ہاں...... تم بات کرو...... وہ تمہاری بھی تو بیٹی ہے اور اگر کوئی ایسی بات ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں جہاں میری بیٹی خوش وہاں میں بھی خوش......'' ثریا نے آہستگی سے اسے جواب دیا کہ رحما کے آنے کی آہٹ سن چکی تھیں۔

''خالہ آپ چائے لیں گی؟'' اس نے مسکرا کر پوچھا۔

''ہاں بیٹا...... ضرور...... تمہارے ہاتھ کی چائے کا تو کوئی جواب نہیں...... بس چینی تھوڑی کم رکھنا۔'' خالہ عظمت نے اسے ہدایت دی۔

اس نے تمام برتن تخت سے اٹھائے اور ماں کی طرف دیکھا...... جو کچھ سوچتے ہوئے پانی پی رہی

تھیں...... وہ ثریا کے یوں کھو جانے پر اندر تک کانپ اٹھی تھی۔ جیسے اس کی ماں نے اس کی چوری پکڑلی ہو۔

☆☆☆

''ہائے ریما...... کیسی ہو؟''

''فائن، آپ کیسے ہیں بھائی اتنے دنوں کے بعد کال کی......'' ریما نے اپنے بالوں میں برش کرتے کرتے خود کو آئینے میں دیکھا۔

''تمہیں پیسے مل گئے تھے؟'' حسیب نے شائستگی سے پوچھا۔

''جی بھائی......'' اس نے آئینے میں اپنے بالوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''تم پاکستان کب تک آرہی ہو؟'' حسیب نے اگلا سوال کیا۔

''ابھی تو کوئی پروگرام نہیں۔'' وہ بڑی مہارت سے بات کرنے کے ساتھ ساتھ میک اپ کیے جارہی تھی۔ ''مگر کیوں...... آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟''

''تمہیں کسی سے ملوانا ہے۔'' حسیب نے قہقہہ لگا کر بتایا۔

''پلیز بھائی...... مجھ سے شادی کی بات مت کیجیے گا...... میں سدرہ کی برتھ ڈے سے پہلے موڈ آف نہیں کرنا چاہتی۔'' اس کا چہرہ بیزار سا ہوگیا۔

''ہاہاہا...... میں تم سے کسی لڑکے کی بات نہیں کررہا......'' حسیب نے ہنستے ہنستے بتایا۔

''تو پھر آپ مجھ سے کس کی بات کررہے ہیں؟'' وہ حیرانی سے پوچھنے لگی۔

''رحما کی......!'' حسیب نے سنجیدگی سے اس کا نام لیا۔

''رحما...... کون رحما......؟'' وہ حیرت سے پوچھنے لگی اس کا سارا دھیان اب حسیب کی بات پر تھا۔

''رحما...... جس سے میں شادی کرنے کا فیصلہ کرچکا ہوں۔'' حسیب نے اپنا فیصلہ سنایا۔

''کیا مطلب...... آپ شادی کررہے ہیں......'' وہ خوشی سے چیخی۔

''ہاں...... میں رحما سے شادی کرنا چاہتا ہوں...... اور شادی کی بات اس کے گھر والوں سے کرنے کے لیے تمہیں پاکستان آنا ہوگا۔'' حسیب نے ہنستے ہنستے اسے بتایا۔

''واہ...... بہت بڑی نیوز آپ نے سنائی۔ رئیلی...... میں آپ کے لیے بہت خوش ہوں۔ پلیز مجھے ابھی رحما بھابی کی تصویر mms کریں۔'' اس نے بے تابی دکھائی۔

''نہیں...... تم رحما کو خود آکر دیکھنا...... اور مجھ سے اتنی زیادہ تیاریاں میں اکیلے کیسے کرسکتا ہوں......'' حسیب نے ہنستے ہنستے شادی کا سارا بوجھ اس کے کندھوں پر ڈالا۔

''بھابی خود اپنی شاپنگ ارینج کریں...... انہیں جو پسند ہو۔'' اس نے مسکرا کر کہا۔

''ہاہاہا...... ریما وہ ایسا نہیں کرسکتی...... یہ سب تمہاری ذمے داری ہے۔'' حسیب نے لیپ ٹاپ کھولا...... اور وہاب کی شادی کی تصویروں میں رحما کو دیکھنے لگا۔

''پلیز بھائی...... بتائیں ناں، وہ کیوں یہ سب نہیں کرسکتیں؟'' وہ بے تاب سی ہوگئی۔

''اوہو...... وہ مڈل کلاس سے ہے۔'' اس نے سنجیدگی سے کہا۔

''کیا مطلب...... مڈل کلاس......؟'' وہ ایک دم بجھ سی گئی۔

''یار...... اس کی فیملی میں بہت سادہ لوگ ہیں...... ان کے گھرانے کی لڑکیاں اپنی شادیاں خود ارینج نہیں کرتی ہیں......'' حسیب نے رحما کی فیملی کے متعلق اسے بتایا۔

''کیا وہ گاؤں میں رہتی ہے؟'' ریما نے ...... سے پوچھا۔

''ہاہاہا......'' اس نے قہقہہ لگایا۔

''پلیز بھائی...... بتائیں ناں وہ گاؤں سے ...... ہے کیا؟'' اس نے خفگی سے پوچھا۔

''نہیں بابا...... وہ گاؤں سے تعلق ...... نہیں رکھتی...... بس تم پاکستان آنے کا پروگرام بناؤ ...... خود رحما سے مل کر اندازہ لگانا کہ وہ کیسی ہے۔''

''آپ کی چوائس ہے...... اچھی ہی ہوگی۔'' ...... نے ہنستے ہنستے جواب دیا۔ حسیب مسکرانے ...... اور پھر اس نے اِدھر اُدھر کی باتیں کر کے ...... خدا حافظ کر کے فون بند کردیا۔ وہ بھائی کی خوشی کا تصور کر کے بہت خوش تھی آخر کو وہی تو اس کا سب کچھ تھا۔

ریما کی زندگی میں اپنے بھائی کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔ ان کے والد انور احمد کافی عرصے پہلے کار کے حادثے میں جاں بحق ہوگئے تھے۔ ان کی ماں نے دوسری شادی کرلی...... جن سے ان کے ...... اشرف احمد نے بچوں کو کبھی ملنے نہیں دیا...... اشرف احمد ایک رئیس جاگیر دار تھے۔ ان کی کروڑوں کی جائداد تھی۔ اشرف احمد نے بچوں کو والدین کا پیار دیا، حسیب اور ریما کی ہر خواہش وہ جھٹ سے پوری کرویتے تھے اور یہ بات ان دونوں کے لیے بڑی ثابت ہورہی تھی کہ ان کو نفی پسند نہیں ...... وہ ہر چیز جو انہیں پسند ہوتی...... اسے حاصل کرنے کے لیے اپنی جان تک کا نقصان کرنے سے گریز نہیں کرتے...... دادا کی وفات کے بعد ساری جائداد کا مالک حسیب احمد بن گیا...... ریما نے کیمبرج یونیورسٹی لندن میں پڑھنے کی خواہش اپنے بھائی سے ظاہر کی جو اس نے جھٹ قبول کرڈالی...... وہ اپنی بہن سے بہت پیار کرتا تھا وہ پڑھائی میں بھی اچھی تھی، وہ بھی اپنے بھائی حسیب کی خوشی کا خیال رکھتی اب بھائی کی پسند اور پھر شادی کی بات تا کن کر اس نے بہت جلد پاکستان آنے کا ارادہ کرلیا تھا۔

☆☆☆

نورین، وہاب کے ساتھ لندن جارہی تھی...... اور وہ دونوں ملنے کے لیے آئے تھے...... خالہ عظمت کی آنکھیں بار بار بھیگ رہی تھیں۔

''اماں میں روز آپ کو فون کیا کروں گی، آپ بے فکر رہیں۔'' نورین نے ماں کو گلے سے لگالیا۔ ثریا بھی رونے لگیں۔ رحما کی آنکھوں میں نمی سی تیرنے لگی۔

''آپ لوگ اتنا پریشان کیوں ہورہے ہیں، میں چھ ماہ کے بعد نورین کو آپ سے ملوانے لے آؤں گا۔'' وہاب نے انہیں تسلی دی۔ ثریا نے اس کے سر پر پیار دیا۔

''خوش رہو بیٹا۔ بس ہماری نورین کا بہت خیال رکھنا۔'' ثریا نے پیار بھرے لہجے میں اسے نصیحت کی۔

''اماں اگر آپ یونہی روتی رہیں گی تو پھر میں وہاب کے ساتھ لندن نہیں جاتی۔'' نورین نے آخری فیصلہ سنا دیا۔

''نہیں نہیں بس تو اتنی دور جارہی ہے تو رونا آگیا۔'' عظمت نے بیٹی کی بات سن کر اپنے دل کو سنبھالا۔

''لندن اتنا دور نہیں آنٹی، میں آپ کو بھی وہاں بلواؤں گا۔'' وہاب نے عظمت کو گلے لگالیا۔

''نہیں میرے بچے، بیٹی کے گھر پر نہیں رہنا چاہیے۔'' عظمت نے داماد کے سر پر پیار دیا اور خود کو مضبوط کرلیا۔

نورین، ثریا کے گلے لگ گئی۔ اس کی آنکھیں پُرنم تھیں۔

''خالہ اماں کا بہت خیال رکھیے گا انہیں اپنے گھر زیادہ رکھیے گا۔'' اس نے ثریا کو مشورہ دیا۔

''تم بھی وہاں جا کر اپنا خیال رکھنا ہم تمہیں فون

کرتے رہیں گے۔" ثریا نے اس کے آنسو پونچھے جو گال پر ٹپک پڑے تھے۔ رحما کی طرف نورین بڑھی تو دونوں گلے لگ کر رونے لگیں۔

"مجھے فون کرے گی؟" نورین نے روتے روتے پوچھا۔

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔" رحما نے روتے روتے جواب دیا۔

"میں اس ایڈریس پر ضرور جاؤں گی۔" نورین نے اس کے کان میں سرگوشی کی۔ رحما نے اسے خود سے مزید قریب کرلیا۔

"تو بے فکر ہوجا، میں خود جا کر بے ایمان بھائی کے کان کھینچتی ہوں۔" اس نے آہستہ سے اس کے کان میں کہا۔ رحما روتے روتے مسکرانے لگی۔ وہاب سنجیدگی سے کھڑا تھا۔

"چلو نورین، تمہاری فلائٹ کا ٹائم ہو رہا ہے۔ اب نکلنا چاہیے۔" ثریا نے گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

"جی آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں، ہمیں ائرپورٹ جانے میں بھی کافی دیر لگ جائے گی۔"

عظمت نے اپنے آنسوؤں پر ضبط رکھا اور بیٹی کو خوشی خوشی الوداع کیا۔ گھر سے باہر اور گاڑی میں بیٹھتے بیٹھتے نورین بار بار رحما سے ماں کا خیال رکھنے کا کہہ رہی تھی اور رحما اور ثریا اسے تسلیاں دے رہی تھیں کہ وہ بے فکر ہوکر اپنی سسرال جائے۔ جب تک گاڑی ان کی نظروں سے اوجھل نہیں ہوگئی وہ تینوں کھڑی ہاتھ ہلاتی رہیں۔

☆☆☆

ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی اور ساتھ ہی ہوا کے جھونکے اسے رحما کی یاد میں لے کر جا رہے تھے۔

"میرے دو دفعہ انکار کرنے سے وہ خط کی آس توڑ بیٹھی اور اب شاید کبھی نہیں آئے گی۔" اس نے سوچنا شروع کردیا۔

"بیٹا تو پریشان ہے کیا؟" خیردین اس کے پاس آکر سنجیدگی سے پوچھنے لگا۔

"نہیں چاچا۔" اس نے خود پر قابو پایا اور اپنے ہاتھوں سے چہرہ مسلنے لگا جو رحما کے نہ آنے پر افسردہ تھا۔

"میں تیرے لیے بات کروں؟" خیردین نے سنجیدگی سے کہا۔

"نہیں چاچا نہیں۔ وہ مزید دکھی ہوجائے گی۔ اسے یہ راز نہیں پتا چلنا چاہیے۔" اس نے خیردین کا ہاتھ تھام لیا۔

"بیٹا مجھ سے تیرا دکھ نہیں دیکھا جاتا۔ تو نے میری بات سن کر اس لڑکی کی جان بچانے کے لیے خط کا سلسلہ جاری رکھا تھا۔ میں رحما سے معافی مانگوں گا کہ تیرا قصور نہیں بلکہ میرا قصور ہے۔ وہ تجھ سے خفا نہیں رہے گی۔" خیردین نے اس کے سر پر پیار دیا۔ وہ خود بھی پریشان تھا جو کئی روز سے اسے رحما کی یاد میں کھویا کھویا دیکھ رہا تھا۔

"نہیں چاچا، آپ اسے کچھ نہیں بتائیں گے مجھ سے وعدہ کریں۔" اکرم نے خیردین کے ہاتھ مضبوطی سے تھام کر کہا۔

"جیسی تیری مرضی۔ بس بیٹا میں تجھے خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔" خیردین نے بجھے دل سے جواب دیا۔ وہ خود کو اکرم کا گناہ گار سمجھ رہا تھا۔

"چاچا ایک تیز سی چائے پلادیں۔" اس نے دونوں ہاتھوں کو مَل کر کہا۔ ہوا کے سرد جھونکوں نے اس کی ناک پر حملہ کردیا تھا وہ بار بار چھینک رہا تھا۔

"ہاں، بیٹا ضرور... ساتھ پکوڑے بھی لاتا ہوں۔" خیردین نے مسکرا کر کہا۔

"ہاں، ہاں چاچا۔" اس نے جیب سے پیسے نکالے اور خیردین کی طرف بڑھائے۔

"نہیں میرے بچے، میں تجھے آج اپنے پیسوں سے پکوڑے کھلاؤں گا۔" اس نے اکرم کے

لگائی۔

"نہیں چاچا۔" اس نے زبردستی پیسے خیردین کے ہاتھ میں تھمائے۔

"کیا تو میرا بیٹا نہیں جو ایسی پرائے جیسی باتیں کر رہا ہے۔" خیردین نے پیسے اسے واپس کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں، ہاں چاچا کیوں نہیں۔" وہ شرمندہ سا ہوا اور اس نے پیسے واپس اپنی جیب میں رکھ لیے۔ خیردین چائے اور پکوڑے لینے چلا گیا۔

☆☆☆

نورین کی رخصتی کے بعد گھر میں اداسی چھا گئی تھی۔ خالہ عظمت کو موسم کی تبدیلی کی وجہ سے بخار ہو گیا تھا جس کی وجہ سے رحما پوسٹ آفس دوبارہ نہ جا سکی۔ خالہ عظمت سو رہی تھیں، وہ ان کے لیے دوا بنا رہی تھی کہ خالہ کے فون بجنے کی آواز سنائی دی۔ اس نے پاس جا کر اسکرین پر دیکھا تو نورین کا نام جگمگا رہا تھا۔ وہ خوش ہوگئی اور جھٹ سے ریسیو کرلیا۔

"ہیلو... ہیلو نورین کیسی ہو؟" رحما نے بے تابی سے پوچھا۔ دوسری طرف نورین رحما کی آواز سن کر گھبرا سی گئی۔

"میں ٹھیک ہوں، امی کہاں ہیں؟" رحما نے خالہ عظمت کی طبیعت کا اسے بتایا اور ساتھ میں تسلی بھی دے ڈالی کہ کہیں نورین پردیس میں زیادہ پریشان نہ ہوجائے۔

"رحما میں نے فون تمہارے لیے ہی کیا تھا۔" نورین نے اس سے کہا مگر اپنی گھبراہٹ نہ چھپا سکی۔

"تم پریشان کیوں ہو اور تمہاری آواز کو کیا ہوا ہے۔ تم ٹھیک تو ہو؟" رحما اس کے لیے پریشان ہو گئی۔

"میں ٹھیک ہوں۔" وہ مرجھائی مرجھائی آواز میں بولی۔

''تو پھر بتاؤ کیا بات ہے۔ آواز میں اداسی کیوں ہے؟'' رحما فون لے کر کچن میں آ گئی۔ وہ سکون سے نورین سے بات کرنا چاہ رہی تھی۔

''کوئی خاص بات نہیں بس تم سے بات کرنے کو دل چاہ رہا تھا۔'' نورین نے بات کو چھپانا چاہا۔ وہ جو کچھ دیکھ چکی تھی کیسے رحما کو سچ بتاتی۔

''کوئی بات ہے کیا..... ارمغان کے متعلق کچھ معلوم ہوا کیا؟'' رحما اس کے بجھے بجھے لہجے سے اپنی سوچ ارمغان کی طرف لے گئی۔ جو اسے اب خط کا جواب بھی نہیں دے رہا تھا۔

''ہاں۔'' اس نے ایک لمبی سانس بھری اور اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے لگی۔

''سب ٹھیک ہیں..... پہلے تم مجھے بتاؤ ارمغان سے تم ملیں کیا؟'' اس نے بے تابی سے پوچھا۔

''ہاں، میں اور وہاب ملنے گئے تھے۔'' نورین نے افسردگی سے جواب دیا۔

''اچھا وہ ٹھیک تو ہے؟'' رحما نے بے تابی سے پوچھا۔

''ہاں کچھ زیادہ ہی ٹھیک ہے البتہ میں تمہارے لیے ایک پروپوزل لائی ہوں۔'' اس نے بات پلٹی وہ ارمغان کا ذکر بھی اب کرنا نہیں چاہتی تھی۔

''پروپوزل..... کیا مطلب؟'' رحما حیرت زدہ ہوئی کہ نورین، ارمغان کے بجائے کسی اور کے پروپوزل کی بات کیسے کر رہی ہے۔

''رئیلی نورین تم مجھے اپ سیٹ لگ رہی ہو۔'' اس نے فکرمندی سے کہا۔

''نہیں، میں اپ سیٹ نہیں، یہ بتاؤ کیا تم حسیب احمد سے شادی کرنا چاہتی ہو؟'' نورین نے حسیب کا پروپوزل اس کے سامنے رکھا۔

''پاگل مت بنو۔ تم جانتی ہو کہ میں ارمغان سے محبت کرتی ہوں۔'' اس نے چیخ کر جواب دیا اس کے یوں ردِعمل پر وہ بھی چیخی۔

''تم اس سے محبت کرتی ہو مگر وہ تمہیں بھول بیٹھا ہے۔'' نورین بھی خود پر قابو نہ رکھ سکی اور اس نے بھی چیخ کر کہا۔

''تمہیں حسیب کی دولت پسند ہے اس لیے تم مجھے حسیب سے شادی کا کہہ رہی ہو۔'' رحما نے خفگی سے کہا۔ اس کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی اور ہونٹ لرزنے لگے۔

''جتنا رونا چاہتی ہو تم رو لو۔'' نورین نے اس کی آہ سن لی تھی۔

''میں ارمغان کی ہوں۔'' اس نے روتے روتے جواب دیا۔

''مگر وہ تمہارا نہیں ہے۔'' نورین چیخی۔

''وہ میرا ہے..... صرف میرا۔'' رحما نے روتے روتے کہا۔

''رحما حقیقت میں آ جاؤ۔ ارمغان نے یہاں شادی کر رکھی ہے اور وہ تمہیں بھول گیا ہے۔ میں خود اس سے مل کر آئی ہوں۔'' نورین نے جو دیکھا تھا تمام سچ بتا دیا، اس کے ہاتھ سے سیل فون چھوٹ گیا اور اسے یوں لگا جیسے زمین پھٹ گئی ہو اور وہ زمین کے اندر دھنستی جا رہی ہو۔ وہ کب بے ہوش ہو کر گری وہ نہیں جان پائی۔ اس پر پانی کے چھینٹے خالہ عظمت نے ڈالے تو اس نے آنکھیں کھولیں۔ وہ باورچی خانے سے کمرے میں کیسے آ گئی اسے کچھ ہوش نہ تھا۔ ثریا تسبیح پڑھ رہی تھیں اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اس نے آنکھیں مسلیں اور بستر سے اٹھ بیٹھی۔ خالہ عظمت نے اس کے سر پر..... پیار کیا۔ ثریا نے ٹیبل پر پڑا جوس کا ڈبہ کھول کر گلاس میں بھرا اور اس کے ہاتھ میں تھمایا۔

''کمزوری ہو گئی ہے تم اپنا خیال جو نہیں رکھتی ہو۔ ساری رات جاگ جاگ کر کام کرتی رہتی ہو۔ دونوں گھروں کی صفائی اور کھانے پینے کے انتظام

اپنی صحت کو بالکل بھولے جا رہی ہو۔ یہ جوس پیو تھوڑی طاقت آئے گی۔'' ثریا نے اس کے ماتھے پر بوسا دیا۔ عظمت نے اس کی ٹانگیں دبانا شروع کر دیں۔

''نہیں..... نہیں خالہ میں ٹھیک ہوں۔'' اس نے خالہ کو روکا۔

''میں ابھی چکن کی یخنی بنا کر لاتی ہوں۔ تھوڑی جان میں جان اس لڑکی میں آئے گی۔ دیکھو تو کیسے پیلا ہٹ کا شکار ہے۔'' ثریا نے رحما کے گرد پھونکا اور اس کے سرہانے تسبیح رکھ کر کمرے سے باہر نکل گئیں۔

خالہ عظمت اس کا سر دبانے لگیں۔ اس نے منع کیا مگر خالہ عظمت نے ایک نہ سنی۔ اس نے آنکھیں موند لیں تو اسے اپنے کانوں میں نورین کی آواز سنائی دی..... ''وہ شادی کر چکا ہے..... وہ شادی کر چکا ہے۔'' اس کی پلکیں بھیگ گئیں مگر خالہ عظمت کے سامنے اس نے اپنے آنسوؤں کو بہنے نہ دیا۔

☆☆☆

نورین، رحما کا فون کٹ جانے پر پشیمان سی ہوئی اسے دوبارہ فون کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ وہ فکرمندی سے ٹہلنے لگی شام کو وہاب دفتر سے گھر لوٹا تو نورین اسے دیکھ کر رونے لگی۔

''کیا ہوا..... سب ٹھیک تو ہے، تم کیوں رو رہی ہو؟'' وہاب نے گھبرا کر پوچھا۔

''وہاب..... رحما کو میں نے سب کچھ سچ سچ بتا دیا۔'' وہ روتے روتے بولی۔

''تو کیا ہوا، تم رو کیوں رہی ہو..... پلیز نورین خود کو سنبھالو۔'' اس نے کانپتی ہوئی نورین کو اپنی بانہوں کے حصار میں لے لیا۔ وہ روتے روتے اس کے سینے سے لگ گئی۔

''کیا ہوا مجھے بتاؤ؟'' وہاب نے پیار سے پوچھا۔

اہلیت

ایک کمپنی کا منیجر ماہر نفسیات بھی تھا۔ کمپنی کے مالک کو ایک سیکرٹری کی ضرورت تھی۔ منیجر نے کہا کہ آنے والی لڑکیوں کا انٹرویو نفسیاتی طریقے سے وہ خود لے گا اور مالک نے حامی بھر لی۔

منیجر نے تین امید وار لڑکیوں کو ایک ساتھ کمرے میں بلا لیا اور پہلی سے پوچھا۔

''دو اور دو۔''

''چار۔'' لڑکی نے جواب دیا۔

منیجر نے یہی سوال دوسری لڑکی سے کہا۔

''بائیس۔'' دوسری لڑکی نے بتایا۔

منیجر نے تیسری لڑکی سے بھی یہی پوچھا۔

''چار بھی ہو سکتے ہیں اور بائیس بھی۔'' تیسری لڑکی کا جواب تھا۔

منیجر نے تینوں لڑکیوں کو باہر بھیج دیا اور مالک سے بولا۔

''پہلی لڑکی نے وہ جواب دیا جو سبھی دیتے ہیں۔ جب کہ دوسری یہ سمجھی کہ ہم کوئی چال چل رہے ہیں اور اس نے بائیس کہا لیکن تیسری لڑکی کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتی تھی اس لیے اس نے دونوں جواب دیے اب آپ کسے پسند کریں گے؟''

''سنہرے بالوں اور نیلی آنکھوں والی لڑکی کو رکھ لو۔'' مالک نے جواب دیا۔

مرسلہ: کشف رحمان، ڈی آئی خان

www.paksociety.com

"نہ جانے رحما کو کیا ہوا ہوگا۔ مجھے رحما سے بات کرنی ہے پلیز آپ میری کسی بھی طرح اس سے بات کروادیں۔" اس نے وہاب سے منت کی۔

"اوہو..... میں کال کرتا ہوں۔ شاید نیٹ ورک میں کوئی پرابلم ہو۔" وہاب نے اپنے سیل فون سے عظمت خالہ کے نمبر پر کال کی دوسری طرف نمبر آف جارہا تھا۔ رحما کے ہاتھ سے سیل فون چھوٹتے ہی اس کی بیٹری اس سے الگ ہوچکی تھی جس سے نمبر آف جارہا تھا اور عظمت خالہ کا سیل فون کی طرف دھیان ہی نہیں گیا۔ وہ تو ثریا کچن میں یخنی بنانے پہنچیں تو انہوں نے سیل فون کو اس حالت میں دیکھا۔ وہاب نمبر آف ہونے کی وجہ سے گھبرا گیا۔

"تمہیں رحما کو نہیں بتانا چاہیے تھا۔" وہاب نے فکرمندی ظاہر کی اور پھر حبیب کو کال ملانے لگا۔

"رحما کو کچھ ہوا تو اس کی موت کی ذمے دار میں ہوں گی۔" وہ روتے روتے بولی۔ جس نے آخری لمحے رحما کی سانس میں اذیت محسوس کی تھی۔

"میں حبیب سے بات کرنے لگا ہوں..... پلیز کچھ برا مت سوچو۔ سب ٹھیک ہوگا۔" وہاب نے نورین کو تسلی دی۔ وہ مسلسل روئے جارہی تھی۔

دوسری بیل پر حبیب نے فون اٹھالیا۔ وہ آفس سے نکل کر گھر کی طرف جارہا تھا۔

"ہیلو شہزادے، بہت جلد میری یاد آگئی۔" حبیب نے وہاب کو چھیڑا۔

"تم کہاں ہو اس وقت؟" وہاب نے فکرمندی سے پوچھا۔

"سب خیریت تو ہے؟ میں راستے میں ہوں بس گھر ہی جارہا تھا۔" حبیب نے اپنے متعلق بتایا۔

"یار تو میری سسرال ابھی جاسکتا ہے؟ نورین کی اماں کا سیل آف جارہا ہے جس سے نورین کافی گھبرا گئی ہے۔" اس نے تمام بات چھپالی وہ حبیب کو رحما کے دل کا حال نہیں سنانا چاہتا تھا۔

"اوکے، میں ابھی چلا جاتا ہوں اور وہاں جاکر تمہاری بات خالہ عظمت سے کرواتا ہوں۔" اس نے گاڑی کو رحما کے گھر کے راستے پر موڑا اور سیل فون بند کردیا۔

☆☆☆

"کون آیا ہوگا؟" دروازے پر دستک ہوئی تو ثریا حیرت سے بولیں۔ گھڑی کی طرف دیکھا رات کے دس بج رہے تھے وہ لوگ عظمت کے گھر پر تھیں۔ انہوں نے رحما کے لیے یخنی اور پھلکے تیار کرلیے تھے۔

خالہ عظمت، رحما کا سر دبا رہی تھیں جب ثریا حبیب کو لیے کمرے میں آئیں۔ رحما نورین کے انکشاف کرنے پر آنکھیں موندے اپنی سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی کہ حبیب کی آواز پر چونکی۔

"رحما..... کیا ہوا ہے.....؟ سب ٹھیک تو ہے؟" خالہ عظمت اور ثریا کے مرجھائے چہرے کو دیکھ کر اس نے پوچھا۔ اس نے آنکھیں کھول دیں۔ وہ سامنے پریشان حالت میں کھڑا تھا۔

"آؤ بیٹا، آؤ بس رحما کو کمزوری ہوگئی تھی، چکرا کر گر گئی۔" خالہ عظمت نے مطمئن ہوکر اسے آگاہ کیا۔

"میں تمہارے لیے شربت لاتی ہوں۔" ثریا حبیب سے بولیں۔

"نہیں خالہ جان، تکلف کی کوئی ضرورت نہیں۔" وہ رحما کی حالت دیکھ کر پریشان سا ہوگیا۔ "میں تو ویسے ہی آپ لوگوں کی خیریت لینے چلا آیا تھا۔"

"آپ ڈاکٹر کے پاس انہیں لے کر گئیں؟" اس نے شائستگی سے پوچھا اور رحما پر نظر ڈالی۔ اس نے آنکھیں بند کرلیں اس کے کانوں میں نورین کی پرپوزل کی بات چلنے لگی۔ ارمغان کا دھوکا کیا کم تھا جو حبیب اس کے سامنے آکھڑا ہوا تھا۔

"نہیں، اب صبح سلے جائیں گے۔" عظمت نے آرام سے جواب دیا۔

"کیوں..... ابھی کیوں نہیں، چلیں میں لے چلتا ہوں۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ رحما نے اس کی بات پر آنکھیں کھول دیں اور آہستہ سے بولی۔

"خالہ میں ٹھیک ہوں، مجھے ڈاکٹر کے پاس نہیں جانا ہے۔"

"بیٹا حبیب کے پاس گاڑی بھی ہے، ہم آرام سے چلے جائیں گے۔" ثریا نے بیٹی کی ناساز طبیعت دیکھ کر ڈاکٹر کے پاس جانے کا فیصلہ کیا۔

"اماں میں صبح رکشے پر چلی جاؤں گی۔" اس نے نفی کی۔

"خالہ جان آپ نورین سے فون پر بات کرلیں شام میں شاید اس نے فون کیا تھا اور مل نہیں رہا تھا۔ وہاب نے بتایا تھا اور خالہ ثریا آپ رحما کو لے کر باہر آجائیں۔ میں باہر آپ کا گاڑی میں انتظار کررہا ہوں۔" اس نے رحما کی بات کو بالکل رد کیا اور گویا حکم دیتا باہر چلا گیا۔

"میں نورین کو فون کرتی ہوں۔" خالہ عظمت نے فکرمندی ظاہر کی۔

ثریا نے اسے دوپٹا اوڑھایا اور وہ ماں کے ساتھ حبیب کی گاڑی میں بیٹھ گئی۔ اسے حبیب پر بہت غصہ آرہا تھا جو بار بار گاڑی کے شیشے سے اسے دیکھ رہا تھا اور وہ نظریں چرا رہی تھی۔

☆☆☆

عشق بے پروا
جو کروانے وفا
اونوں مل نی سزا
حال مجنوں دا ہویا بے حال
عشق بے پروا

وہ افسردگی سے ریڈیو پر گانا سن رہا تھا۔ تقریباً ایک ماہ ہورہا تھا وہ پھر پوسٹ آفس نہیں آئی تھی۔ وہ ہر دن گھر سے پوسٹ آفس بے تابی سے جاتا تھا کہ رحما کا دیدار آج ضرور نصیب ہوگا مگر ایسا کچھ نہیں ہورہا تھا۔ وہ اداس تھا جب اس کی ماں ٹرے میں کھانا لے کر اس کے پاس آبیٹھی۔ اس نے لائٹ جلائی اور خفگی سے ریڈیو بند کیا اور ٹیبل پر کھانا رکھ کر بولی۔

"یہ اتنے اداس گانے سننے کا کیا مطلب ہے اور کھانے سے کیوں خفا ہو؟" سکینہ نے چمچ چاول سے بھرا اور اس کے منہ کی جانب بڑھایا۔

"اماں آپ رکھ دیں، میں کھانا کھالوں گا۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

"نہیں، کل بھی تو نے کھانا نہیں کھایا تھا اور ویسے کا ویسا پڑا رہا۔" سکینہ نے چاول کا چمچ زبردستی اس کے منہ میں دے دیا وہ آہستہ آہستہ منہ چلانے لگا۔ سکینہ نے دو تین چمچے چاول کے اس کے منہ میں ڈالے تو اس نے ماں سے چمچ لے لیا۔

"اماں میں چھوٹا بچہ نہیں ہوں۔ میں خود کھالوں گا۔" اس نے ماں کے سامنے کھانا شروع کردیا۔

"ماں کے لیے ہر بچہ چھوٹا ہی ہوتا ہے چاہے وہ جتنا بڑا ہوجائے۔" وہ اب پُرسکون دکھائی دینے لگی۔

"ابا سوگئے کیا؟" اکرم نے کھانا کھاتے کھاتے پوچھا۔

"ہاں، دوا دے کر انہیں سُلا دیا۔ تیرے لیے فکرمند ہیں۔" سکینہ نے بجھے دل سے بتایا۔

"میرے لیے..... کیوں؟ اماں آپ نے رحما والی کوئی بات تو نہیں بتادی؟" اس نے افسردگی سے پوچھا۔

"نہیں بیٹا، میں نے ایسا کچھ نہیں بتایا بس تیرے بجھے چہرے سے فکرمند رہتے ہیں۔ تو نے اپنا چہرہ کب سے نہیں دیکھا آئینے میں؟" سکینہ نے خفگی ظاہر کی۔

"کیا ہوا ہے میرے چہرے کو؟" اس نے کھانا چھوڑا اور ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے کے پاس جا کھڑا ہوا...... واقعی اس نے کئی دن سے آئینہ نہیں دیکھا تھا۔ وہ کافی تھکا تھکا لگ رہا تھا اس نے آہستہ سے نظریں ہٹالیں۔

"اب بتا میں سچ بول رہی ہوں یا پھر تو؟" سکینہ نے افسردگی سے پوچھا جو اپنے بیٹے کی غمزدہ حالت پر تڑپتی مگر کچھ نہیں کرسکتی تھی، اسے رحما کے گھر کا پتا تک نہیں معلوم تھا۔ وہ ماں کے پاس آبیٹھا اور پیار سے کہنے لگا۔

"آئندہ خیال رکھوں گا۔" اس نے یہ کہہ کر پانی کا گلاس اٹھالیا۔

"یہ کیا...... بس اتنا کھانا کھائے گا تو صحت روز بروز بگڑتی جائے گی۔ چل پلیٹ صاف کر۔" سکینہ نے دوبارہ سے پلیٹ اس کے ہاتھ میں تھمائی۔

"بیٹا رحما پھر آئی تھی کیا......؟ وہ تیرے دل کا حال جان چکی ہے؟" سکینہ نے فکرمندی سے رحما کے متعلق پوچھا۔

"نہیں...... اماں وہ نہیں آئی۔" اس نے افسردگی سے جواب دیا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"کیا ہوا...... کدھر جارہا ہے؟" سکینہ نے بے تابی سے پوچھا جو اس کے پاس مزید بیٹھنا چاہتی تھی۔

"اماں ہاتھ منہ دھولوں اور مجھے اب سونا ہے۔" اس نے مسکرا کر جواب دیا۔ سکینہ سمجھ گئی کہ وہ رحما کے مسئلے پر مزید بات نہیں کرنا چاہتا۔ وہ برتن اٹھا کر اس کے کمرے سے باہر نکل آئی۔

☆☆☆

اسے تین دن سمجھ ہی نہیں آیا کہ اسے اب کیا کرنا ہے۔ وہ بار بار ارمغان کے خط نکالتی اور کئی کئی گھنٹے روتی رہتی۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ ارمغان نے اسے دھوکا دیا ہے۔ اس کے خط یہ ظاہر نہیں کررہے تھے کہ ارمغان دھوکے باز ہے۔ اس نے ارمغان سے بات کرنے کا فیصلہ کرلیا اور خالہ عظمت کے سیل سے نورین کو فون کیا۔ اس نے اس دن کے بعد سے نورین سے بات نہیں کی تھی۔ اب اس نے فون لگایا تو دوسری طرف سے کال ریسیو ہوگئی۔

"ہیلو، نورین...... میں رحما۔" اس نے ہلکی آواز سے بتایا۔

"رحما...... تم...... تم ٹھیک تو ہو؟" نورین نے پیار سے پوچھا۔

"ہاں میں ٹھیک ہوں اور تم کیسی ہو؟ مجھے تم سے ایک کام تھا۔ کیا تم آخری دفعہ میری بات ارمغان سے کرواسکتی ہو؟" اس نے اپنے آنسوؤں پر ضبط رکھ کر پوچھا۔

"ہاں، ہاں کیوں نہیں۔" نورین نے اسے حوصلہ دیا۔

"میں ایک دفعہ اس سے بات کرنا چاہتی ہوں۔ بس ایک دفعہ تم مجھے اس کا نمبر دے دو۔" اس نے تڑپ کر کہا نورین کی بھی آنکھیں بھیگ گئیں۔ وہ سہیلی کے لیے بہت افسردہ ہوگئی تھی۔ دونوں نے ہمیشہ ایک دوسرے کے دکھ میں ساتھ دیا مگر نورین اب اس سے بہت دور بیٹھی تھی۔

"میں بہت جلد تمہیں ارمغان کا نمبر لے کر دوں گی۔ تم فکر مت کرو۔" نورین نے اسے تسلی دی۔ اس نے پھر ادھر اُدھر کی باتیں کرکے فون بند کردیا اور وہ مڑی تو اپنے سامنے خالہ عظمت کو پایا جو کافی افسردہ دکھائی دے رہی تھیں۔

☆☆☆

"بس میری بچی، چپ کرجا۔ نورین نمبر لے کر دے گی تو بات کرکے کوئی فیصلہ لے لینا۔" خالہ عظمت نے اسے دلاسا دیا انہیں ارمغان کی سچائی کا علم ہوگیا تھا۔

"خالہ آپ مجھ سے وعدہ کریں اماں سے یہ ...نہیں گی۔" اس نے خالہ عظمت کا ہاتھ پکڑ کر وعدہ لیا۔

"...میری بچی، ثریا تو پہلے سے ہی تیرے ...رہی ہے۔ اس بات کا اسے علم ہوا تو اس کا ...جائے۔ اسے میں کچھ نہیں بتاؤں گی تو ...میں یہ بات کسی سے نہیں کروں گی۔" ...اس کے آنسو پونچھ کر اسے تسلی دی۔

"خالہ اگر اماں کو علم ہوگیا تو کیا ہوگا؟" اس نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

"ثریا کو کون بتائے گا تو اس کی طرف سے فکر چھوڑ دے اور اپنے لیے خدا تعالیٰ سے دعا..." خالہ عظمت نے اسے گلے سے لگایا جو کانپ ...کہ خالہ عظمت اس کی اماں کو سچ نہ ...اسے اس بات کا ڈر نہیں تھا ثریا کو اس کی علم ہوجائے گا بلکہ وہ افسردہ اس لیے تھی کہ وہ چاہتی تھی کہ اس کی ماں اسے اذیت میں مبتلا ...

...اس نے خالہ عظمت کی گود میں سر رکھ لیا۔ خالہ ...اسے تسلیاں دیتی جارہی تھیں مگر اس کے ...لیے سب بیکار تھیں۔

☆☆☆

اس نے ڈرتے ڈرتے نمبر ملایا۔ اس کے ...رہے تھے۔ ایسا محسوس ہورہا تھا جیسے کہیں سچ ...ہوا تو وہ پھر کیا کرے گی۔ دوسری طرف سے ...انگریز لڑکی کی آواز سنائی دی۔ رحما نے گھبرا کر ...دوسری طرف سے انگریزی میں کچھ ...کہا گیا اس نے ڈر کے مارے فون بند کردیا ...اس کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔ اس سے پہلے ...دوبارہ فون کرتی اس کا سیل فون بج اٹھا۔

"ہیلو...... ہیلو......!" ارمغان کی آواز ...

"ہیلو ارمغان، میں رحما۔" اس نے بات ادھوری چھوڑ دی تقریباً پانچ سال کے بعد وہ اس کی آواز سن رہی تھی۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی مگر آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ وہ خطوط کے ذریعے تو کچھ عرصے پہلے تک اس سے رابطے میں تھی مگر ان خطوں کی حقیقت سے وہ آگاہ نہیں تھی۔

"تم پاگل تو نہیں ہو...... تم نے یہاں اپنی دوست کو میرے گھر پر کیوں بھیجا؟"

وہ سہم سی گئی وہ تو کچھ اور امید لگا کر بیٹھی تھی کہ ارمغان اسے یقین دلائے گا کہ وہ صرف اس کا ہے...... وہ سن ہوگئی۔

"تم کس محبت کے سہارے میری منتظر بیٹھی ہو۔ میں نے نا سمجھی میں کہہ دیا تھا اور تم سچ سمجھ بیٹھیں کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں ایسا کچھ نہیں ہے، میں پانچ سال میں کہاں سے کہاں پہنچ گیا ہوں اور تم وہیں کی وہیں ہو۔ پاگل تو نہیں ہو تم؟" اس نے چیخ چیخ کر الفاظ ادا کیے۔

"کیا...... کیا؟ تمہیں مجھ سے محبت نہیں تھی مگر وہ خط......؟" اس نے لرزتی آواز میں پوچھا۔ اس کا سارا بدن کانپ رہا تھا جیسے اس کے جسم سے روح نکل رہی ہو۔

"نہیں، ہرگز نہیں اگر میں تم سے محبت کرتا تو کبھی یہاں شادی نہ کرتا۔ تم کیسی بہکی بہکی باتیں کررہی ہو اور کون سے خط تمہارے اور میرے درمیان کیا ہے جو تم میری منتظر ہو۔ پلیز رحما میرا اچھا چھوڑ دو اور اپنی دوست کو منع کردو کہ وہ میرے گھر بار بار چکر کاٹنا بند کردے۔ میری بیوی اپ سیٹ ہوجاتی ہے۔" اس نے بیزاری سے بات ختم کی۔

"تم نے مجھے دھوکا دیا۔" وہ خط کے بارے میں سوچ کر بولی۔

"شٹ اپ رحما، میں فون بند کررہا ہوں۔ تمہاری بک بک سن کر میں اپنا گھر تباہ کرنا نہیں چاہتا۔" اس نے چلا کر فون کاٹ دیا اور وہ سیل فون کو تکتی

رہ گئی، اس نے چیخ چیخ کر رونا شروع کر دیا اور خالہ عظمت اس کی کیفیت دیکھتی رہ گئیں۔

☆☆☆

اس نے لیپ ٹاپ کھولا ہوا تھا اور رحما کی تصویریں دیکھ رہا تھا۔

"تم بہت پیاری ہو مگر جب تم میری زندگی میں آجاؤ گی تو دنیا کی سب سے خوب صورت لڑکی تم ہی ہو گی۔" اس نے گردن اکڑا کر کہا اور پھر خوب ہنسا۔ اس نے بیل بجائی اور کمرے میں بوڑھا ملازم نور بابا نہایت مستعدی سے آیا۔

"بابا ایک کپ اچھی سی کافی لا دیجیے۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

"جی بیٹا ضرور۔" نور بابا ادب سے بولے اور کمرے سے نکل گئے۔

"میں آپ کی خیریت جاننے آرہا ہوں۔" اس نے رحما کی تصویر سے بات کی۔

"آپ کیوں بیمار پڑ گئی ہیں..... کہیں آپ مجھے ناپسند تو نہیں کرتیں۔ اگر کرتی بھی ہیں تو مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں آپ کو اتنی محبت دوں گا کہ آپ مجبور ہو کر مجھے چاہنے لگیں گی۔" اس نے قہقہہ لگایا۔

"آپ کا تھپڑ مجھے یاد ہے۔ آپ کے نرم ہاتھوں کا لمس ابھی تک محسوس ہوتا ہے۔ میں آپ کے لیے تازہ گلاب لے کر آرہا ہوں، میرا انتظار کرنا۔" اس نے رحما کی تصویر پر ہاتھ لگا کر پیار کیا۔

"میں آپ کا ہوں اور آپ میری ہیں..... صرف میری۔" اس نے مسکراہٹ کے ساتھ تصویر کو دیکھتے دیکھتے کہا۔ نور بابا دروازے پر دستک دیے بغیر اندر داخل ہو گئے۔ وہ بوکھلایا اور اس نے لیپ ٹاپ بند کر دیا۔

"بابا اندر آنے سے پہلے دستک دے دیا کریں۔" اس نے خفگی ظاہر کی۔

"گستاخی معاف ہو بیٹا، میں بھ[ول] گیا تھا۔" نور بابا نے ڈرتے ڈرتے کافی کا مگ میز پر رکھا۔

اس نے نور بابا کو مزید الٹا سیدھا نہ سنایا، انہیں جانے دیا کافی کا مگ اس نے تھام کر پھر لیپ ٹاپ کھول لیا اور رحما کی تصویر سے مسکرا مسکرا کر باتیں کرنے لگا۔

☆☆☆

وہ بستر پر لیٹی بخار سے تپ رہی تھی اور ٹھنڈے پانی کی پٹیاں اس کے ماتھے پر رکھ رہی تھیں، ج[ب] عظمت ڈاکٹر سے دوا لے کر گھر پہنچیں۔

"بخار کم ہوا کیا؟" خالہ عظمت نے [illegible] سنبھال کر پوچھا۔ ثریا نے پریشانی کی حالت [illegible] پٹیاں تبدیل کرتے کرتے نفی میں سر ہلایا۔

"حوصلہ کرو ثریا، موسمی بخار ہے، ٹھیک ہو جائے گا۔" عظمت نے ثریا کا ہاتھ تھام لیا اور انہیں ت[سلی] دی۔ ثریا جو اپنے آنسوؤں پر بند باندھے ہوئے بے اختیار رو پڑیں اور روتے روتے بولیں۔

"پتا نہیں کس کی نظر میری بچی کو لگ گئی ہے بھلی چنگی تھی۔" انہوں نے کانپتے ہونٹوں سے [illegible] کیا۔

"اوہو کچھ نہیں ہوا ہماری بچی کو۔ چلو ہم اسے اسپتال لے جاتے ہیں۔" خالہ عظمت نے رحما کے سر پر ہاتھ رکھ کر مشورہ دیا۔

"ہاں، ہاں دو دن سے دوا کھا رہی ہے آرام نہیں آرہا۔ ہمیں اسپتال لے کر ہی جانا چاہیے۔ رکشا لاؤ، میں رحما کو تیار کرتی ہوں۔" ثریا نے فکرمندی سے کہا۔

"رکشے پر کیسے رحما کو لے کر جا سکتے ہیں وہ تقریباً بے ہوش ہے۔ میں حبیب کو بلوا لیتی ہوں۔" خالہ عظمت نے رحما کی حالت دیکھ کر حبیب کو [illegible] کہا۔

"ہاں، ہمیں حبیب کی مدد لینی چاہیے۔ مگر کیا وہ آجائے گا؟" ثریا نے پوچھا۔

"[illegible] نہیں آئے گا۔ میں ابھی فون کرتی [illegible]" عظمت نے حبیب کو کال ملا دی۔

حبیب نے خالہ عظمت کا نمبر دیکھا تو فون اٹھا لیا۔

"حبیب احمد بول رہے ہو؟" خالہ عظمت [illegible] چاہی۔

"جی خالہ! میں حبیب ہی بات کر رہا ہوں۔ [illegible] رحما کیسی ہے؟" اس نے فوراً اس کی [illegible] جو اس کی صحت کے متعلق جاننے کو بے [illegible]

"وہ بیٹا اس لیے فون کرنا پڑا کہ رحما کی طبیعت [illegible] ہے۔ کیا تم اسے اسپتال لے کر جا سکتے [illegible]" خالہ عظمت نے پوری بات کرنا مناسب سمجھا۔

"جی، جی کیوں نہیں میں آرہا ہوں آپ تیار [illegible]" اس نے گرم جوشی سے تسلی دی اور فون بند [illegible]

"کیا ہوا، وہ آرہا ہے کیا؟" ثریا نے فکرمندی [illegible] پوچھا۔

"ہاں ثریا، وہ آرہا ہے تم بیگ تیار کرو اور رحما [illegible] کپڑے بھی تبدیل کر دو۔ کسی بڑے اسپتال میں [illegible] لے گا۔" عظمت نے ثریا کو ہدایت دی۔

[illegible] نے دو روز سے خود بھی کپڑے تبدیل نہیں [illegible] ثریا نے پرس میں کچھ پیسے بھی رکھے اور پھر [illegible] اسپتال جانے کی تیاری پکڑ لی۔

☆☆☆

[illegible] دو دن اسپتال میں رہی اور بخار اتر [illegible] حبیب احمد نے اسے بہت بڑے اسپتال میں [illegible] جہاں ہر چیز اچھی سے اچھی اسے دیکھنے کو ملی۔

"ہاں، اس اسپتال میں، میں کتنے دنوں سے ہوں؟" وہ ہوش میں آئی تو اس نے ماں سے بہت فکرمندی سے پوچھا۔ یہ ایک پرائیوٹ روم تھا جہاں ہر سہولت موجود تھی۔

"تو ٹھیک ہو جا..... بس میرے لیے یہی کافی ہے۔" ثریا نے اس سے اصل بات چھپائی کہ حبیب اسے یہاں پر لے کر آیا ہے۔

"اماں، خالہ عظمت کدھر ہیں؟" اس نے بے تابی سے پوچھا۔

"بیٹا وہ گھر کام سے گئی ہے، تو بتا سیب کھائے گی؟" ثریا نے اس کے سر پر پیار دے کر پوچھا جو بیٹی کے ہوش آنے پر کھل سی اٹھی تھیں۔

"نہیں اماں مجھے گھر جانا ہے۔" اس نے روتی صورت بنا کر کہا۔

"بس بیٹا، آج یا کل چھٹی ہو جائے گی۔" وہ اسے سمجھا رہی تھیں تبھی ایک نرس بھی کمرے میں آگئی۔

"بہت جلد آپ ڈسچارج ہو رہی ہیں میڈم۔" اس نے مسکرا کر کہا اور ایک کاغذ ثریا کو تھمایا۔

"اماں جی، یہ انجکشن لے آئیں۔" اس نے رحما کی طرف دیکھ کر خوشی خوشی اس کا بی پی چیک کیا۔

"آپ کا بی پی نارمل ہے۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

"جی مجھے کتنے دن اور یہاں رکنا پڑے گا؟" رحما نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"ڈاکٹر اپنا اطمینان کر لیں گے تو آپ جا سکیں گی۔ اگر آپ بوریت محسوس کر رہی ہیں تو آپ کو ٹی وی لگا دوں؟" نرس نے پیشہ ورانہ خوش اخلاقی سے پوچھا۔

"نہیں، نہیں میں ٹھیک ہوں۔" وہ ہلکے سے مسکرائی۔

"شکر ہے آپ ٹھیک ہو گئیں ورنہ حبیب سر تو

بہت اپ سیٹ تھے۔'' نرس نے ہنستے ہنستے بتایا۔

''حسیب سر؟'' وہ چونکی۔

''جی آپ اُن کی رشتے دار ہیں ناں۔ وہ روز یہاں اسپتال آتے رہے ہیں۔ وہ اس اسپتال کو باقاعدہ ڈونیشن دیتے ہیں جی۔ بہت ہی اچھے انسان ہیں۔ ویسے آپ کے کیا لگتے ہیں؟'' اس نے اپنی معلومات دیتے دیتے اس سے پوچھا۔

''جی..... میرے؟'' وہ بوکھلا گئی۔

''جی سسٹر کیسی ہے آپ کی مریضہ؟'' وہ اندر آچکا تھا۔ اس کے ہاتھوں میں سرخ گلاب سے سجی خوب صورت ٹوکری تھی۔

''جی فٹ ہیں، آئیں۔'' اس نے مسکرا کر کہا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

''آپ کیسی ہیں؟'' اس نے ٹیبل پر گلاب کے پھولوں کی ٹوکری رکھی اور رحما کی جانب پیار سے دیکھ کر پوچھا۔

''جی ..... میں ٹھیک ہوں۔'' وہ شرمندہ سی ہوگئی۔ جو جان چکی تھی کہ اس کی بیماری کا سارا خرچ حسیب نے اٹھایا ہے۔

''سر میں چلتی ہوں..... کوئی کام ہو تو پلیز یاد کر لیجیے گا۔'' اس نے مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

''جی سسٹر، تھینک یو۔'' اس نے نرس کو رخصت کیا اور نزدیک پڑی کرسی پر بیٹھ کر رحما کو دیکھنے لگا۔ وہ نروس سی ہوگئی۔

''آپ ٹھیک ہوگئیں۔ ریئلی میں تو بہت ڈر گیا تھا۔'' وہ مسکرایا۔

''میں آپ کے سارے پیسے لوٹا دوں گی۔'' اس نے نظریں جھکا کر جواب دیا۔

''پیسے..... کیسے پیسے؟'' وہ یک دم بجھ سا گیا۔ رحما نے تکیے سے ٹیک لگائی اور سر پر دوپٹا لے کر بولی۔

''آپ نے اماں اور میرے لیے جو کچھ کیا اس کے لیے شکریہ مگر میں پیسے آپ کو لوٹا دوں گی۔'' نے پھر پیسوں کا تذکرہ کیا۔

''اچھا۔'' اس نے خفگی سے جواب دیا۔

''آپ ناراض ہیں کیا؟'' وہ شرمندگی سے پوچھنے لگی۔ حسیب کے چہرے پر خفگی سی چھا گئی تھی۔

''آپ ایسا کیوں کہہ رہی ہیں۔ میں نے ا... دوست سمجھ کر آپ کی مدد کی اور آپ بار بار شرمندہ مجھے اور میرے دل کو زخمی کر دیتی ہیں۔ آپ کو دینے ہیں تو دے دیں، میں لے لوں گا۔'' اس نے خفگی سے جواب دیا اور کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا... انجکشن لے کر آگئی تھیں انہوں نے رحما اور حسیب کی باتیں سن لیں۔

''بیٹا یہ بے وقوف ہے، تم کیوں خفا ہو رہے...'' ثریا نے انجکشن فریج میں رکھا اور اس کے سر... پیار دیا۔

''کوئی تو ہے جو مجھے پیار کرتا ہے۔'' اس ... ہنسی ہونٹوں پر سجا کر اسے دیکھا۔ ثریا بھی مسکرا دی... مگر رحما نے سر جھکا لیا۔

''بیٹا کب یہ لوگ ہمیں چھٹی دیں گے؟'' ثریا نے پھر موضوع تبدیل کیا۔

''جب آپ کی بیٹی کا غصہ میرے لیے ... ہو جائے گا۔'' اس نے یہ کہہ کر قہقہہ لگایا۔ ثریا بھی ہنس دیں۔

''نہیں، نہیں تمہارے لیے وہ کیوں غصہ کرے گی۔ بس میری بیٹی بہت حساس ہے اور ہاں ہم تمہیں پیسے ضرور ادا کریں گے۔ حساب، حساب ہی ہوتا ہے...'' ثریا نے رحما کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اس کی سائڈ لی وہ کافی مطمئن سی ہوگئی۔

''اوکے..... اگر پیسے دینے سے رحما کی ... مسکراہٹ واپس آسکتی ہے تو مجھے ابھی پیسے دے دیجیے۔'' اس نے رحما کی طرف ہاتھ بڑھا دیا جیسے پیسے مانگ رہا ہو۔ ثریا نے قہقہہ لگایا اور رحما شرمندہ سی ہوگئی مگر اب وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر جیسے بھیک مانگ رہا تھا۔

''میرے پیسے دے دیجیے، میرے پیسے دے دیجیے۔''

☆☆☆

وہ اسپتال سے گھر واپس آگئی۔ ثریا نے پورے محلے میں میٹھے چاول بنا کر بانٹے اور گھر پر قرآن خوانی بھی کروائی مگر رحما انہیں بجھی بجھی نظر آئی۔ ثریا نے کئی دفعہ اس کی خاموشی پر استفسار بھی کیا مگر وہ ہر بات پر بیماری کا بہانہ بنا دیتی۔ اپنے دل پر لگے زخموں کو دکھا بھی تو نہیں سکتی تھی، اِک تو ارمغان کا دھوکا اور دوسری طرف حسیب کا والہانہ انداز..... وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔ اسے حسیب کے پیسے بھی لوٹانے تھے بہت جلد۔ اس لیے ایک ہفتے بعد ہی اس نے سلائی مشین سنبھالی۔ ثریا گھر کا سودا سلف لینے گئی ہوئی تھیں گھر پہنچیں تو رحما کو کپڑے سیتے پایا۔

''ارے لڑکی! یہ کیا کر رہی ہو۔ چلو جلدی سے اٹھو۔'' اس کا بازو پکڑ کر ثریا نے اٹھایا۔

''اماں میں پہلے سے بہتر ہوں مجھے کام کرنے دیں۔'' اس نے روتی صورت بنالی جس کے دماغ میں صرف حسیب کے پیسے لوٹانے کی بات گھوم رہی تھی۔

''میں دیکھ لوں گی کام۔'' ثریا نے پیار سے اسے بستر پر لٹایا۔

''اماں حسیب صاحب کے پیسے لوٹانے ہیں۔ آپ کو کیا ضرورت پڑی تھی مجھے اتنے مہنگے اسپتال میں داخل کروانے کی۔'' اس نے تیکھے لہجے میں ماں سے دل کی بات بیان کی اور خاموشی سے لیٹ گئی۔

''رحما تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ حسیب پرایا تو نہیں ہے ہم اس کا ادھار اتار دیں گے..... تم کیوں فکر مند ہو رہی ہو۔'' وہ غصے سے لمبی لمبی سانس لے رہی تھی جب ثریا نے اس کے سر پر پیار سے ہاتھ رکھ کر سمجھایا۔

''اماں بس آپ وہ میری سونے کی چین فروخت.

چاندنی رات کا اثر

ایک نوجوان ماہر نفسیات کی بیوی نے کہا۔

''ڈارلنگ! کیا تم بھی یہی سمجھتے ہو کہ چاندنی راتوں میں پاگلوں کا پاگل پن حد سے زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ عاقل اور سمجھ دار لوگ بھی حماقت کی باتیں کرنے لگتے ہیں۔'' ماہر نفسیات نے کہا۔ ''مجھے افسوس ہے کہ میں اس مسئلے پر کوئی تبصرہ نہیں کرسکوں گا۔''

''کیوں؟''

''کیونکہ وہ چاندنی رات ہی تھی جب میں نے تم سے شادی کی درخواست کی تھی۔''

مرسلہ: ناہید سمیع، کراچی

دو گدھے

ایک انگریز سیاح جنوبی فرانس میں بلند پہاڑی پر چڑھ رہا تھا کہ راستے میں اسے ایک سبزی فروش ملا جو گاڑی میں جُتے ہوئے گدھے کو ہانک رہا تھا مگر گدھا بہ مشکل قدم اٹھا رہا تھا۔

سیاح نے ایک ہاتھ سے گاڑی کو دھکیلنا شروع کیا اور اس کی مدد سے وہ بہت جلد پہاڑی کی چوٹی پر پہنچ گئے۔ وہاں پہنچ کر سبزی فروش نے سیاح کا شکریہ ان الفاظ میں ادا کیا۔ ''میں جناب کا بہت ممنون ہوں، دراصل صرف ایک گدھے کی مدد سے یہاں تک پہنچنا ممکن نہ تھا۔''

مرسلہ: پروین شیخ، راولپنڈی

کردیں اور حسیب کے پیسے اتار دیں۔'' اس نے آنکھیں بند کرکے حتمی انداز میں کہا۔ ثریا گھبرا گئیں۔

''نہیں نہیں وہ سونے کی چین میں نہیں فروخت کرسکتی۔ وہ تمہاری شادی کے لیے رکھی ہوئی ہے۔''

''میں شادی نہیں کررہی۔ پلیز آپ چین فروخت کرکے میرے اوپر سے بوجھ اتار دیں۔'' اس نے لرزتی آواز سے ماں کو جواب دیا۔ ثریا اس کے رونے پر فکرمند ہوگئیں۔ انہوں نے پیار سے رجا کا ہاتھ تھام لیا اور شفقت بھرے لہجے میں بولیں۔

''اچھا میری بچی، میں کل چین فروخت کردوں گی۔ تو بے فکر ہوکر آرام کر۔'' ماں کی بات پر وہ مطمئن سی ہوگئی اور اس نے آنکھیں موندلیں۔

''میں آلو گوشت بنالوں یا پھر کوئی سبزی؟'' ثریا نے بڑے پیار سے پوچھا۔

''اماں کچھ بھی پکالیں میں سب کھالوں گی۔'' اس نے ہلکی سی مسکراہٹ چہرے پر سجائی اور ثریا سبزی والا شاپر اٹھا کر کچن میں گھس گئیں۔ وہ آنکھیں موند کر ارمغان کی سوچوں میں ڈوب گئی۔ تبھی دروازے پر دستک ہوئی۔ وہ اپنی سوچوں میں اتنی مگن تھی کہ آنے والے کی آہٹ تک نہ سن پائی۔

''السلام علیکم، کیسی ہے مریضہ؟'' اس کی... شوخ آواز کانوں میں پڑی تو وہ چونکی، وہ اس کے سامنے گلاب کے پھولوں کی ٹوکری لیے کھڑا تھا۔ ثریا نے جلدی سے اس کے لیے کرسی لاکر رکھی۔

''بیٹا تم بیٹھو، میں ذرا ہنڈیا دیکھ لوں اور تمہارے لیے اچھی سی چائے بناکر لاتی ہوں۔'' وہ حسیب اور رجا کو اکیلے میں بات کرنے کا موقع دینا چاہتی تھیں تاکہ دونوں جلد ہی کوئی فیصلہ کرلیں۔

''میں ٹھیک ہوں اور ان پھولوں کی ضرورت نہیں۔'' اس نے ٹیبل پر رکھی گلاب کے پھولوں کی ٹوکری کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''ہاں، آپ نے سچ ہی کہا۔ پھول کو پھولوں کی ضرورت تو نہیں ہوتی۔'' اس نے رجا پر ایک گہری نظر ڈالی وہ شرمندہ سی ہوگئی اور پھر آہستگی سے بستر سے اٹھی اور الماری میں سے اپنی سونے کی چین نکال لائی۔

''یہ لیجیے۔'' اس نے وہ سونے کی چین حسیب کی طرف بڑھائی۔

''یہ کیا؟'' وہ حیرت زدہ ہوگیا کہ وہ سونے کی چین اسے کیوں دے رہی ہے۔

''یہ فروخت کرکے آپ اپنا ادھار لے لیجیے۔ اگر پیسے کم ہوئے تو میں مزید پیسے آپ کو دے دوں گی۔ ابھی میرے پاس صرف یہ سونے کی چین ہے۔'' اس نے ہر لفظ چبا چبا کر کہا۔

''اوکے۔'' اس نے وہ چین ہاتھ میں لے لی۔ وہ بستر پر آبیٹھی۔

''آپ آرام کرلیجیے۔ میں چلتا ہوں مجھے یقین ہوگیا ہے کہ آپ ٹھیک ہوگئی ہیں۔ جو انسان لڑنے پر آجائے وہ صحت یاب ہی ہوتا ہے۔'' اس نے مسکرا کر اس کی اس حرکت کا خوب صورتی سے طعنہ دیا۔

''آپ کا بہت بہت شکریہ۔ میرا مطلب آپ کی انسلٹ کرنا نہیں تھا۔'' وہ پُرسکون انداز میں بولی۔ ثریا ٹرے میں چائے کے کپ اور بسکٹ لے آئیں۔

''خالہ بہت بہت شکریہ۔'' وہ مسکرا کر بولا۔

''بیٹا ہم تمہاری کیا خاطر کررہے ہیں۔ ہم غریب لوگوں کے پاس جو گھر میں ہوتا ہے وہ تمہارے سامنے لادیتے ہیں۔'' ثریا نے بسکٹ کی پلیٹ اس کی طرف بڑھائی۔

''مجھے بیٹا بھی سمجھتی ہیں... پھر کڑوی کڑوی باتیں بھی کرتی ہیں۔ ہاں، آپ کی بیٹی نے بل کی رقم ادا کردی ہے۔'' اس نے بسکٹ کھاتے کھاتے سونے کی چین ثریا کو دکھائی۔ ثریا کا چہرہ مارے شرمندگی

کے عجیب سا ہوگیا مگر وہ خاموش رہیں۔ حسیب نے تھوڑی باتیں کیں، پھر اٹھ کھڑا ہوا۔

''بیٹا رات کا کھانا کھا کر جانا۔ آلو گوشت اور سفید چاول بنائے ہیں۔'' ثریا نے بڑے خلوص سے اسے روکنا چاہا۔

''نہیں خالہ، آج نہیں ٹھہر سکتا۔ آج مجھے کسی کے گھر جانا ہے۔'' اس نے معذرت کرلی اور پھر خالہ ثریا کی طرف بڑھا۔ ''خالہ جان آپ مجھے اپنا بیٹا سمجھتی ہیں؟'' اس نے ثریا سے سوال کیا۔

''ہاں بیٹا تم میرے بیٹے جیسے ہی تو ہو۔'' ثریا نے اس کے سر پر پیار سے ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

''آپ میری کسی بات پر انکار تو نہیں کریں گی؟'' اس نے دوسرا سوال کیا۔

''نہیں مگر کیا بات ہے، بتاؤ؟'' ثریا فکرمند سی ہوگئیں۔ اس نے چین ثریا کے گلے میں ڈال دی اور پیار سے کہنے لگا۔

''یہ ایک بیٹے نے ماں کو تحفہ دیا ہے۔ اب اس پر آپ نے انکار کیا تو میں خفا ہوجاؤں گا اور کبھی اس گھر کا رخ نہیں کروں گا۔'' حسیب نے حتمی فیصلہ سنادیا۔

''یہ...... یہ حسیب صاحب، یہ آپ غلط کررہے ہیں۔'' وہ سب کچھ دیکھنے کے بعد جلدی سے بولی۔

''آپ ماں، بیٹے کے درمیان مت بولیں۔'' اس نے رجا کی طرف انگلی کا اشارہ کرکے بات ختم کی اور ثریا سے خدا حافظ کہہ کر گھر سے باہر نکل گیا۔ ثریا غصے سے رجا کو گھورتی رہ گئیں اور وہ بجھے دل سے بستر پر گر گئی۔

☆☆☆

''وہ نہیں آرہی تو اس کا مطلب یہ تھوڑی ہے تو پوسٹ آفس میں آس لگائے بیٹھا رہے۔ دو ماہ ہورہے ہیں بیٹا۔ تجھے اب اس کی تلاش باہر شروع کرنی چاہیے۔'' سکینہ نے اکرم کو بجھا بجھا دیکھا تو خفگی سے بولی۔

''اماں کہاں تلاش کروں، میں نہیں جانتا کہ وہ کدھر سے آتی تھی؟'' اس نے دونوں ہاتھوں کو مل کر جواب دیا۔

''بیٹا ڈھونڈنے سے تو خدا بھی مل جاتا ہے۔ وہ پوسٹ آفس کے آس پاس کے علاقے سے ہی آتی ہوگی بس کل سے پوسٹ آفس سے چھٹی ملتے ہی اس کی تلاش میں نکل جانا۔'' سکینہ نے اسے تسلی دی جو کئی روز سے صرف خطوط پڑھ کر افسردہ دکھائی دے رہا تھا۔

''اماں اگر وہ نہ ملی تو؟'' اکرم نے تڑپ کر پوچھا۔

''ناامیدی کفر ہے...... دل لگا کر تلاش کرو گے تو وہ مل جائے گی اور تیری ماں کی دعائیں بھی تو تیرے ساتھ ہیں۔''

''ہاں اماں تو ٹھیک کہہ رہی ہے۔ مجھے پوسٹ آفس سے اب نکل کر اسے تلاش کرنا چاہیے۔'' اکرم نے کچھ سوچ کر جواب دیا۔

''کس کی تلاش بیٹا؟'' قیوم صاحب کھانستے کھانستے کمرے میں داخل ہوئے۔ انہوں نے آخری بات سن لی تھی۔ اکرم گھبرا سا گیا۔ سکینہ نے بات کو سنبھالا۔

''اپنے ایک دوست کی بات سنا رہا ہے کہ وہ اپنی بیوی سے بچھڑ گیا ہے۔'' سکینہ نے بات کو گول مول کیا۔

''بیوی سے...... وہ کیسے؟'' قیوم صاحب نے حیرانی دکھائی۔

''اکرم کیا تیری ماں سچ بول رہی ہے؟'' سکینہ نے نظریں چرائیں تو قیوم نے بیٹے کو پکڑا۔

''ہاں ابا وہ میرا دوست ذیشان ہے ناں۔ اس کی بیوی اس سے الگ رہ رہی تھی۔ اب وہ اس کے ساتھ رہنا چاہتا ہے اس کے پرانے فلیٹ میں گیا مگر وہ وہاں سے کہیں اور شفٹ ہوچکی ہے۔ بس اس کی

بات بتا رہا تھا۔'' اکرم نے بات کو تفصیل دے کر باپ کو مطمئن کیا۔

''خدا اسے اپنے ساتھی سے ملا دے۔'' قیوم صاحب نے دعا دی اور پھر اپنی بیوی سے مخاطب ہوئے۔ ''سکینہ بہت بھوک لگی ہے کھانے کو کچھ مل سکتا ہے؟''

''ہاں، ہاں کیوں نہیں۔ چاول کو دم لگا کر آئی تھی۔ چل اکرم تو بھی ہمارے ساتھ کھانا کھالے۔'' سکینہ نے بیٹے سے کہا اور شوہر کو لے کر کمرے سے باہر آگئی۔

☆☆☆

وہ آفس سے گھر پہنچا تو اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ ریما گھر پر تھی۔

''کیسا لگا میرا سرپرائز؟'' وہ بھائی کے گلے لگ کر بولی۔ جو ایک مہینے کے بجائے دوسرے ہفتے ہی آگئی تھی۔

''مجھے یقین نہیں آرہا ہے۔'' وہ مسکرایا۔ اس نے حسیب کے بازو پر چٹکی کاٹی تو وہ چیخا۔

''اوہو یقین آگیا کہ تم آگئی ہو۔'' اس نے بازو کو مسلتے مسلتے شوخی سے جواب دیا۔

''چلیں، میں تیار ہوں۔ رحما بھابی کے گھر چلتے ہیں۔'' اس نے اپنے ڈریس پر نظر ڈال کر اس سے کہا وہ جدید فیشن کی قمیص اور ٹراوزر میں بہت پیاری لگ رہی تھی۔

''ابھی، اس وقت؟'' اس نے گھڑی پر نظر ڈال کر کہا۔ گھڑی رات کے گیارہ بجا رہی تھی۔

''تو کیا ہوا..... ابھی تو گیارہ بجے ہیں۔'' اس نے بے تابی سے جواب دیا اور اپنے بھائی کا بازو کھینچنے لگی۔ ''چلیں، مجھے اپنی بھابی دیکھنی ہے۔'' وہ شوخ ہوگئی۔

''ریما یہ وقت مناسب نہیں ہے۔ میں ان لوگوں سے بات کرلوں پھر صبح چلتے ہیں۔'' اس نے رحما کے متوقع رویے کے متعلق سوچ کر کہا۔

''بھائی کس سوچ میں پڑگئے؟'' اس نے حسیب کو سوچتے دیکھا تو مسکرا کر پوچھا۔

''میں سوچ رہا ہوں اگر تمہیں وہ پسند نہ آئی تو پھر کیا ہوگا تم اور رحما لڑتے رہو گے اور میں کس کے حق میں بولوں گا۔'' اس نے ہنس کر بات پلٹی جو ریما کو اس وقت رحما کے گھر نہیں لے جانا چاہتا تھا۔

''آپ بس میرے حق میں بولیں گے۔'' اس نے اپنے بالوں پر ہاتھ پھیرا۔ سلکی بالوں میں اس کی انگلیاں نہیں ٹھہری تھیں۔

''چلیں ناں بھائی۔'' اس نے پھر زور لگایا۔

''کل صبح چلتے ہیں۔ میں ابھی ان لوگوں سے بات کرلیتا ہوں۔'' اس نے جیب سے سیل فون نکال لیا اور خالہ عظمت کو کال کی۔ خالہ عظمت، رحما کے پاس بیٹھی اسے سمجھا رہی تھیں۔

''جو بھی ہوا اسے خدا کی مرضی سمجھ کر بھول جاؤ۔'' خالہ عظمت کا سیل فون بجنے لگا۔

''کس کا فون ہے؟'' رحما نے فکرمندی سے پوچھا اس نے خالہ عظمت کے نمبر سے ارمغان کو فون کیا تھا۔ اس نے ارمغان کے نمبر پر کئی دفعہ کال کی مگر پھر وہ نمبر آف آتا رہا۔ اسے ارمغان سے ایسی امید نہ تھی۔

''حسیب کا ہے۔'' خالہ عظمت نے سنجیدگی سے بتایا اور کال ریسیو کرلی۔

''ہیلو، خالہ، میں حسیب بات کررہا ہوں۔'' اس نے شائستگی سے بتایا۔

''ہاں بیٹا، کیسے ہو؟'' خالہ عظمت نے خوش دلی سے اس کا حال پوچھا۔

''جی خالہ میں تو ٹھیک ہوں بس سوچا کہ آپ کو بتاؤں کہ میری پیاری بہن ریما پاکستان آئی ہے اور شاید کل میں آپ لوگوں سے اسے ملوانے لے آؤں کیا ہم آسکتے ہیں؟'' حسیب نے مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا۔

''ہاں، ہاں..... کیوں نہیں..... بیٹا یہ تم ہی کا گھر ہے، جب دل چاہے آجاؤ۔'' خالہ نے خوش دلی سے اسے دعوت دی۔

رحما کا منہ لٹک گیا۔ وہ حسیب سے جتنا دور رہنا چاہتی وہ مزید اس کے قریب تر آرہا تھا۔ اس نے عظمت کو نفی کا اشارہ دیا..... مگر خالہ عظمت نے خاموش رہنے کا کہا۔

''ہاں بیٹا، رات کا کھانا ہماری طرف ہی ہوگا۔'' خالہ عظمت نے پھر اسے دعوت دی۔ رحما تپ گئی اور بستر سے اٹھ کر کمرے میں تیز تیز ٹہلنے لگی۔

''کیا ضرورت تھی اسے گھر بلانے کی؟'' خالہ عظمت کے فون بند کرتے ہی وہ چیخی۔

''اوہو..... رحما تم حسیب سے اتنی چڑ کیوں رہی ہو۔ وہ ہم سے ملنے آرہا ہے اور اس کی بہن بھی بڑے شوق سے ہمارے گھر آرہی ہے۔ کیسے میں ان لوگوں کو روکتی؟'' عظمت خالہ نے ساری تفصیل بتائی۔

''وہ اپنی بہن کو لے کر کیوں آرہا ہے؟'' وہ ڈر کر بولی۔

''مجھے نہیں پتا۔'' خالہ نے منہ بسور لیا۔

''خالہ، مجھے اس کی نیت خراب لگتی ہے۔'' وہ سوچ کر بولی۔

''یا خدا..... کیسی نیت؟'' وہ رحما کی بات پر گھبرا سی گئیں۔

''خالہ! کہیں ..... کہیں وہ..... وہ.....'' اس نے بات مکمل نہ کی اور سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔

''تم بس اپنی صحت کا خیال رکھو کیوں اِدھر اُدھر کا سوچ رہی ہو۔ بس سب کچھ بھول جاؤ اور تمام معاملے خدا پر چھوڑ دو۔ خدا سب سے بڑا ہے۔ بہت مہربان اور عظیم ہے۔ تمہارے دل سے واقف ہے، تمہاری مراد ضرور پوری کرے گا۔ بس تم فکر چھوڑ کر بھلی چنگی ہوجاؤ۔'' خالہ عظمت نے اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر سمجھایا۔ اس نے آنکھیں موند لیں۔

''میری بچی، تو سو جا۔ میں ثریا کو حسیب کی کل کی آمد کی اطلاع دیتی ہوں۔'' خالہ عظمت یہ کہہ کر رحما کے کمرے سے نکل گئیں اور اس نے دراز میں سے ارمغان کے سارے خطوط نکال کر پڑھنے شروع کردیے۔

☆☆☆

وہ دوپہر کے چار بج رہے تھے۔ جب اس نے پوسٹ آفس کے آس پاس علاقے میں چکر کاٹنے شروع کردیے۔

''کہیں تو وہ مجھے نظر آئے گی۔'' وہ ایک چوڑی گلی میں سے گزر رہا تھا۔ وہ ہر اس لڑکی کی طرف متوجہ ہوتا جس نے کالی چادر اوڑھی ہوتی، جو رحما سے مناسبت رکھتی تھی۔ لڑکیاں اسے اپنی طرف متوجہ پاکر کچھ تو ہنس دیتیں اور کچھ غصے سے گھورنے لگتیں مگر وہ لڑکیوں سے بے خبر اسے تلاش کررہا تھا۔ گرم ہوا کے جھونکے اس کے چہرے کو جھلسا رہے تھے مگر وہ سب سے بے پروا ہر گلی میں چکر کاٹ رہا تھا۔ پوسٹ آفس کے پاس بازار کی ہر دکان میں گیا مگر اسے رحما کہیں نظر نہیں آئی۔ ملتی بھی تو کیسے وہ تو حسیب کے لیے کھانا تیار کررہی تھی۔ اکرم نے ایک پورا علاقہ چھان مارا مگر اسے ناکامی ہوئی۔ اب نہ وہ کسی سے رحما کا نام لے سکتا تھا، نہ اس کا حلیہ بیان کرسکتا تھا۔ وہ رحما کو زمانے کی نظروں میں ذلیل کرنا نہیں چاہتا تھا۔ آخر کار تھک ہار کر وہ سات بجے واپس گھر پہنچا۔ سکینہ انتظار میں تھی وہ اپنے کمرے میں چلا گیا تو سکینہ بھی پیچھے پیچھے چلی آئی۔

سکینہ نے اس کی حالت دیکھی تو جلدی سے بادام کا شربت بنالائی اور بیٹے کو گلاس بھر کر دیا۔

''اماں ..... وہ نہیں نظر آئی۔'' اس نے ماں سے دکھی دل سے بات کی۔

''محنت کرتے رہو گے تو اک دن ضرور مل جائے گی۔ آج پہلا دن تھا اور بس خدا سے دعا کرو۔

وہ تمہاری دعا ضرور سن لے گا۔ چلو یہ شربت تو پیو۔“ سکینہ نے اسے گلاس تھمایا اور وہیں بیٹھ کر اسے محبت بھری نظروں سے دیکھنے لگی۔

”بیٹا اب تھوڑا آرام کر لو پھر جب کھانا تیار ہو جائے گا تو تمہیں جگا دوں گی۔“ سکینہ نے خالی گلاس اس کے ہاتھ سے لیا اور کچن میں جانے کو کھڑی ہوئی۔ وہ ماں کی بات پر خاموش رہا اور بجھے دل سے اپنے بستر پر لیٹ گیا۔

☆☆☆

”رحما! یہ ریما ہے، میری بہن۔“ حسیب نے اسے ایک ماڈرن لڑکی سے متعارف کروایا۔ ریما نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

”ہیلو رحما، کیسی ہو؟“ وہ بہت خوش دلی سے اس سے ملی۔

”جی، میں ٹھیک ہوں۔ آئیں بیٹھیں۔“ رحما نے بھی بڑے اخلاق سے اس کا خیر مقدم کیا۔

”آپ کی اماں کدھر ہیں؟“ ریما نے ثریا کے بارے میں پوچھا۔ اسے حسیب نے ثریا سے بات کرنے کے لیے سمجھایا ہوا تھا اس لیے وہ اس کی منتظر تھی۔

”جی اماں اور خالہ بازار تک گئی ہیں ابھی آجائیں گی۔“ اس نے گھبرا کر جواب دیا۔ ریما کے سوال پر وہ ڈر سی گئی کہ وہ اس کی ماں سے ملنے کے لیے کیوں بے قرار ہے۔

”رحما! آپ کی ایجوکیشن کیا ہے؟“ ریما نے مسکرا کر پوچھا۔ وہ اسے بہت معصوم اور سادہ سی لڑکی لگی۔

”جی..... میں نے بی اے کیا ہے۔“ اس نے شائستگی سے جواب دیا۔

”آپ نے مزید تعلیم کیوں جاری نہیں رکھی؟“ ریما نے کسی انٹرویور کی طرح سوال شروع کر دیے۔

”بس کچھ حالات ساتھ نہیں دے رہے تھے جس کی وجہ سے پڑھائی چھوڑ دی۔“ رحما نے جھوٹ سے کام نہ لیا۔

”آپ مجھے بہت اچھی لگی ہیں۔ سچ بولنے کی انسان میں ہمت ہونی چاہیے۔ میں نے ایسے ایسے لوگ دیکھے ہیں جو اپنی ظاہری حالت چھپائے رکھتے ہیں۔ ریئلی، آپ بہت اچھی ہیں۔“ اس نے رحما کا ہاتھ تھام لیا اور اپنے بھائی کو دیکھ کر آنکھ ماری جو خود رحما نے بھی دیکھ لی۔

”میں آپ کے لیے کیا لاؤں، ٹھنڈا یا گرم؟“ اس نے میزبانی کے فرائض ادا کرتے ہوئے پوچھا۔

”کچھ بھی گھر کی بنی ہوئی کوئی چیز۔“ اس نے خوشی سے جواب دیا۔

اس دوران حسیب اس سے بظاہر لاتعلق بنا اخبار پڑھتا رہا۔ ثریا کے گھر اخبار روز آتا تھا جسے پڑھ کر عظمت اور ثریا خوب حالات حاضرہ پر تبصرہ کرتیں۔

”حسیب بھائی آپ کیا لیں گے؟“ ریما نے بھائی سے پوچھا۔

”ہاں ...... جو تم چاہو......“ وہ مسکرایا اور اس نے پھر اخبار پر نظریں گاڑ دیں ..... رحما کچن کی طرف بڑھ گئی تو اسے اپنے پیچھے ریما کی آواز سنائی دی۔

”بھائی آپ کی چوائس بہت کمال کی ہے۔ ریئلی میں آپ کے لیے بہت خوش ہوں۔“ ریما نے خوشی خوشی اس کی تعریف کی۔

وہ کچن میں آکر گھبرا سی گئی۔ اس کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ ریما کے الفاظ اس کے کانوں میں گونجنے لگے۔

”بھائی آپ کی چوائس بہت کمال کی ہے۔“ یہ لوگ کہیں میرے لیے تو نہیں۔ وہ عجیب کشمکش میں مبتلا تھی۔

”اماں تو حسیب کو پہلے سے پسند کرتی ہیں۔ مجھ سے انکار کی وجہ پوچھیں گی تو کیا جواب دوں گی۔“ اس نے سوچتے ہوئے خود سے پوچھا مگر اسے کوئی

نہ ملا۔ جلدی سے سکنجبین بنائی۔ ٹرے میں سلیقے سے گلاس رکھے اور ایک لمبی سانس بھر کر کچن سے باہر نکل گئی۔ کمرے میں اب عظمت اور ثریا بھی ان کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھیں اور ایک خوشگوار سماں بنا ہوا تھا۔ رحما نے ٹرے ٹیبل پر رکھی اور سکنجبین گلاسوں میں ڈالنے لگی پہلے اس نے گلاس ریما کی طرف پھر حسیب کی طرف بڑھایا۔

”واہ..... اتنا مزے کا لیموں پانی۔“ ریما نے چسکی لے کر تعریف کی۔

”رحما کوکنگ بھی بہت اچھی کرتی ہے۔ تم لوگوں کے لیے اس نے چکن بریانی تیار کی ہے۔ بس تم لوگ انگلیاں چاٹتے رہ جاؤ گے۔“ خالہ عظمت نے رحما کی بھرپور انداز میں تعریف کی۔

”جی، جی ضرور۔ بھائی جان نے پہلے ہی رحما کی سب باتیں مجھ سے شیئر کی ہیں اور ہم لوگ یہاں رحما کے لیے تو آئے ہیں۔“ ریما نے اصل مقصد آنے کا بتایا۔

ثریا جنہیں پوری امید تھی کہ حسیب رحما کو پسند کرنے لگا ہے۔ وہ کھل اٹھیں۔ بھرپور نظروں سے رحما کو دیکھا۔ وہ دھڑکتے دل کے ساتھ اپنے کمرے میں آبیٹھی..... جو وہ سوچ رہی تھی وہی ہو گیا۔ اس کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔

”بچی ہے، شرما گئی ہے۔“ خالہ عظمت نے ہنستے ہوئے کہا اور پھر رحما کے کمرے میں آگئیں۔ وہ ارمغان کے سارے خطوط پھاڑ رہی تھی اور روئے جا رہی تھی خالہ عظمت نے اسے روکا۔

”رحما خود پر قابو رکھو۔ حسیب اور ریما ہمارے گھر موجود ہیں اور تم اپنی ماں کا سوچو..... جو حسیب کو پسند کرتی ہے۔“ خالہ عظمت نے اسے جھنجوڑ کر حقیقت بتائی۔

”میں حسیب سے شادی نہیں کرنا چاہتی۔“ وہ بضد تھی۔

تیسری بیوی

”تمہاری دو بیویاں کار کے حادثے میں ہلاک ہوئیں؟“ جج نے کٹہرے میں کھڑے ہوئے ملزم سے سوال کیا۔ ”دونوں مرتبہ کار کے بریک فیل ہونے کی وجہ سے حادثہ ہوا؟“

”تو کیا میں پوچھ سکتا ہوں۔“ جج نے گفتگو آگے بڑھائی۔ ”تمہاری تیسری بیوی کی موت زہر خوانی کی وجہ سے واقع ہوئی؟“

”تیسری بیوی!“ ملزم نے معصومیت سے جواب دیا۔ ”وہ ڈرائیونگ نہیں جانتی تھی۔“

مرسلہ: دُرِ فاطمہ، ملتان

گھڑی

دفتر کے کام سے ایک صاحب بذریعہ ہوائی جہاز کراچی سے لاہور جانے کے لیے گرتے پڑتے ذرا تاخیر سے ائرپورٹ پہنچے تو فلائٹ روانہ ہو رہی تھی۔ سرنگ نما راستے کا گیٹ بند ہو رہا تھا۔ وہ صاحب کاؤنٹر پر بیٹھی خاتون سے لڑنے لگے کہ انہیں بورڈنگ کارڈ دیا جائے اور ہوائی جہاز کو رکوایا جائے۔

”فلائٹ کا ٹائم تین بج کر دس منٹ ہے اور میری گھڑی میں ابھی تین بج کر پانچ منٹ ہوئے ہیں۔“ انہوں نے خاتون کو اپنی گھڑی دکھائی۔

ائرلائن کی ملازم خاتون نہایت تحمل اور شائستگی سے بولیں۔ ”وہ تو ٹھیک ہے سر لیکن آپ چونکہ یہاں موجود نہیں تھے اس لیے مجبوراً ہمیں اپنی ہی گھڑی دیکھ کر فلائٹ کو روانہ کرنا پڑا۔“

مرسلہ: صائمہ احمد، راولپنڈی

''بیٹا ارمغان کو بھول جاؤ اور جو تمہاری قسمت میں خداتعالیٰ نے لکھا ہے اسے خوشی خوشی قبول کرلو۔'' خالہ نے آرام سے سمجھانے کی کوشش کی۔

''نہیں خالہ، میں ارمغان کے پاس جاؤں گی اور اس سے ان خطوط کے متعلق پوچھوں گی کہ اس نے مجھ سے دھوکا کیوں کیا؟''

''تم پاگل ہوگئی ہو، کیا لندن جاؤ گی... کیسے لندن جاؤ گی؟'' خالہ عظمت نے غصے سے پوچھا۔ جو کانپتے ہاتھوں سے ارمغان کے خطوط دکھا رہی تھی۔

ثریا جو عظمت کو بلانے آئی تھیں انہوں نے دروازے کی آڑ میں سب کچھ سن لیا تھا وہ دل پکڑ کر رہ گئیں۔ آخری جملہ سن کر وہ دھڑام سے گر پڑیں۔

''اماں...... اماں۔''

''ثریا...... ثریا......'' رحما اور عظمت دونوں ثریا کی طرف بڑھیں، ثریا کی آنکھیں بند تھیں اور وہ بے ہوش ہوچکی تھیں۔

☆☆☆

''آپ روکیوں رہی ہیں خود کو سنبھالیں۔ آپ کی ماما کو کچھ نہیں ہوا ہے۔'' ریما نے اس کا ہاتھ تھام کر تسلی دی۔ وہ اسپتال میں بیٹھی روئے جارہی تھی کہ اس کی باتوں سے ثریا کو بہت تکلیف پہنچی ہے۔

خالہ عظمت تسبیح پڑھ رہی تھیں اور وہ سوچوں میں گم تھیں کہ ثریا کے ہوش میں آنے پر وہ انہیں کیا جواب دیں گی کہ انہوں نے اتنا بڑا راز کیسے ان سے چھپائے رکھا۔ حسیب ایک ڈاکٹر کے ساتھ باتوں میں مصروف نظر آیا۔ وہ جلدی سے حسیب کی طرف بڑھی اور تڑپ کر پوچھا۔

''حسیب اماں کیسی ہیں...... کیا انہیں ہوش آگیا؟''

''جی ہوش تو آگیا ہے مگر ابھی ان سے ملنے کی اجازت نہیں ہے۔ وہ کافی اپ سیٹ ہیں، انہیں خوشی دیجیے کچھ دنوں کے لیے کوئی پریشانی والی بات ان کے سامنے نہیں ہونی چاہیے۔ یہ دل پر چھوٹا سا اٹیک تھا احتیاط نہ کی تو بات بگڑ سکتی ہے۔'' ڈاکٹر نے تفصیل بتا کر اسے ہدایت دی۔

''جی ڈاکٹر صاحب...... ہم خیال رکھیں گے۔'' خالہ عظمت نے جواب دیا جو ڈاکٹر کے آنے پر وہاں آکھڑی ہوئی تھیں۔

''تھینک گاڈ۔'' ریما نے حسیب کی طرف دیکھ کر کہا وہ کافی پریشان دکھائی دے رہا تھا۔

''بیٹا تم لوگوں کو اب گھر جانا چاہیے۔ ریما اور تم کافی تھک گئے ہو۔'' خالہ عظمت نے ان دونوں سے مخاطب ہوکر کہا۔

''نہیں، میں ٹھیک ہوں آنٹی۔'' ریما نے جواب دیا۔

''بیٹا تم ریما کو لے کر گھر جاؤ۔ ہم لوگ تمہیں فون کرلیں گے اگر کسی چیز کی ضرورت ہوئی۔'' خالہ عظمت نے حسیب کے سر پہ پیار سے ہاتھ پھیر کر اسے سمجھایا۔

''او کے، رحما میں چلتا ہوں، آپ کو کسی قسم کی کوئی ضرورت ہو تو پلیز فون کرلیجیے گا۔'' حسیب نے رحما کو مخاطب کیا جو کسی سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی کہ اس کی ماں کو خوشی کے علاوہ کسی چیز کی ضرورت نہیں۔

''جی، جی ضرور۔'' اس نے نظریں جھکائے جھکائے جواب دیا۔ ریما نے رحما کو گلے سے لگالیا۔

☆☆☆

''اماں میں حسیب سے شادی کے لیے تیار ہوں۔ آپ اس کے گھر ہاں کا پیغام بھیج دیں۔'' اس نے ماں کو سوپ پلاتے ہوئے اطلاع دی۔ کئی دنوں سے وہ ثریا کو سوچوں میں گم دیکھ رہی تھی، اس نے آخرکار اپنا فیصلہ سنادیا۔

''سچ......!'' وہ اچھل اٹھیں۔

''ہاں، اماں۔'' اس نے ماں کو مسکرا کر جواب دیا جیسے وہ یہ فیصلہ مجبوری کے تحت نہیں لے رہی ہو

خوشی خوشی کر رہی ہو۔

''تم سچ کہہ رہی ہو۔ عظمت...... عظمت۔'' ثریا نے عظمت کو پکارا جو باورچی خانے میں اپنے لیے چائے بنانے گئی تھیں۔ عظمت بھاگی بھاگی آئیں۔

''کیا ہوا ثریا؟'' انہوں نے فکرمندی سے پوچھا۔

''عظمت، حسیب کو فون کردو...... ریما کو فون کردو کہ رحما نے شادی کے لیے ہاں کردی ہے۔'' ثریا نے خوشی خوشی بتایا۔

''سچ!'' خالہ عظمت بھی خوشی سے چیخیں۔

''ہاں، پوچھ لو رحما سے۔'' ثریا نے مسکراہٹ سجا کر کہا۔

''ہاں، خالہ میں حسیب سے شادی کے لیے تیار ہوں۔'' اس نے مسکرا کر اپنا فیصلہ سنایا۔

''یا خدا تو نے میری دعا سن لی۔'' خالہ عظمت نے دل پر ہاتھ رکھ کر اپنے خدا کو یاد کیا جو ہر وقت رحما کی بہتری کے لیے دعائیں مانگتی تھیں۔

''تم نورین کو بھی بتادو۔ وہ بھی بہت خوش ہوگی۔'' ثریا نے نورین کو یاد کیا۔

''ہاں...... ہاں سب کو بتاتی ہوں۔ خود کو سنبھالو ثریا۔'' عظمت نے ان کا ہاتھ تھاما جو رحما کے فیصلے سے لمبی لمبی سانسیں کھینچ رہی تھیں۔

''بس بوڑھی ہوگئی ہوں ناں تو خوشی بھی برداشت نہیں کرسکتی۔'' ثریا نے لیٹے لیٹے جواب دیا۔

''تم حسیب کو فون کردو، بڑا پیارا بچہ ہے۔'' ثریا نے آنکھیں بند کرکے ہدایت دی۔

''ہاں...... ہاں ابھی کردوں گی۔'' عظمت نے کہا اور رحما خاموشی سے ماں کے پاس بیٹھی رہی۔

☆☆☆

وہ شدید بخار میں مبتلا تھا اور سکینہ کی جان پر بنی ہوئی تھی۔

''اکرم تو فکر مت کر...... تو مجھے رحما کا حلیہ بتادے میں کل سے ہی اسے تلاش کروں گی۔'' سکینہ نے اسے دوا تھمائی اور پیار سے تسلی دی۔

''اچھا اماں۔'' اس نے آہستہ سے جواب دیا اور آنکھیں موندلیں۔

''اکرم وہ لڑکی ضرور مل جائے گی اور نہیں ملتی تو سمجھ لینا کہ وہ تیرے نصیب میں نہیں تھی۔'' سکینہ نے افسردگی سے بات ختم کی، وہ بیٹے کی محبت کو جاننا چاہتی تھی کہ وہ کس حد تک اس لڑکی کی محبت میں ڈوبا ہوا ہے۔

''اماں آپ فکر نہ کریں مجھے کچھ نہیں ہوگا۔'' اس نے ماں کی بات کو سمجھ کر جواب دیا۔ سکینہ کی آنکھیں پُرنم ہوگئیں۔

''نہ جانے مجھ سے کیا گناہ ہوگیا ہے جو خداتعالیٰ نے میرے دونوں بچوں کو یہ غم دے دیا۔ فاطمہ کی محبت اسے نگل گئی اور تو بھی تڑپ رہا ہے۔'' سکینہ کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔

''اماں...... بس، بس یہ رونا کیسا؟'' وہ اٹھ کر بستر پر بیٹھ گیا۔ خود ڈوبتا جارہا تھا مگر اپنی ماں کو حوصلہ دینے سے باز نہ آیا۔

''بیٹا وہ نہ ملی تو کیا تو مجھے چھوڑ کر فاطمہ کی طرح......'' سکینہ نے بات کو ادھورا چھوڑ دیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

''اماں آپ کو کیا ہوگیا ہے۔ میں رحما کی وجہ سے بیمار تو نہیں پڑا ہوں۔'' اس نے اپنے زخمی دل کو ماں سے چھپالیا اور مسکرایا۔

''تو سچ کہہ رہا ہے؟'' وہ روتے روتے بیٹے کو دیکھ کر بولی۔

''اماں میرے اور رحما کے درمیان کوئی ایسا تعلق نہیں بنا جو میں اس کے لیے آپ کو چھوڑنے کا فیصلہ کروں۔ آپ میری جان ہیں۔'' اس نے ماں کو بوسہ دیا۔ سکینہ، اکرم کے سینے سے لگ گئی جو بہت دکھی تھی۔ بیٹی کی موت نے اسے بے حد کمزور دل بنادیا تھا۔

اکرم نے ماں کا دل بہلانے کی غرض سے اِدھر اُدھر کی باتیں کرنا شروع کر دیں۔

☆☆☆

''آپ لوگ منگنی پر آ رہے ہیں کہ نہیں؟'' اس نے ہنس کر نورین سے پوچھا۔

''میں آ رہی ہوں مگر وہاب کا پروگرام نہیں لگ رہا۔'' نورین نے گرم جوشی سے بتایا۔ جب حسیب نے انہیں اپنی منگنی کا دعوت نامہ فون کر کے دیا۔

''سالی آدھے گھر والی، آئی نو کہ آپ ضرور میری منگنی میں شامل ہوں گی۔'' وہ مسکرا کر بولا۔

''جی نہیں، میں بھابی بن کر شامل ہو رہی ہوں۔'' اس نے اکڑ کر جواب دیا۔

''سچ..... اگر ایسی بات ہے تو پھر آپ میرے گھر سے جائیں گی۔'' اس نے ہنس کر کہا۔

''نہیں بھئی نہیں۔ میں ای کی طرف سے آؤں گی۔ وہ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہے۔'' نورین نے قہقہہ لگا کر بتایا۔

''ایک بات پوچھوں..... آپ کی سہیلی میں اتنا غصہ کیوں ہے؟'' اس نے ہنس پوچھا۔

''وہ بچپن میں غلطی سے رحما نے پٹاخے، ٹافیاں سمجھ کر کھا لیے تھے اس لیے وہ ہر وقت غصے میں رہتی ہے۔'' اس نے ہنسی دبا کر سنجیدگی سے کہا تو حسیب ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہو گیا۔

''پٹاخے..... سچ..... ٹافیاں.....'' وہ ہنستا چلا گیا۔

''ہنس لو..... ہنس لو شادی سے پہلے جتنا ہنسنا چاہتے ہو ہنس لو پھر شاید رحما ہنسنے نہ دے۔'' نورین نے اسے ڈرایا۔

''اچھا وہ کیوں؟'' حسیب نے ڈرنے کی ایکٹنگ کی جبکہ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ سجی ہوئی تھی۔

''بس میں نے یہ سنا ہے کہ میری جدائی کے بعد اس نے ڈریکولا سے دوستی کر لی تھی۔'' نورین نے ڈرتے ڈرتے ہلکی آواز میں بتایا۔

''ہاہاہا..... توبہ توبہ بہت خطرناک سہیلی ہے۔ میں بھی آپ کی خطرناک سہیلی سے دوستی کرنا چاہتا ہوں پلیز میری مدد کیجیے اور اپنی سہیلی محترمہ سے کہہ دیجیے کہ معصوم سے حسیب احمد کے چھوٹے سے تحفے سیل فون کو قبول کر لے۔'' حسیب نے تحفے کا ذکر کیا جس کے لیے اصل میں اس نے نورین کو کال کی تھی۔

''اس کا مطلب ہے ہماری یاد آپ کو نہیں آئی تھی۔'' وہ غصے سے بولی۔

''اوہو بھابی، آپ کی یاد تو ہر وقت آتی ہے۔ آپ ہی تو رابطے کا ذریعہ ہیں۔''

''ہاہاہا..... اس کا مطلب ہے کہ میں آپ کی لو اسٹوری میں مین کردار ہوں..... گڈ تھینک یو۔'' وہ شوخ ہوئی۔

''بھابی، رحما کو دیکھتا ہوں تو اسے بہت افسردہ پاتا ہوں کیا اس کے پیچھے کوئی بات ہے؟'' اس نے نورین سے رحما کے دل کے متعلق پوچھا وہ یکدم گھبرا گئی مگر اس نے خود پر قابو پا کر کہا۔

''نواب زادے، رحما بہت مطمئن لڑکی ہے اور شاید تمہیں دیکھ کر افسردہ ہو جاتی ہے۔ بے چاری سوچ رہی ہو گی کہ خدا تعالیٰ نے کیا نصیب میرے لیے بنایا ہے۔'' اس نے بات کو مذاق میں چھپا لیا۔

''ہاہاہا..... اب میں اتنا بھی برا نہیں ہوں۔'' وہ ہنسا۔

''میں رحما تک آپ کی درخواست پہنچا دوں گی اگر اس نے چاہا تو بات ہو جائے گی۔''

''مجھے اندازہ ہے کہ درخواست نامنظور ہو گی۔'' اس نے قہقہہ لگایا اور وہ بھی اس کی بات پر ہنس دی۔

☆☆☆

''بھابی آپ کو یہ کلر پسند آیا؟'' ریما نے ایک خوب صورت کام والے کرتے کو رحما کی طرف کیا جو

باتوں سے انجان اس کے ساتھ شاپ پر بیٹھی تھی۔

''بھابی!'' اس نے پھر مخاطب کیا۔

''ہاں..... ہاں، ریما۔'' وہ چونکی۔

''آپ کدھر کھو جاتی ہیں۔ آپ کو یہ سوٹ تو کیا خرید لیں؟'' ریما نے ایک مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا۔

''ہاں۔'' اس نے آہستہ سے کہا۔

''بھابی، ہر سوٹ میں پسند کر رہی ہوں جبکہ پسند تو آپ کی ہے۔'' اس نے رحما کا ہاتھ تھام کر ہنستے ہنستے کہا۔ سیلز مین بھی مسکرانے لگا۔

''نہیں، نہیں میں سب سوٹ دیکھ رہی ہوں۔'' وہ شرمندہ سی ہو گئی۔

''کوئی اور اچھی سی چیز دکھائیں جس پر ہماری بھابی کی نظریں خود بہ خود ٹھہر جائیں۔'' اس نے ہنستے ہوئے سیلز مین سے کہا۔

''او کے میم۔'' اس کے ہاتھوں میں تیزی آ گئی اور وہ ایک سے ایک اچھے اچھے جوڑے نکال نکال کر دکھانے لگا۔

''بھابی یہ ی گرین اور ٹی پنک کیسا ہے؟'' ریما نے پھر رحما کو مخاطب کیا۔ وہ بس گم صم ہو کر کپڑے دیکھ رہی تھی مگر اپنی پسند کا اظہار نہیں کر رہی تھی جسے ریما نے محسوس کیا۔

''ہاں یہ اچھا ہے۔'' وہ ریما کے بجھے چہرے کو دیکھ کر کچھ سنبھلی اور اپنے چہرے پر مسکراہٹ سجائی۔

''تھینک گاڈ آپ کے چہرے پر مسکراہٹ تو آئی ورنہ میں تو یہ سوچ رہی تھی کہ شاید آپ کو ہمارے بھائی ہی پسند نہیں ہیں۔'' اس نے تشویش سے کہا۔

''نہیں ایسا کچھ نہیں ہے۔'' اس نے کانپتے ہونٹوں سے کہا۔ جبکہ سچ تو یہ تھا کہ وہ حسیب کو بھی وہ جگہ نہیں دینا چاہتی تھی جو مجبوری میں وہ دے رہی تھی۔

''مطلب آپ میرے بھائی سے محبت کرتی ہیں؟'' اس نے رازداری سے پوچھا تو وہ شرما سی گئی اور اس نے ہونٹوں پر مسکراہٹ سجا لی۔

''بھائی تو بہت لکی ہیں جنہیں اُن کی محبت مل گئی بس میں ہی بدقسمت رہ گئی۔'' اس نے اپنے دل کا حال بیان کیا۔

''کیا مطلب، آپ بدقسمت کیسے؟'' رحما نے اس پر گہری نظر ڈال کر پوچھا۔

''بس کوئی ہے جو میرے دل پر حکومت کر رہا ہے۔'' اس نے آہستہ سے بتایا۔

''کون؟'' رحما نے جاننا چاہا۔

''اوہو بھابی کیا یہاں شاپ پر اپنی لو اسٹوری سنا ڈالوں۔ میری بک بک تو چلتی رہے گی پہلے آپ شادی کی شاپنگ مکمل کر لیں۔'' اس نے جلدی جلدی رحما کی پسند کے جوڑے پیک کروائے اور بل ادا کر کے دونوں گاڑی میں آ بیٹھیں۔

☆☆☆

آسمان پر گھنے بادل چھائے ہوئے تھے..... اور وہ رحما کی دُھن میں بھٹک رہا تھا۔ ہر گلی، ہر دکان، ہر جگہ اس نے رحما کو تلاش کیا مگر وہ اسے کہیں نہ ملی..... ملتی بھی کیسے وہ تو کسی اور کے نام کی مہندی لگا چکی تھی۔ ریما اُسے مہندی لگوا کر اپنے گھر کے لیے روانہ ہوئی تو اچانک اکرم اس کی گاڑی سے آ ٹکرایا..... جو اس وقت ہر چہرے میں رحما کا چہرہ دیکھ رہا تھا..... وہ ریما کی گاڑی سے ٹکرا کر زمین پر جا گرا۔

''اندھے ہو کیا؟'' وہ گاڑی سے نکل کر بولی..... وہ کپڑے جھاڑتے ہوئے اٹھا۔ ریما کی نظریں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اس نے اپنے ہاتھ پر چٹکی کاٹی پھر حیرت سے بولی۔

''اکرم..... آپ؟'' اکرم بھی ریما کو دیکھ کر مسکرانے لگا۔

''ریما! تم اور یہاں۔''

''میں خواب تو نہیں دیکھ رہی ہوں؟'' ریما اس کے پاس آکھڑی ہوئی اور اس نے حیرانی سے کہا۔

''نہیں...... تم حقیقت میں ہو اور میں وہی اکرم ہوں جس کا تم نے کالج میں برا حال کیا ہوا تھا۔ تمہاری تو کھانے پینے کی فرمائشیں ہی پوری نہیں ہوتی تھیں۔'' وہ ہنس کر بولا۔

''تم نے مجھے یاد رکھا ہوا تھا؟'' وہ شوخ ہوئی۔

''تم کوئی بھولنے کی چیز تھوڑی ہو، اچھا بتاؤ...... حبیب کیسا ہے اور تم لوگ لندن سے یہاں کب شفٹ ہوئے؟''

''تم حبیب سے نہیں ملے ابھی تک؟'' وہ حیرت سے بولی۔

''نہیں یار...... میں کیسے ملتا، مجھے تو یہ پتا تھا کہ تم لوگ لندن میں ہو۔'' اکرم نے بے بسی ظاہر کی۔

''میں اور بھائی دونوں تم سے بے حد خفا ہیں، تم نے گھر شفٹ کرلیا، اپنی بہن فاطمہ کی موت کے بعد تم نے ہم سے تعلق ہی توڑ لیا...... آنٹی کیسی ہیں اور انکل؟'' اس نے سنجیدگی سے پوچھا...... اس کے چہرے پر افسوس تھا، وہ اس کی بہن کے مسئلے سے آگاہ تھی۔

''اماں ٹھیک ہیں، تم لوگ کسی دن چکر لگاؤ گھر کا۔'' اکرم نے بخوشی دعوت دی۔

''ہم نہیں آسکتے تمہارے گھر۔''

''کیوں......؟'' وہ حیرت سے پوچھنے لگا۔

''کل حبیب کی منگنی جو ہے۔'' وہ شریر لہجے میں بولی۔

''سچ بتاؤ، شکر ہے خدا نے تم سے میری ملاقات کروادی ورنہ میں اپنے دوست کی منگنی انجوائے نہ کرسکتا۔''

''اچھا اچھا...... بس آپ حبیب کے ہی دوست ہیں اور میرے نہیں۔'' وہ منہ بسورتے بولی۔

''تمہارا بھی ہوں۔'' اس نے مسکرا کر جواب دیا۔

''چلیں، آپ کو گھر تک چھوڑ دیتی ہوں۔ کہیں پھر نہ آپ مجھ سے گم ہوجائیں۔'' وہ ہنستے ہنستے بولی اور اس نے اکرم کے لیے کار کا دروازہ کھولا۔ وہ فرنٹ سیٹ پر آبیٹھا۔ اس نے بھی ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی۔

''تمہاری فیورٹ غزل اب بھی میں سنتی ہوں۔'' ریما نے جلدی سے کیسٹ پلیئر آن کیا۔

تیرے بارے میں جب سوچا نہیں تھا
میں تنہا تھا مگر اتنا نہیں تھا

اکرم کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی اور ریما غزل کے ساتھ ساتھ گنگنانے لگی۔

☆☆☆

نورین منگنی میں شامل نہیں ہوسکی تھی۔ اس کی وجہ اس کا امید سے ہونا تھا۔ رحما نے اس لیے اسے بخش دیا...... وہ بلیو اور پنک کمبی نیشن کے لہنگے میں بہت پیاری لگ رہی تھی جو بھی اسے دیکھتا بس دیکھتا رہ جاتا...... وہ ہر بات کو بھلا کر اپنی ماں کی خوشی میں خوش تھی۔

''میری بچی پر ماشاء اللہ سے کتنا روپ آیا ہے۔'' ثریا نے پیار سے رحما کی طرف دیکھ کر عظمت کو بتایا۔

''تمہاری بچی نہیں...... بلکہ ہماری بچی......'' وہ ہنس کر بولیں۔

''ہاں، ہاں۔'' ثریا نے عظمت کا ہاتھ ہنستے ہوئے تھام لیا۔

''آپ بہت پیاری لگ رہی ہیں۔'' اس نے رحما کے کان میں سرگوشی کی۔ وہ گھبرا سی گئی اور جواب نہ دیا۔

''ہماری منگنی ہونے جارہی ہے اگر میں آپ کو اب بھی اچھا نہیں لگتا تو آپ انکار کرسکتی ہیں۔''

حبیب نے سرگوشی کی۔ رحما نے سر جھکا لیا تو وہ مسکرانے لگا۔

''یہ دیکھو تو کون آیا ہے بھائی......'' ریما، اکرم کے ساتھ اس کے پاس آکھڑی ہوئی...... حبیب اکرم کو دیکھ کر دنگ رہ گیا۔

اور اکرم کی تو دنیا ہی لٹ گئی...... اس کی محبت رحما دلہن کے لباس میں سر جھکائے اس کے ساتھ بیٹھی تھی۔

''اکرم...... تم میرے یار۔'' حبیب نے اسے گلے سے لگایا جو بچپن سے اس کے ساتھ پڑھا لکھا تھا اور اس کا بہترین دوست تھا۔

''مجھے تمہارا یہ سرپرائز بہت اچھا لگا۔'' اس نے ہنس کر اکرم کو دیکھا۔

''بھابی جی سے تو اکرم کا تعارف کروائیں ناں!'' ریما شوخ ہوئی۔ وہ خود بھی بہت پُرکشش نظر آرہی تھی۔

''رحما یہ اکرم ہے۔ میرا بہت پیارا دوست۔'' حبیب نے رحما سے اسے متعارف کروایا۔

رحما نے نظریں اٹھائیں تو سامنے اکرم کو دیکھ کر وہ گھبرا سی گئی اور اس گھبراہٹ کا احساس صرف اکرم کو ہوا تھا۔

اکرم نے شائستگی سے منگنی کی مبارک باد دی۔ اس نے ''شکریہ'' کہہ کر سر جھکا لیا اور اس کے ہاتھ کانپنے لگے جو صرف اکرم نے دیکھا، وہ سمجھ گیا کہ رحما اسے دیکھ کر نروس ہورہی ہے۔ وہ اپنی محبت اور اپنے دوست کی خوشیوں کو تباہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس نے اسٹیج سے خود کو دور کرلیا۔

''اکرم، تم کہاں جارہے ہو؟'' ریما نے اسے پکارا۔

''وہ اِک ضروری فون آگیا ہے۔'' اس نے جھوٹ بول کر وہاں سے دوری اختیار کی۔ رحما نے اسے اِک نظر دیکھا اس نے رحما کو پیار سے دیکھا اور پھر ہال سے باہر نکل گیا۔ رحما بے چین سی ہوگئی اور دل ہی دل میں گھبرانے لگی کہ کہیں اکرم، حبیب کو ارمغان اور اس کے خطوط کے متعلق بتانہ دے۔ اس سے پہلے کہ وہ مزید سوچتی حبیب نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

''اجازت ہے؟'' اس نے ہاں میں سر ہلادیا۔ ریما نے پیار سے اپنے بھائی کو انگوٹھی تھمائی۔ حبیب نے وہ ہیرے کی انگوٹھی رحما کی انگلی میں ڈال دی۔

سارا ہال تالیوں اور مبارک باد سے گونج اٹھا۔ ثریا نے دونوں کے سر پر پیار دیا۔ خالہ عظمت نے ڈھیروں دعائیں دیں۔ وہ ہر کسی سے انجان، ہال کے باہر دروازے کو دیکھ رہی تھی۔ اسے اکرم کا انتظار تھا مگر وہ ہال میں واپس نہ آیا۔

☆☆☆

وہ ہال سے باہر آکر لمبی لمبی سانسیں لینے لگا۔ اس نے ایسی صورتِ حال کے بارے میں کبھی سوچا نہ تھا۔ خدا نے اس کی قسمت میں جدائی لکھ دی تھی پھر اس نے وہاں ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا۔ اس نے رحما کی سوچ سے محبت کی تھی۔ رحما کے احساسات اس کے دل پر چھائے ہوئے تھے۔ وہ خود بھی اس محبت کو سمجھ نہیں رہا تھا کہ کیوں اس کی باتیں اس کے ذہن پر چھائی ہوئی تھیں...... کیوں نہیں وہ رحما کو بھلا سکتا جبکہ وہ تو اس سے محبت نہیں کرتی۔ وہ یہ سوچ کر گھر پہنچا اور اس نے خود کو کمرے میں بند کرلیا۔ رحما کے سارے خطوط نکال کر پڑھتے پڑھتے اس نے اپنے سینے سے لگائے اور آنکھیں بند کرلیں۔ اسے اندازہ تھا کہ وہ اپنی محبت ہار چکا ہے اور یہ خط ہی اس کے جینے کا سہارا ہیں۔ وہ آہستہ آہستہ خطوط پر ہاتھ پھیرنے لگا جیسے وہ ان خطوط کو جاندار تصور کررہا ہو اور انہیں احساس دلانا چاہتا ہو کہ وہ ان سے شدید محبت کرتا ہے۔

تیسرا اور آخری حصہ اگلے ماہ پڑھیں
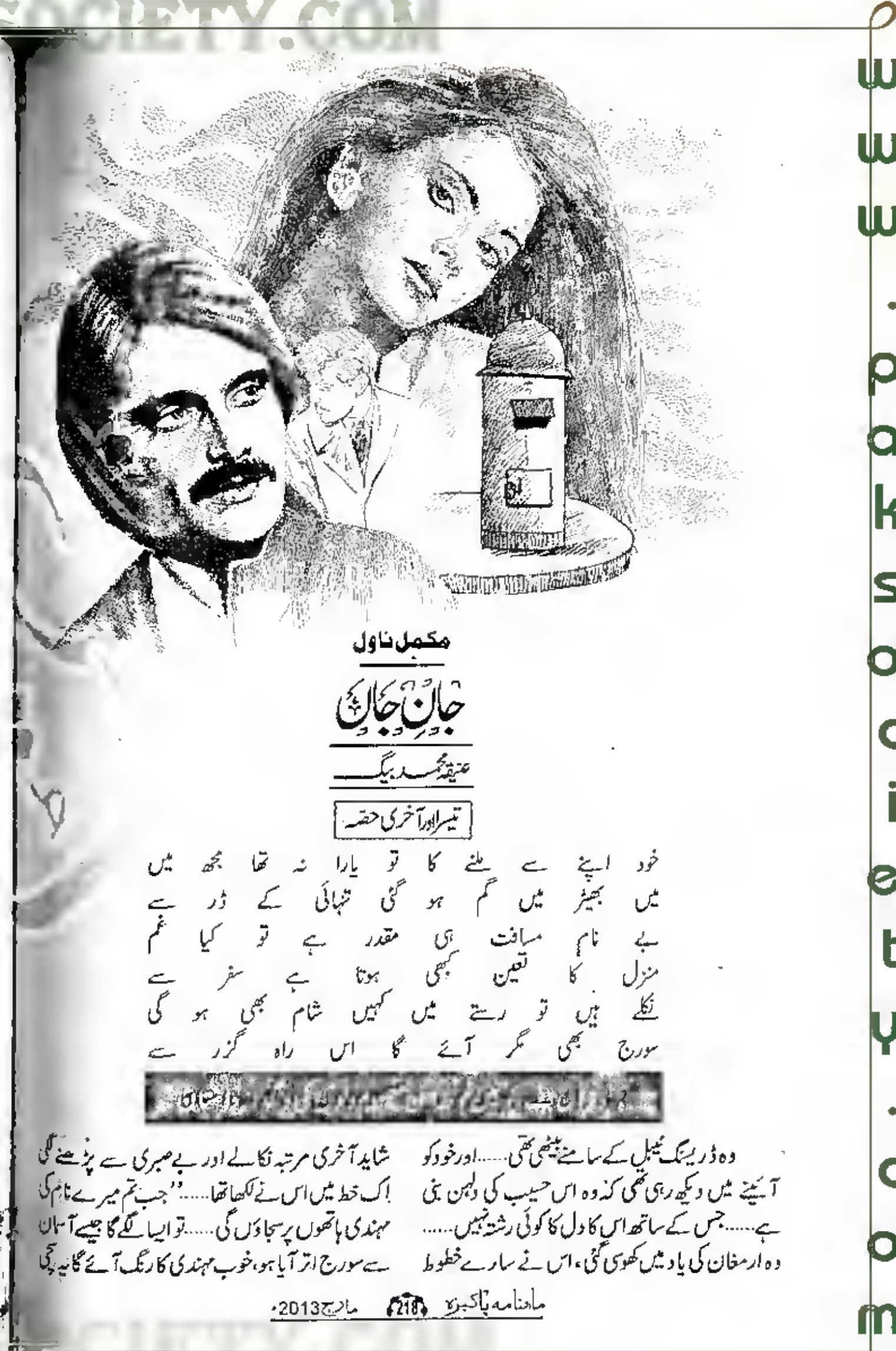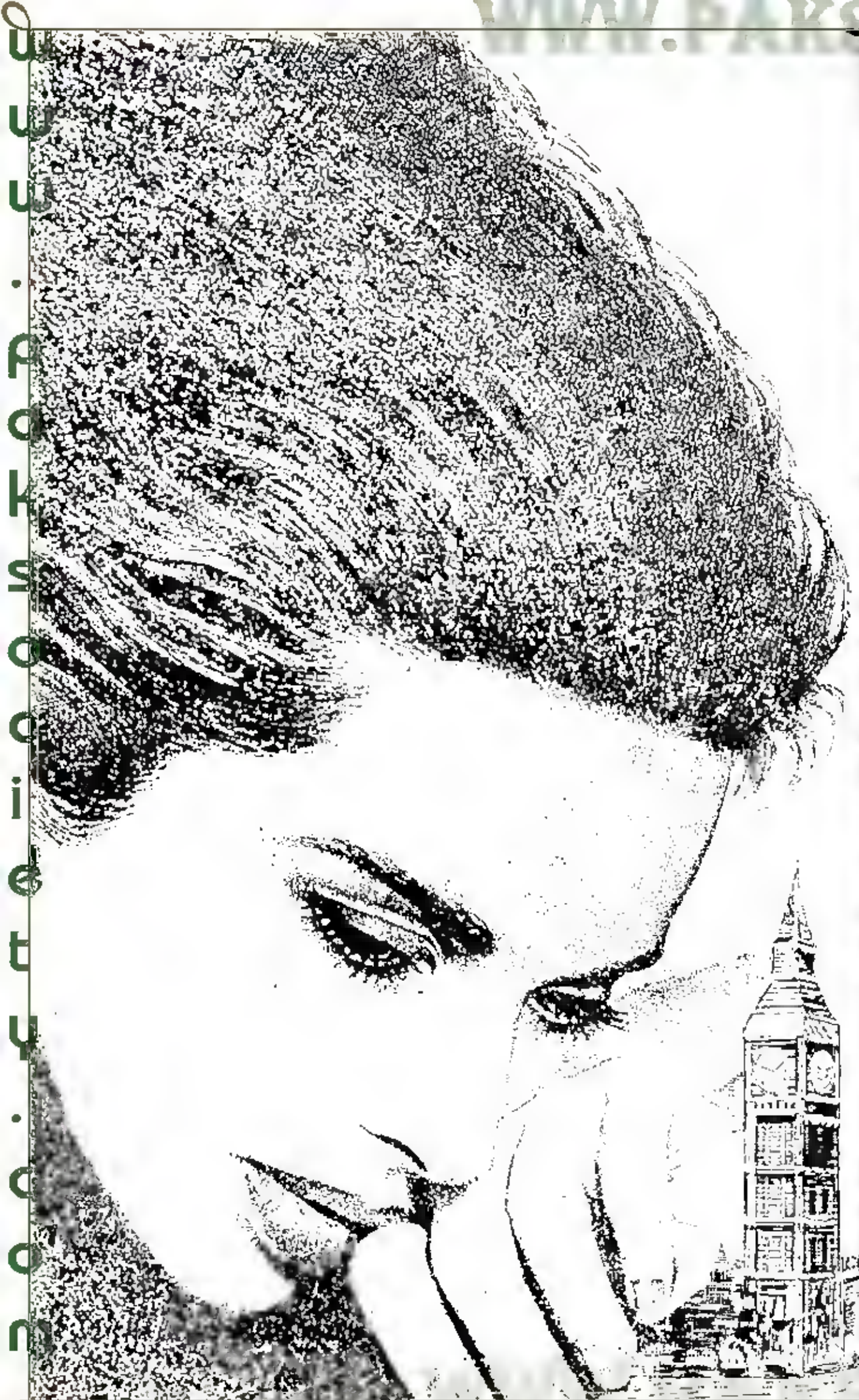
مکمل ناول

جانِ جاں

عتیقہ محمد بیگ

تیسرا اور آخری حصہ

خود اپنے سے ملنے کا تو یارا نہ تھا مجھ میں
میں بھیڑ میں گم ہو گئی تنہائی کے ڈر سے
بے نام مسافت ہی مقدر ہے تو کیا غم
منزل کا تعین کبھی ہوتا ہے سفر سے
نکلے ہیں تو رستے میں کہیں شام بھی ہو گی
سورج بھی مگر آئے گا اس راہ گزر سے

وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھی تھی...... اور خود کو آئینے میں دیکھ رہی تھی کہ وہ اس حسیب کی دلہن بنی ہے...... جس کے ساتھ اس کا دل کا کوئی رشتہ نہیں...... وہ ارمغان کی یاد میں کھوسی گئی۔ اس نے سارے خطوط شاید آخری مرتبہ نکالے اور بے صبری سے پڑھنے لگی اک خط میں اس نے لکھا تھا...... ”جب تم میرے نام کی مہندی ہاتھوں پر سجاؤں گی...... تو ایسا لگے گا جیسے آسمان سے سورج اتر آیا ہو، خوب مہندی کا رنگ آئے گا یہ بھی

محبت کی نشانی ہے۔'' اس نے اپنی ہتھیلیوں کو کھولا...... مہندی کا رنگ بہت گہرا چڑھا تھا۔ وہ رونے لگی۔ اور اس کے آنسو ہتھیلیوں پر گرنے لگے۔

''ارمغان...... تم نے مجھے ایسی محبت کا احساس کیوں دلایا...... جبکہ تم تو مجھ سے محبت کرتے ہی نہیں ہو۔'' اس نے روتے روتے خط کو مٹھی میں دبایا...... پھر وہ روتے ہوئے گھٹے گھٹے انداز میں چیخنے لگی۔ ''تم نے مجھے دھوکا کیوں دیا...... کیوں؟'' وہ بے قابو سی ہوگئی۔ اس نے ارمغان کے ہر خط کو سچ مان لیا تھا... وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ اس محبت کا احساس ارمغان نے نہیں...... بلکہ اکرم نے اسے دلایا ہے، اس کی باتوں سے بے پناہ محبت جھلکتی تھی...... وہ رحما کو ٹوٹ کر پیار کر بیٹھا تھا مگر صرف خطوط کے ذریعے...... اور رحما بھی ان لفظوں کی دیوانی تھی کیونکہ اس کے نزدیک تو وہ ارمغان کے الفاظ تھے۔ ان خطوط کے سہارے وہ اب تک امید بھری سانسیں لے رہی تھی۔ اس نے ڈریسنگ ٹیبل پر سر جھکا لیا...... آنکھیں موند لیں، یہ خطوط دیکھ کر اسے کچھ سکون مل رہا تھا جیسے وہ اس کے پاس بیٹھا ہو، اس نے بڑی بے صبری سے دراز میں سے سیل فون نکالا اور ارمغان کے نمبر پر کال کرنے لگی...... دوسری طرف نمبر آف جا رہا تھا۔ وہ کانپتے ہونٹوں سے بولی۔

''ارمغان فون آن کرو...... میں تمہیں صرف یہ بتانا چاہتی ہوں کہ میں تمہارے بغیر رہ سکتی ہوں ہاں...... میں تمہارے بغیر رہ سکتی ہوں۔'' وہ روتی چلی گئی۔

☆☆☆

صبح صبح اس کی آنکھ سیل فون کی رنگ پر کھلی۔ اس نے فون کی اسکرین پر دیکھا تو حسیب کا نام جگمگا رہا تھا۔ کل رات ہی اسے یہ سیل فون گفٹ میں ملا تھا۔ اس نے مجبور ہو کر Yes کا بٹن دبا دیا۔

''گڈ مارننگ۔'' دوسری طرف حسیب خوشگوار موڈ میں بولا۔

''جی۔'' اس نے ہلکی سی آواز میں جواب دیا۔

''آپ مجھے گڈ مارننگ نہیں کہیں گی۔ میں تو ساری رات سو نہیں پایا۔ پوری رات آنکھوں میں کاٹی کہ اس فون پر پہلی آواز آپ میری سنیں۔ کیا مجھ سے پہلے اس نمبر پر آپ سے کوئی بات کر چکا ہے؟'' وہ شوخ ہوا۔

''نہیں تو...... آپ نے تحفہ دیا ہے تو آپ کے علاوہ کیسے کسی سے بات کر سکتی ہوں۔'' اس نے خفگی سے جواب دیا حالانکہ کل رات ارمغان کو کال اس نے اسی فون سے کی تھی مگر اس کا فون آف جا رہا تھا۔

''اوہو...... میرا مطلب یہ نہیں تھا۔'' وہ اس کی بات پر شرمندہ ہوا۔ ''آپ اس فون پر کسی سے بھی بات کر سکتی ہیں۔'' اس نے ہنس کر جواب دیا۔

''تھینک یو۔'' رحما نے شائستگی سے کہا۔

''آج آپ کا کیا پروگرام ہے؟'' وہ خوش دلی سے پوچھنے لگا۔

''کچھ نہیں۔''

''تو پھر میں آپ کو لنچ کے لیے لینے آرہا ہوں۔ آپ ایک بجے تک ریڈی رہیے گا۔'' اس نے گویا حکم دیا۔

''جی...... اور کچھ؟'' اس نے شائستگی سے پوچھا۔

''آپ خفا ہیں کیا؟ اگر آپ کا باہر چلنے کا موڈ نہیں تو کوئی بات نہیں پھر کسی دن چلتے ہیں۔'' اس نے بجھے بجھے انداز میں کہا۔

''نہیں...... میں تیار رہوں گی۔'' اس نے ایک تابعدار کی طرح اس کی ہر بات پر ہاں کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا اور اس کی ہاں میں ہی سب کی بہتری تھی۔

''ٹھیک ہے۔'' اس نے خوشی کا اظہار کیا اور خدا حافظ کہہ کر فون بند کر دیا۔ رحما اپنی الماری کی طرف کپڑے نکالنے بڑھ گئی۔

☆☆☆

اس نے پوسٹ آفس سے آج چھٹی کی تھی۔ وہ صبح اٹھ نہیں پایا تھا اور اٹھتا بھی کیسے رات کو اس کی دنیا جو لٹ گئی تھی۔ سکینہ دروازے پر کئی دفعہ دستک دے کر

جا چکی تھی۔

''کل رات دیر سے گھر آیا ہے، تھکا ہوا ہوگا کیوں پریشان ہو رہی ہو؟'' قیوم صاحب نے بیوی کو سوچ میں پایا تو تسلی دینے لگے۔

''ہاں...... ہاں، بس ایسے ہی فکرمند ہو جاتی ہوں۔'' سکینہ نے اپنی چائے کا کپ ٹیبل سے اٹھا لیا۔

''تم مجھ سے کوئی بات تو نہیں چھپا رہیں؟'' سکینہ کے چہرے پر سے فکرمندی کے بادل چھٹ نہیں رہے تھے تو قیوم صاحب نے پوچھ ہی لیا۔

''نہیں...... نہیں میں کیوں آپ سے کوئی بات چھپاؤں گی اور کوئی بات ہو تو چھپاؤں۔'' اس نے چہرے پر مسکراہٹ سجالی، وہ قیوم صاحب کو بیٹے کے دل کی کیفیت سے آگاہ نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اکرم نے اسے روک رکھا تھا۔

''شکر ہے تم مسکرائیں تو۔'' وہ ہنس کر بولے۔

''عمر کا کچھ تو لحاظ کر لیا کریں۔ اب تو آپ کے بیٹے کی عمر بیاہنے والی ہو گئی ہے۔'' سکینہ نے چھیڑتے ہوئے جواب دیا۔

''ہاہا...... دل تو جوان ہے بیگم۔'' وہ مسکرائے اور چائے کا سپ لیا۔

''دل کو قابو میں رکھیے۔'' یہ کہہ کر وہ نظریں چرا گئی۔

''اکرم کو سونے دو۔ اب دروازے پر دستک نہ دینا۔''

''نہیں بھئی، میں تو اپنے بابا جی کے دوپہر کے کھانے کا انتظام کرنے کچن میں جا رہی ہوں۔'' اس نے برتن ٹرے میں اٹھا کر رکھے اور مسکرا کر بولی۔

''ہاہا...... چلو بابا جی ہی سہی مگر تمہارا ہی ہوں۔'' قیوم صاحب شوخی سے بولے تو سکینہ ہنستے ہوئے کچن میں چلی گئی۔

کوئی آدھے پون گھنٹے بعد آ کر اس نے پھر دروازے پر دستک دی اور اسے پکارا۔

''اکرم...... اکرم تم دروازہ کیوں نہیں کھول رہے، سب خیریت تو ہے؟'' وہ اب واقعی ڈر رہی تھی۔

اکرم جو اب نیند سے بیدار ہو چکا تھا ماں کی گھبرائی ہوئی آواز سن کر کافی فکرمند ہوا اور اپنے بکھرے بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے دروازہ کھول دیا۔ سکینہ نے ایک بھرپور نظر بیٹے پر ڈالی اکرم نے نظریں چرا لیں۔

''کیا بات ہے...... کچھ پریشان لگ رہے ہو؟'' سکینہ نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

''اماں بس ہلکا سا سر میں درد تھا اور دیکھیں بخار بھی لگ رہا ہے۔'' اکرم نے بخار کا بہانہ بنا کر اپنے ٹوٹے دل کو چھپایا۔ سکینہ نے اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھا وہ بخار میں تپ رہا تھا۔

''ہاں بیٹا بہت تیز بخار ہے۔'' سکینہ سنبھل سی گئی وہ اپنے بیٹے کے دل کے راز سے انجان تھی۔

''چل ہاتھ منہ دھو لے میں ناشتے کے بعد تجھے ڈاکٹر کے پاس لے کر جاتی ہوں۔'' سکینہ نے پیار سے ہدایت دی۔ وہ اماں کی بات پر مسکرایا۔

''اماں میں خود کلینک چلا جاؤں گا۔ میں کوئی چھوٹا بچہ تھوڑی ہوں۔''

''نہیں، نہیں آج چھٹی ہے، مجھے تھوڑی سی چیزیں بھی خریدنی ہیں۔'' سکینہ نے اپنا پروگرام بتایا۔

''اچھا اماں جیسا آپ کا حکم۔'' وہ ماں کے چہرے کی خوشی چھیننا نہیں چاہتا تھا جو اپنے بیٹے کے ساتھ شاپنگ پر جانا چاہتی تھی۔

''باہر سے کھانا بھی کھلاؤ گے کیا؟'' سکینہ نے مسکرا کر پوچھا۔ اس نے قہقہہ لگا دیا، وہ ماں سے اس بات کی امید نہیں کر رہا تھا اور وہ ہنستا چلا گیا۔

''ابا کے ساتھ چلی جائیں۔'' اس نے ہنستے ہنستے جواب دیا جبکہ اندر سے اس کا دل رو رہا تھا۔ وہ اپنی ماں کو اپنی کیفیت کا بالکل بھی کچھ اندازہ نہیں لگانے دینا چاہتا تھا، وہ جانتا تھا کہ بازار اک بہانہ ہے اس کی ماں صرف اسے خوش دیکھنا چاہتی ہے۔

''قیوم صاحب ہوٹل کا کھانا اب برداشت نہیں کر سکتے ورنہ شاید انہیں ساتھ لے جاتی۔'' سکینہ نے

ہنستے ہنستے شوہر کی کیفیت بتائی۔ جو اکرم کے کمرے میں چلے آئے تھے۔ وہ انہیں قیوم صاحب ہی کہتی تھی۔

''کیا بات چیت ہو رہی ہے؟'' قیوم صاحب مسکرا کر بستر پر آ بیٹھے۔

''ابا، اماں آپ کے ساتھ بازار جانا چاہتی ہیں۔ آپ انہیں ساتھ لے جائیں۔'' اکرم نے خوش دلی سے بتایا۔

''بازار..... توبہ توبہ۔'' قیوم صاحب کانوں کو ہاتھ لگانے لگے۔

''آپ کے ساتھ میں کب جا رہی ہوں۔ ہمیشہ آپ نے بازار کے نام پر کانوں کو ہاتھ لگایا۔ میں نہیں جانے والی۔'' سکینہ نے خفگی ظاہر کی۔

''ہاہاہا..... بس عورتوں کو غصہ دلانا ہو تو انہیں شاپنگ سے منع کر دو۔ جنگلی بلی کی طرح جھپٹ پڑتی ہیں۔'' اکرم نے باپ کی بات پر قہقہہ لگا دیا۔

''ٹھیک ہے مت جاؤ باپ بیٹا۔ میں اکیلی ہی بازار چلی جاؤں گی۔'' سکینہ منہ بسورے کمرے سے باہر نکل گئی اور وہ دونوں ہنسنے لگے۔

''تیری ماں زیادہ خفا ہو جائے گی۔ جا بول اسے کہ تو بازار لے جائے گا۔'' انہوں نے بیٹے کا کندھا تھپتھپا کر اسے مشورہ دیا۔

''ابا، میں اماں کو ضرور لے کر جاؤں گا۔'' وہ ہنسا اور کمرے سے باہر نکل گیا اور ماں کو آوازیں دینے لگا۔

''اماں..... اماں میں آپ کے ساتھ بازار جاؤں گا اور ہم باہر سے کھانا بھی کھائیں گے۔ آپ میرے لیے کپڑے نکال دیں۔'' اس نے صحن سے ماں کو آوازیں دیں جو چھت پر لگے تار سے کپڑے اتار رہی تھی۔ بیٹے کی بات سن کر خوشی سے کھل اٹھی۔

☆☆☆

ایک شاندار ہوٹل کے پاس گاڑی جا رکی۔ ہوٹل کے دربان نے ان کی گاڑی کا دروازہ کھولا۔ وہ گاڑی سے اتری اور اس کے ساتھ لابی میں بڑھ گئی۔ اندر جاتے ہی ہوٹل کا منیجر بھاگا بھاگا ان کے پاس پہنچا۔ اس نے ادب سے سلام کیا اور انہیں خوش دلی سے اندر لے آیا۔ وہ چاروں طرف دیکھنے لگی۔ اس نے ٹیبل ریزرو کروا رکھی تھی۔ وہ بینکوئٹ ہال کی طرف بڑھ گئے۔ اس خوب صورت ہال سے باہر سڑک کا بہ خوبی نظارہ ہو سکتا تھا۔ منیجر کی سربراہی میں وہ اپنی ٹیبل تک گیا اور اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اس نے ٹیبل کے پاس جا کر کرسی نکالی اور رحما سے پیار سے بولا۔

''بیٹھو۔'' رحما خاموشی سے بیٹھ گئی۔ وہ اس کے سامنے والی کرسی پر جا بیٹھا۔

''اس سب پروٹوکول کی کیا ضرورت تھی؟'' رحما نے دبے لفظوں میں کہا۔

''تمہیں اس کی ضرورت نہیں مگر مجھے تھی۔ میں نے تم سے.....'' وہ کہتے کہتے رک گیا۔

''اچھا چھوڑو تم کھانے میں کیا لوگی؟'' حسیب نے مینو کارڈ اُسے کھول کر دیا۔

''جی..... آپ جو منگوانا چاہتے ہیں منگوالیں۔ میں کھالوں گی۔'' اس نے مینو کارڈ بند کر کے جواب دیا۔

''او کے۔'' اس نے بیرے کو اشارہ کیا جو اسی کا منتظر تھا۔

''جی سر۔'' بیرا پاس آ کر ادب سے بولا۔

''آپ Sea food کی ساری اسپیشل ڈشز لے آئیں۔'' اس نے مسکرا کر آرڈر دیا۔ وہ ہکا بکا رہ گئی۔ وہ Sea food پسند نہیں کرتی تھی۔

''آپ کچھ فکر مندی لگ رہی ہیں۔ کیا کچھ کہنا چاہتی ہیں؟'' اس نے رحما کو اپنے ہاتھوں کو مسلتے دیکھا جو نروس ہو رہی تھی کہ وہ تو Sea food پسند نہیں کرتی تو کیسے کھائے گی۔

''نہیں تو۔'' اس نے خود پر قابو پا کر جواب دیا۔

''آپ میرے نام کی مہندی لگا چکی ہیں۔ میرے نام کی انگوٹھی آپ کی انگلی میں چمک رہی ہے۔ اس کے باوجود آپ مجھ سے دور ہیں۔ اگر آپ Sea food پسند نہیں کرتیں تو مجھے انکار کر سکتی ہیں۔'' اس نے ہنس کر کہا۔

''آپ کیسے جانتے ہیں کہ میں Sea food پسند نہیں کرتی؟'' اس نے جھٹ سے پوچھ لیا۔

''ہاہاہا..... نورین بھابی سے۔'' اس نے ہنس کر جواب دیا۔

''اوہ..... اچھا۔'' وہ خفا سی ہو گئی اور منہ ہی منہ میں بڑبڑائی۔ ''نورین کی بچی میں تمہیں دیکھ لوں گی۔''

''پلیز بھابی سے کوئی بات مت کیجیے گا ورنہ پھر وہ آپ کے متعلق مجھے کوئی بات نہیں بتائیں گی۔'' اس نے معصوم چہرہ بنا کر کہا۔

''آپ پلیز بیرے کو بلا کر آرڈر کینسل کروا دیں۔'' وہ فکر مندی سے بولی۔ وہ ہنسا۔

''فکر نہ کرو ہمارا آرڈر دیسی کھانے کا ٹھیک ہے۔ وہ تو میں نے آپ کو تنگ کیا تھا۔'' وہ شوخی سے بولا۔ وہ شرمندہ سی ہو گئی اور شیشے کے پار دیکھنے لگی۔ باہر سڑک پر کچھ دیکھ کر وہ چونکی۔ اسے اکرم ایک بوڑھی خاتون کے ساتھ نظر آیا۔

''آپ کے دوست.....'' جملہ اچانک اس کے منہ سے پھسل گیا۔ وہ ایسا بولنا نہیں چاہتی تھی۔

''کون.....؟'' اس نے بھی مڑ کر باہر دیکھا۔

''ارے اکرم اور آنٹی۔ یہ شاید ادھر ہی آ رہے ہیں۔'' وہ اپنی کرسی سے اٹھ گیا اور ہوٹل کے باہر چل پڑا۔ وہ اکرم کو دیکھ کر پریشان سی ہو گئی تھی۔

''اکرم..... اکرم۔'' حسیب نے تیزی سے وہاں پہنچ کر اسے آواز دی۔

''حسیب تم؟'' اکرم نے پلٹ کر اسے دیکھا تو خوش ہو گیا۔ حسیب، اکرم سے مل کر سکینہ سے مخاطب ہوا۔

''آنٹی آپ کیسی ہیں، آپ میری منگنی پر کیوں نہیں آئیں؟'' حسیب نے شکوہ کرنا شروع کر دیا۔

''بیٹا تیری دلہن دیکھنے ضرور آؤں گی تو میرے لیے اکرم جیسا ہے۔''

''آنٹی چلیں، ابھی میں آپ کو اپنی دلہن دکھا دیتا ہوں۔'' اس نے شوخی سے جواب دیا۔

''کیسے؟'' سکینہ حیرت سے بولی۔ اکرم بھی اس کے جواب پر ایک دم گھبرا سا گیا۔ وہ رحما کا سامنا نہیں کرنا چاہتا تھا۔

''آنٹی آئیں ناں، وہ یہیں ہوٹل کے اندر بیٹھی ہے۔ آج میں نے اسے دعوت دی تھی اور اتفاق سے آپ لوگ بھی یہاں آ گئے۔ وہ میرے ساتھ نروس ہو رہی تھی، اچھا ہوا آپ لوگوں کے ساتھ کم از کم کھانا تو آرام سے کھا سکے گی۔'' اس نے سکینہ کا ہاتھ تھام لیا اور اندر لے آیا۔ اکرم کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ وہ نظریں جھکا کر ہوٹل میں داخل ہو گیا۔ حسیب کے تعارف کروانے پر وہ سکینہ سے بہت پیار سے ملی۔

''السلام علیکم آنٹی۔'' اس نے ادب سے سلام کیا۔

''وعلیکم السلام، کیسی ہو بیٹا! ہم نے تمہیں آ کر ڈسٹرب تو نہیں کر دیا؟'' سکینہ نے مسکرا کر پوچھا۔

''نہیں آنٹی۔'' اس نے اپنے ساتھ والی کرسی پر انہیں عزت کے ساتھ بٹھایا۔

''بہت پیاری بچی ہے۔'' سکینہ نے حسیب پر نظریں جما کر اس کی تعریف کی۔ رحما نے اکرم کی طرف اک نظر کی، وہ نظریں نہیں ملا رہا تھا۔ وہ اکرم کے رد عمل پر فکر مندی ہوئی مگر پھر خود پر کسی حد تک قابو پا لیا۔

''یار تم لوگ انجوائے کرو پھر بھی.....'' اس نے حسیب کے کان میں سرگوشی کی۔

''آنٹی ہمارے ساتھ کھانا کھائیں گی... تو جانا چاہتا ہے تو شوق سے چلا جا۔'' اس نے ہنس کر کہا اور سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اکرم، رحما کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔ سکینہ نے پرس میں سے ایک ہزار روپے کا نوٹ نکالا اور بڑے پیار سے رحما کے ہاتھ میں تھمایا۔ رحما گھبرا کر بولی۔

''نہیں آنٹی، اس کی ضرورت نہیں ہے۔'' اس نے وہ نوٹ واپس سکینہ کے ہاتھ میں تھمایا۔

''آنٹی مجھے دے دیں رحما کو چھوڑیں۔'' حسیب نے ہنس کر کہا تو اکرم کے لبوں پر مسکراہٹ آ گئی اور یہ مسکراہٹ وہ مجبوراً لایا تھا۔ سکینہ ہنس کر بولی۔

''نہیں بیٹا، یہ تمہارا حق ہے۔'' سکینہ نے واپس وہ نوٹ رحما کے ہاتھ میں تھمادیا اوراس کے سر پر پیار کیا۔

''آنٹی اب جلدی سے اکرم کا بھی سوچیں اور میرے ساتھ ساتھ اس کے بھی ہاتھ پیلے کردیں۔'' وہ اکرم کا ہاتھ دبا کر بولا۔ سکینہ نے آہ بھری اور افسردگی سے کہا۔

''بیٹا بہولانے کا مجھے بھی بہت ارمان ہے مگر یہ وہ خط والی لڑکی کو بھولے تو ہی میں اپنے گھر بہو لا سکتی ہوں۔'' سکینہ نے رحما کے سامنے یہ بات کہہ دی۔ رحما کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اکرم نے سر جھکالیا اور اس کا دل زورزور سے دھڑکنے لگا۔ رحما کو یوں پتا چلے گا اسے اندازہ بھی نہیں تھا کہ ماں کیا بات کرے گی۔

''یار کون ہے وہ خط والی لڑکی؟'' حسیب نے اکرم کا ہاتھ تھام لیا اور پیار سے پوچھنے لگا۔ ''مجھے بتا میں اسے ڈھونڈ لاتا ہوں۔'' حسیب نے نگاہیں اکرم پر جمادیں۔ رحما کی نظریں اکرم کے وجود سے ہٹ نہیں رہی تھیں۔ اس کا دل پریشان ہوچکا تھا کہ کہیں وہ خطوط، کہیں وہ باتیں، وہ پیارا اکرم کا تو نہیں تھا۔ اکرم نے خود کو بہ مشکل سنبھالا اور سنجیدگی سے بولا۔

''اماں آپ کون سی باتیں لے کر بیٹھ گئیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔'' اس نے حسیب کو جواب دیا پھر وہ رحما سے نظریں نہ ملا سکا جو بجھے چہرے سے اس کو گھورتی جارہی تھی اور وہ اس کے سامنے چور بنا بیٹھا رہا۔

تم ہی نے سوار کیا تھا
محبت کی کشتی میں دشمن
اب نظریں نہ چرا
مجھے ڈوبتا دیکھ کر

☆☆☆

وہ گھر پہنچی اور اس نے دراز میں سے سارے خطوط نکالے، وہ بے تابی سے خطوط کے لفافے دیکھنے لگی تو اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے کسی بھی لفافے پر لندن کا کوئی ٹکٹ نہیں لگا تھا۔ وہ بڑبڑائی۔

''اس کا مطلب ہے کہ یہ سارے خط اکرم نے مجھے لکھے ہیں۔'' وہ رو پڑی۔

''اس نے مجھے کیوں دھوکا دیا۔ وہ مجھ سے کیا چاہتا تھا۔ اس نے ایسا کیوں کیا۔'' وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ اس کا سر چکرانے لگا۔ وہ رو رہی تھی کہ اس کا سیل فون بج اٹھا۔ سیل پر نورین کا نام دیکھ کر اس نے جھٹ سے فون اٹھایا۔ دوسری طرف نورین نے خوشگوار موڈ میں ہیلو کہا۔

''ہیلو رحما کیسی ہو، آج لنچ کیسا رہا؟'' وہ جانتی تھی کہ حسیب اسے لنچ پر لے کر جارہا تھا اس نے بے تابی سے پوچھا۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ نورین گھبرا سی گئی۔

''کیا ہوا؟'' نورین نے حیرت سے پوچھا۔ رحما کی تو جیسے جان نکل رہی تھی۔ رونے سے آواز مزید درد بھری ہوگئی۔

''نورین..... نورین وہ خط..... وہ خط.....'' اس کے حلق سے آواز ہی نہیں نکل رہی تھی۔ حقیقت جان کر وہ بوکھلا سی گئی تھی کہ قسمت نے اس کے ساتھ کیا کھیل رچایا تھا، وہ تو ان سب خطوط کو ارمغان کے خط سمجھ کر اپنے دل کی ہر بات کا جواب دے رہی تھی اور اسے آج بھی یہ سب خطوط اپنے جینے کا سہارا محسوس ہوتے تھے۔ جنہیں وہ تنہائی میں پڑھ لیتی اور اپنے آنسو بہاتی۔

''پلیز رحما، خدا کے لیے کچھ تو بولو۔ کون سے خط..... تم کیا کہنا چاہتی ہو؟'' نورین، رحما کے لیے فکرمند سی ہوگئی.. وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔ رحما نے روتے روتے کہا۔

''نورین وہ خطوط ارمغان نہیں اکرم لکھتا رہا۔'' رحما نے روتے روتے سچ بتایا۔

''کون اکرم؟'' نورین نے حیرانی سے پوچھا جو اکرم کو بالکل نہیں جانتی تھی اور رحما نے اس سے چھپا رکھا تھا۔ وہ روتے روتے بولی۔

''پوسٹ آفس میں کام کرنے والا اکرم..... جس سے میں نے مدد لی تھی اور ارمغان کو اس کے گھر کا ایڈریس لکھا تھا۔ وہ مجھے خود سے خط لکھتا رہا اور میرے

سارے خطوط بھی اسی کے پاس ہوں گے۔'' اس نے سب کچھ نورین کو بتادیا تو نورین کو یوں لگا جیسے آسمان اس کے سر پر آپڑا ہو۔

''تمہیں یہ سب کیسے پتا چلا؟'' نورین نے خود پر قابو پایا اور سنجیدگی سے پوچھنے لگی۔

''خود اکرم سے۔'' رحما نے روتے روتے جواب دیا۔

''تم اس شخص سے کیسے ملی ہو۔ آج تو تمہیں حسیب کے ساتھ لنچ پر جانا تھا پھر اکرم اور یہ بات..... مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا۔'' نورین بے چین سی ہوگئی۔

''اکرم، حسیب کا دوست ہے اور اکرم کی والدہ سے میری ملاقات ہوئی۔ ان سے یہ بات میں نے سنی کہ اکرم ایک خط والی لڑکی سے محبت کرتا ہے۔'' رحما نے ایک درد انگیز آہ بھری اور سسکیاں لیتے ہوئے نورین کو بتایا۔

''کیا.....؟'' وہ بے ساختہ بولی۔

''نورین میں سچ کہہ رہی ہوں۔ اس شخص نے مجھے بے وقوف بنا کر رکھا۔ میرے احساسات سے کھیلتا رہا۔ اسے میری ذات کے متعلق ہر بات کا علم ہے اور میرے لکھے خطوط بھی اس کے پاس ہوں گے۔'' وہ سہم سی گئی۔

''دیکھو رحما تمہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ اب تم اس شخص سے کل ملو اور اس سے اپنے تمام لکھے خطوط لے آؤ۔ دیکھو اماں اور خالہ ثریا سے کسی قسم کی کوئی بات نہ کرنا۔ وہ لوگ بہت خوش ہیں، تمہیں یہ قدم بہت بہادری سے لینا ہوگا اور جتنی جلدی ہوسکے وہ خط حاصل کرلو کہیں حسیب کے علم میں یہ بات آگئی تو کچھ بُرا نہ ہوجائے۔ خالہ ثریا تو پہلے ..... ہی بہت فکرمند رہتی ہیں۔'' نورین نے سنجیدگی سے اپنے دل کا ڈر بیان کیا۔ رحما پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

''اس نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا؟'' وہ روتے روتے بولی۔

''یہ تو خیر میں نہیں جانتی..... یہ تو اس شخص سے پوچھ کر ہی تمہیں جواب مل سکے گا کہ اس نے تمہارے ساتھ ایسا کیوں کیا.....؟'' نورین، رحما کے لیے بہت اپ سیٹ ہوگئی تھی۔

☆☆☆

وہ صبح گھر کے کام انجام دے کر تیار ہوگئی اور پھر ماں سے کہنے لگی کہ اسے اپنی سہیلی قیصرہ کے ہاں جانا ہے، اسے کوئی کام ہے، قیصرہ اس کے بچپن کی سہیلی تھی اور ثریا اسے بھی اچھی طرح سے جانتی تھی، پہلے پہل تو وہ اسی کالونی میں رہتی تھی پھر ان لوگوں نے گھر شفٹ کرلیا۔ ثریا نے رحما کو بے فکر ہوکر اجازت دے دی۔ کل رات سے رو رو کر آنکھیں سوجی ہوئی تھیں وہ ہمت کرکے پوسٹ آفس پہنچی، اکرم اسے اپنی سیٹ پر بیٹھا نظر آیا۔ وہ خود پر قابو پا کر اس کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔ اکرم نے اسے دیکھا تو بوکھلا سا گیا، وہ بھی کل رات سے سو نہیں پایا تھا۔ اس کی آنکھوں میں بھی سرخی چھائی ہوئی تھی جیسے وہ کسی اذیت میں ہو۔

''مسٹر اکرم! آپ جانتے ہیں کہ میں یہاں آپ کے پاس کیوں آئی ہوں؟'' رحما نے درشت لہجے میں بات کی۔

''میں سمجھا نہیں؟'' اکرم نے خود پر قابو پا کر جواب دیا۔

''آپ نے میرے احساسات سے جو کھیل کھیلا ہے، میں اس کے بارے میں بات کرنے یہاں آپ کے پاس آئی ہوں۔'' رحما نے تیکھا لہجہ اختیار کیا اس کا پورا وجود لرز رہا تھا..... اور آنکھوں میں نمی تیر رہی تھی۔

''میں نے ایسا کچھ نہیں کیا۔'' اس نے نظریں چرا کر جواب دیا۔ وہ اس کی کیفیت دیکھ کر بہت پریشان ہوگیا تھا۔ اسے خود بھی اپنی محبت کی سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ رحما کو پریشان دیکھتا تو وہ خود بے چین ہوجاتا۔

''یہ خط آپ نے مجھے لکھے ہیں؟'' وہ تڑپ کر بولی اور ساتھ ہی سارے خطوط اپنے بیگ میں سے نکال کر دکھانے لگی۔ وہ گھبرا سا گیا مگر اس نے نفی کی۔

''نہیں، میں نے یہ خط نہیں لکھے۔'' اس نے صاف جھوٹ بول دیا۔ رحما کی آنکھوں سے آنسو ٹپک

رہے تھے۔

”آپ جھوٹ بول رہے ہیں۔“ وہ چیخی۔

”نہیں...... میں نے یہ خط نہیں لکھے اور میں کیوں لکھوں گا۔“ اس نے دوسرا جھوٹ بولا تا کہ اسے تسلی ہو کہ یہ سارے خط ارمغان نے ہی اس کے لیے لکھے تھے جس سے وہ بے پناہ محبت کرتی تھی۔

”میں یہاں اسی لیے آئی ہوں کہ آپ سے جان سکوں کہ آپ نے یہ خط کا سلسلہ کیوں جاری کیا جبکہ میں آپ کو نہیں جانتی تھی اور نہ آپ مجھے...... پھر یہ اتنا گھٹیا مذاق میری زندگی سے آپ نے کیوں کیا؟“ وہ کانپتے وجود سے سچ جاننے کی منتظر تھی۔

”دیکھیں مس رحما آپ خود پر قابو رکھیے اور میں نے آپ سے مذاق نہیں کیا...... بھلا میں کیوں آپ سے مذاق کروں گا۔ واقعی یہ خط میں نے نہیں لکھے ہیں۔“ اس نے ایک دفعہ پھر نفی کی۔ وہ اسے سچ نہیں بتا سکتا تھا اگر سچ بتاتا کہ یہ خط اس نے لکھے تھے اور وہ اس سے محبت کر بیٹھا ہے تو کیا فائدہ ہوتا۔ اس کے ہاتھ میں تو اب حسیب کے نام کی انگوٹھی چمک رہی تھی۔ وہ بری طرح سے اس کی نظروں سے گرنا چاہتا تھا تاکہ وہ ان خطوط سے آزاد ہو جائے۔ وہ جانتا تھا کہ وہ بہت حساس دل رکھتی ہے۔

”ٹھیک ہے جو بھی ہوا مجھے اس پر کوئی بات نہیں کرنی۔ یہ خطوط جو آپ نے مجھے لکھے ہیں، یہ میں آپ کے حوالے کر رہی ہوں اور پلیز میرے لکھے ہوئے خطوط آپ مجھے واپس کر دیجیے۔“ اس نے وہ تمام خطوط اس کی ٹیبل پر رکھ دیے اور بیگ کی زپ بند کر کے بولی۔ ”میں کل ہی اپنے خط لینے آ جاؤں گی۔ مجھے امید ہے کہ آپ میرے خط میرے حوالے کر دیں گے۔“ وہ رندھی آواز میں کہہ کر تیزی سے پوسٹ آفس سے باہر نکل گئی اور وہ اس سارے حالات سے بہت اپ سیٹ ہو گیا تھا۔ وہ ڈھیلے سے انداز میں کرسی پر ڈھے سا گیا کہ وہ بے جان سا ہو رہا تھا۔

☆☆☆

”حسیب کی دو دفعہ کال آئی تھی۔ تم اس کا فون کیوں نہیں اٹھا رہی ہو؟“ وہ دوپہر میں بستر پر بے سدھ لیٹی تھی کہ خالہ عظمت نے آ کر کہا۔ وہ اپنے ساتھ ہونے والے حادثے سے ڈر گئی تھی۔ اسے خبر نہ ہوئی کہ سیل فون کب بجتا رہا اور کب بند ہوا۔ خالہ عظمت نے اسے آ کر اطلاع دی تو وہ زندگی میں واپس آئی۔

”خالہ وہ بس خیال ہی نہیں رہا۔“ اس نے اپنا سیل فون بیگ سے نکالا تو حسیب اور نورین کی کئی کالز آئی ہوئی تھیں۔

”بیٹا، سب خیریت تو ہے؟“ خالہ عظمت نے اس کے سر پر پیار دے کر پوچھا جو اس کی سرخ آنکھیں دیکھ کر فکر مند سی ہو گئی تھیں۔

”نہیں خالہ بس قیصرہ کے ساتھ بازار میں گھومتی رہی اس وجہ سے تھکان ہو گئی۔“ اس نے مسکرا کر جواب دیا۔

”بیٹا تو خوش تو ہے؟“ خالہ عظمت نے اس کا ہاتھ تھام لیا جو ارمغان کے متعلق اس کے ورد سے واقف تھیں۔

”ہاں خالہ، آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں۔ کل حسیب کے ساتھ میں لنچ پر گئی تھی۔ اس کے ساتھ خوشگوار موڈ میں باتیں ہوئیں۔ آپ فکر نہ کریں، میں خوش ہوں۔“ اس نے نظریں چرا کر حسیب کی تعریفیں کرنا شروع کر دیں۔

ثریا بھی کمرے میں آ گئیں۔ بیٹی کو خوشی سے حسیب کی تعریفیں کرتے دیکھ کر اُن کے دل کا ڈر بھی دور ہو گیا۔ جو ہر وقت رحما کے لیے سوچ رہی تھیں کہ وہ خوش تو ہے یا پھر انہوں نے رحما پر دباؤ ڈال کر اسے حسیب کے ساتھ منسوب کر کے غلطی کی ہے۔

”یہ خالہ بھانجی میں کیا گفتگو چل رہی ہے؟“ ثریا نے پیار سے بیٹھتے ہوئے کہا۔

”اپنے داماد اور بیٹی کی کل ہونے والی دعوت کے متعلق پوچھ رہی ہوں۔ حسیب بہت نیک بچہ ہے۔“ عظمت نے خوشی خوشی اس کی تعریف کی۔ رحما نے تو اس کی تعریف میں ہزار پُل باندھ دیے تھے۔ ثریا

مسکرائیں۔

”مجھے بتاؤ کہ کل کیا کیا کھانا کھایا؟“ ثریا نے شریر لہجے سے بیٹی کا ہاتھ تھام لیا۔

”اماں سب کچھ۔“ اس نے ہونٹوں پر مسکراہٹ سجا کر ایک معصوم بچے کی طرح ماں کو خوش رکھنے کے لیے جھوٹ بول دیا۔

”آج شاید پھر وہ کہیں رحما کو لے کر جا رہا ہے۔“ خالہ عظمت نے مسکرا کر بتایا۔ وہ چونکیں۔

”نہیں تو خالہ۔“ اس نے حیرت سے انکار کیا۔ خالہ عظمت مسکرا کر بولیں۔

”بیٹا وہ تمہیں آج شاپنگ پر لے جانا چاہتا ہے۔ اس نے مجھ سے اجازت مانگ لی ہے اور میں نے انکار بھی نہیں کیا، کیوں ثریا میں نے ٹھیک کیا ناں؟“ عظمت نے سنجیدگی سے ثریا کو مخاطب کیا۔

”ہاں...... ہاں رحما تمہاری بھی تو بیٹی ہے۔ ضرور رحما جاؤ۔ یہی تو دن انجوائے کرنے کے ہیں۔ خدا نے تمہارے نصیب میں حسیب جیسا اچھا انسان لکھا ہے جو تمہاری ہر خواہش پورا کر سکتا ہے۔“ ثریا نے اس کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرا۔ وہ رحما کے لیے بہت خوش تھیں۔

”جیسی آپ لوگوں کی مرضی۔“ اس نے نگاہیں جھکا کر ماں کو جواب دیا اور پھر ثریا اور خالہ عظمت نے اس کی شادی کی پلاننگ شروع کر دی۔ وہ ان دونوں کے درمیان بیٹھی تھی مگر اس کو یوں لگ رہا تھا کہ وہ تنہا ہے بہت تنہا۔

☆☆☆

”ہائے کیا میں اندر آ سکتی ہوں؟“ ریما نے مسکرا کر اکرم کے گھر کے کھلے دروازے پر کھڑے ہو کر پوچھا۔

”ہاں...... ہاں آؤ بیٹی۔“ سکینہ صحن میں جھاڑو دے رہی تھی۔ اتنی پیاری لڑکی اپنے گھر کے دروازے پر کھڑی دیکھ کر فوراً اسے اندر آنے کی اجازت دے دی۔ شاید وہ اسے رحما سمجھ رہی تھی۔ ریما نے ادب سے سکینہ کو سلام کیا اور پھر اپنا تعارف کروایا۔

”آنٹی میں ریما ہوں۔ ریما...... حسیب کی بہن۔ آپ سے میری ملاقات ہوئی تھی شاید پانچ سال پہلے۔“ اس نے سکینہ کو یاد کروایا۔

”ریما...... تم اور اتنی پتلی۔“ سکینہ اسے یاد کر کے ہنستے ہوئے بولی۔

”ہاہاہا۔“ اس نے بھرپور قہقہہ لگایا۔ ”شکر ہے میرے موٹاپے کی وجہ سے آپ نے یاد تو رکھا۔ اکرم تو ہمیں بھول گیا تھا۔ ہمیں تو نئے گھر کی بھی اس نے اطلاع نہ دی۔ وہ تو خدا نے اس دن اکرم سے ملوا دیا۔ یہ بتائیں آپ حسیب کی منگنی پر کیوں نہیں آئی تھیں؟“ ریما نے شکوہ کرنا شروع کر دیا۔

”آؤ بیٹی، پہلے بیٹھو تو۔“ سکینہ نے اسے پیار سے چارپائی پر بٹھایا اور قیوم صاحب کو پکارنے لگی۔ ”قیوم صاحب، سنیں۔“

”انکل کی طبیعت کیسی ہے؟“ اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔

”بس بیٹا، اتار چڑھاؤ ہوتا رہا ہے، تمہارے انکل کی طبیعت کی وجہ سے حسیب کی منگنی پر نہیں آ سکی مگر شادی پر ضرور آ جاؤں گی۔“ سکینہ نے مسکرا کر بتایا۔

”جی کیوں نہیں...... آپ کو ہمارے ساتھ رہنا ہوگا۔“ ریما شوخ ہوئی۔

”کون آیا ہے؟“ قیوم صاحب آہستہ آہستہ قدم اٹھا کر کمرے سے نکلے۔ سکینہ جلدی سے بڑھی اور قیوم صاحب کو سہارا دے کر صحن میں لائی۔

”ریما آئی ہے، حسیب کی چھوٹی بہن۔“ سکینہ نے اس کا تعارف کروایا۔

”کیسی ہو بیٹی؟“ قیوم صاحب نے اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر پوچھا۔

”جی انکل، میں ٹھیک ہوں اور آپ اتنے کمزور کیوں ہو گئے۔ کیا لسی پینا چھوڑ دی ہے۔“ اس نے مسکرا کر پوچھا۔

”ہاہاہا...... تمہیں یاد ہے۔“ قیوم صاحب کرسی پر بیٹھ کر ہنستے ہوئے بولے۔

”اور کیا آپ سب لوگوں نے تو ہمیں

بُھلا دیا۔" وہ منہ بسور کر شکوہ کرنے لگی اور سکینہ اور قیوم اسے صفائیاں دیتے رہے۔

☆☆☆

"آج کیا ریما آئی تھی؟" اکرم نے گھر آ کر حیرت سے پوچھا۔ اس نے اسے واپسی پر دیکھ لیا تھا جب وہ کچھ کام سے پوسٹ آفس سے باہر نکلا تھا۔

"ہاں، ہاں دوپہر کو آئی تھی۔ کھانا کھا کر گئی ہے..... بہت پیاری بچی ہے۔" سکینہ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"اماں کھانے میں کیا ہے؟" اس نے ماں کی بات کو پلٹا۔

"آلو شوربا بنایا ہے، گرم کر کے لاؤں؟" سکینہ بستر سے اٹھیں۔

"ہاں اماں، بہت بھوک لگی ہے۔" اس نے بیزاری سے جواب دیا۔ سکینہ کمرے سے نکلنے لگی... پھر رک کر بولی۔

"رحما کا کچھ پتا چلا؟"

"جی..... نہیں تو۔" اکرم نے نظریں چرالیں وہ ماں کو سچ کیا کہتا کہ جس لڑکی سے وہ محبت کرتا ہے وہ حسیب کی دلہن رحما ہے۔

"بیٹا رحما کا کچھ پتا نہ چلا تو؟" وہ افسردگی سے کہنے لگیں۔

"تو اماں میں کسی اور لڑکی سے شادی کرلوں گا۔" اس نے مجبوراً مسکرا کر ماں کو جواب دیا۔

"سچ..... تو ریما کے متعلق کیا خیال ہے۔ تیرے ابا جی کو بہت پسند ہے اور مجھے اس کی آنکھوں سے لگا کہ تو اس کے دل میں کہیں نہ کہیں ضرور ہے۔" سکینہ نے ہنستے ہنستے بتایا۔

"نہیں اماں، ریما اور میرا جوڑ نہیں۔ وہ بہت امیر گھرانے سے ہے اور ہم لوگ....." اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"دیکھو اکرم، جب وہ لڑکی ایسا نہیں سوچتی تو پھر تو کیوں سوچ رہا ہے؟"

"اماں وہ میرے متعلق ایسا نہیں سوچتی۔ آپ غلط فہمی میں ہیں۔" اس نے ماں کا ہاتھ تھام کر انہیں ریما کی سوچ سے آزاد کرنا چاہا جبکہ درحقیقت ریما اسے پسند کرتی تھی اور وہ بھی جانتا تھا اور اسے کالج کے دنوں میں انکار بھی کرچکا تھا۔ وہ کالج کے ان سنہری دنوں کو یاد کرنے لگا جب ریما کے انداز کچھ اور ہی اس سے کہنے لگے تھے۔

"بیٹا کہاں کھو گئے؟" سکینہ نے کافی دیر بعد اسے پکارا تو وہ ماں کی آواز سے چونکا۔

"جی اماں۔" اس نے خود کو سنبھالا۔

"کھانا گرم ہے جلدی سے کھالو پھر ڈھیر ساری باتیں کرنی ہیں۔" سکینہ ٹرے رکھ کر بولی۔

"ابا نے دوا لے لی؟" اس نے مسکرا کر پوچھا۔

"اوہ مجھے باتوں میں یاد نہیں رہا۔" سکینہ گھبرا کر بولی اور پھر وہاں سے چلی گئی۔ اکرم نے مسکرا کر کھانا شروع کردیا۔

☆☆☆

وہ صبح پوسٹ آفس پہنچا تو اسے پوسٹ آفس کے باہر بینچ پر رحما بیٹھی نظر آئی۔ اس نے اپنے قدم اس کی طرف بڑھا دیے۔ وہ پنک کلر کے سوٹ اور سفید دوپٹے میں بہت پیاری لگ رہی تھی۔

"جی آپ؟" اکرم نے اسے دیکھ کر حیرت ظاہر کی۔

"آپ نے میرے خط واپس کرنے تھے۔ آپ لے آئے؟" اس نے اکرم کے دونوں ہاتھ خالی دیکھ کر خفگی بھرے لہجے میں پوچھا۔

"یقین کریں وہ خطوط میرے پاس نہیں ہیں۔" اس نے صاف انکار کردیا، وہ رحما کو ہرگز نہیں بتانا چاہتا تھا کہ وہ خط اس نے لکھے تھے۔ اس کی آنکھوں میں نمی سی آگئی۔

"کیا مطلب؟ آپ مجھے خطوط کیوں نہیں دے رہے۔ پلیز میرے لکھے خطوط مجھے واپس کردیجیے۔" اس نے کچھ سوچ کر نرم لہجے میں کہا تاکہ اس کے لکھے

خطوط اکرم واپس کردے۔

"رحما آپ مجھے غلط سمجھ رہی ہیں۔ میں بالکل نہیں جانتا۔" اس نے پھر صاف صاف جھوٹ بول دیا۔

"نہیں، آپ جھوٹ بول رہے ہیں۔ آپ کو شرم آنی چاہیے کہ آپ دوسروں کی زندگی کو اپنے لیے مذاق سمجھتے ہیں۔ دیکھیں اگر آپ نے میرے خطوط مجھے واپس نہیں کیے تو مجبوراً مجھے دوسرا راستہ اختیار کرنا ہوگا۔" اس نے غصے سے دھمکی دی، وہ کانپ رہی تھی وہ بینچ سے اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ اکرم نے سر جھکا لیا وہ رحما کی کیفیت پر افسردہ سا ہوگیا۔

"آپ..... آپ کو پیسے چاہئیں؟" اس نے روتے روتے پوچھا۔

"نہیں..... نہیں پلیز آپ مجھے شرمندہ مت کیجیے۔" وہ اس کی بات سن کر تڑپ اٹھا۔

"بولیں..... آپ کو کتنے پیسے چاہئیں۔ آپ پیسوں کی خاطر لڑکیوں کے خطوط اپنے پاس رکھ لیتے ہیں اور وقت گزرنے کے بعد ان خطوط کو کیش کروا لیتے ہیں۔ یہی آپ کا کاروبار ہے ناں.....!" وہ تقریباً چیخ اٹھی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے۔

"نہیں، ایسا نہیں ہے۔" وہ گھبرا گیا کہ رحما اسے بہت گھٹیا سمجھ رہی ہے کہ وہ شادی کے بعد ان خطوط کے ذریعے اسے بلیک میل کرنے والا ہے۔

"اگر ایسی بات نہیں تو آپ میرے خطوط واپس کیوں نہیں کر رہے ہیں؟" اس نے اونچی آواز میں پوچھا۔ اس کی آنکھیں سرخ ہوچکی تھیں۔ یوں لگ رہا تھا کہ وہ اکرم کا گلا ہی دبا دے گی۔

"رحما آپ میری بات کو سمجھیں۔" اس نے نظریں چرا کر کہا۔

"کیا بات ہے، کون سی بات؟ آپ میرے خطوط واپس کیجیے۔ نہیں تو..... نہیں تو....." اس نے بات ادھوری چھوڑ دی اس کی سانسیں اکھڑنے لگیں۔

"دیکھیں، آپ خود کو ریلیکس رکھیں۔" وہ روتے روتے بینچ پر بیٹھ گئی تو اکرم نے سنجیدگی سے اسے تسلی

دی۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ رحما کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ جس کی وجہ سے اس نے رونا شروع کردیا۔

"دیکھیے۔" اکرم نے گھبرا کر اس کا کندھا ہلکے سے چھوا۔ اس سے پہلے کہ وہ کوئی بات کرتا رحما نے غصے میں اسے ایک طمانچہ رسید کردیا۔

"آپ نے مجھے چھونے کی جرأت کیسے کی؟" اس نے غصیلی نظریں اس پر جمادیں۔ اس سے پہلے کہ اکرم کے لب ہلتے، رحما روتے روتے پوسٹ آفس سے باہر نکل گئی۔ ریما جو اکرم سے ملنے کے لیے پوسٹ آفس آپہنچی تھی اس نے اکرم اور رحما کے درمیان یہ منظر دیکھ لیا اور وہ سوچ میں پڑ گئی کہ اکرم اور رحما کا آپس میں کیا تعلق ہے۔

☆☆☆

اس نے خود کو کمرے میں بند کرلیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ خالہ عظمت نے اس کے افسردہ چہرے کو بھانپ لیا اور اس کے پیچھے کمرے میں آگئیں۔ رحما کو روتا دیکھ کر وہ بے چین سی ہوگئیں۔

"کیا ہوا رحما؟ کیوں رو رہی ہو۔ کچھ تو بولو؟" خالہ عظمت نے اسے اپنے سینے سے لگا کر پوچھا۔ وہ روئے جارہی تھی۔ اپنا درد کیسے سناتی کہ ارمغان کے بجائے اکرم نے اسے خط لکھے تھے۔

"رحما کیا ہوا ہے؟ کچھ تو بتا میری بچی؟" خالہ عظمت نے افسردگی سے پوچھا۔

"بس خالہ اپنی قسمت پر رونے کو دل کر رہا ہے۔" وہ روتے روتے بولی۔

"نہ میری بیٹی۔ تیری قسمت بہت اچھی ہے۔ بدقسمت تو وہ ارمغان ہے جس نے تجھے دھوکا دیا تو بھول جا اسے۔ جتنا تو اسے یاد کرے گی وہ اتنا ہی اذیت تیرے لیے بن جائے گا۔" خالہ عظمت نے اس کا ہاتھ تھام لیا اور اسے تسلیاں دینے لگیں۔

"خالہ خدا سے ہر وقت تو دعا کرتی ہوں کہ وہ مجھے اپنے پاس بلالے۔ میں جینا نہیں چاہتی۔" رحما نے روتے روتے کہا۔

"نہیں، میری بچی۔ تیرے مرنے کے بعد ہم کیا زندہ رہ سکیں گے؟ اپنی ماں ثریا کا سوچ، میرا سوچ۔ ارمغان کو نکال کر حبیب کا سوچ جس کے نام کی انگوٹھی تو نے پہنی ہے۔" خالہ عظمت نے جو اکرم کے مسئلے سے انجان تھیں ..... اسے حبیب کے متعلق سوچنے کی ہدایت دی۔ ثریا گھر پر نہ تھیں وہ سودا لینے بازار گئی تھیں۔ آج حبیب اور ریما نے رات کا کھانا کھانے آنا تھا۔ خالہ عظمت نے پھر اسے سر پر پیار دیا۔

"بیٹی حبیب اور ریما آج رات گھر پر آرہے ہیں۔ وہ شادی کے تاریخ کی بات کرنے آرہے ہیں۔ کیا تم جانتی ہو؟" خالہ عظمت نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"نہیں، خالہ۔" وہ خالہ عظمت کی بات پر روتے روتے انہیں حیرت سے دیکھنے لگی۔

"ہم تو ایک سال کے بعد تمہاری شادی کا سوچ رہے تھے۔ ہم نے سمجھا کہ شاید تم نے اور حبیب نے جلد شادی کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے۔" خالہ عظمت نے سنجیدگی سے بتایا۔

"نہیں خالہ، ایسا کچھ نہیں ہے۔" اس نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

"اب میں نے اور ثریا نے فیصلہ کیا ہے کہ جب شادی کرنی ہے تو دیر کیوں کی جائے۔" خالہ عظمت نے اسے اپنی کل کی بات چیت کے متعلق بتایا۔ وہ خاموش رہی۔ وہ منع بھی تو اس رشتے سے نہیں کرسکتی تھی۔ اس نے نظریں جھکالیں جیسے وہ ہار گئی ہو۔

"بیٹی ہم تمہارا اچھا سوچ رہے ہیں۔" خالہ عظمت نے اس کا ہاتھ تھام لیا جو سرد پڑا ہوا تھا جیسے وہ بے جان ہوگئی ہو۔

"رحما، ثریا کے ارمانوں کو تم پورا کرسکتی ہو۔ خود کو سنبھالو بیٹی۔ سب کچھ بھول جاؤ۔" خالہ عظمت نے اسے سمجھایا۔ وہ خالہ عظمت کے سینے سے لگ گئی اور لرزتی آواز میں بولی۔

"خالہ آپ لوگ جو کررہے ہیں مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ میں حبیب سے شادی کروں گی اور ارمغان تو میرے دل سے کب کا اتر چکا ہے۔" اس کی آواز بھرا گئی۔

"ایسی بات ہے تو پھر رو کیوں رہی ہو؟" خالہ عظمت نے اس کے سر پر پیار دیا۔ رحما کے پاس کوئی جواب نہیں تھا اور جواب بھی کیسے ہوتا۔ وہ خود نہیں جان پارہی تھی کہ وہ کس لیے رورہی ہے۔

☆☆☆

وہ پریشان حالت میں خاموش بیٹھا رہا۔ خیر دین نے اسے دوبارہ چائے کا پوچھا مگر اس نے نفی کردی آخر کار خیر دین اس کے پاس آبیٹھا۔

"بیٹا پریشان کیوں ہو، کیا بات ہے؟ مجھ سے اپنا دل ہلکا کرسکتے ہو۔" خیر دین نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"چاچا وہ ...... وہ مجھے برا آدمی سمجھتی ہے۔ وہ سمجھتی ہے کہ میں اس کے خطوط سے اسے بلیک میل کروں گا۔" اکرم رحما کی سوچ پر بوکھلا سا گیا تھا۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔

"بیٹا اکرم، تو فکر نہ کر۔ اب کی دفعہ میں رحما سے بات کروں گا۔ میں اسے بتاؤں گا کہ تو اس سے کتنی محبت کرتا ہے۔" خیر دین نے افسردگی سے اسے سمجھایا جس کی آنکھیں سرخ ہوچکی تھیں۔

"نہیں چاچا وہ مجھ سے نفرت کرتی ہے۔ میں نے خطوط کا اعتراف بھی نہیں کیا۔" اس نے ہلکی آواز میں بتایا۔ اس کے حلق سے آواز نکلنا مشکل ہورہی تھی۔

"بیٹا تو اسے سچ کیوں نہیں بتا رہا۔ اس طرح تو وہ تجھے برا سمجھتی رہے گی۔ تو اس کو بتا دے کہ تو نے اس کی صرف جان بچانے کے لیے خط لکھے تھے اور شاید تیری جگہ وہ ہوتی تو وہ بھی ایسا کر گزرتی۔ وہ سچ جان کر سمجھ جائے گی کہ تو برا آدمی نہیں ہے۔ بیٹا تو فرشتہ ہے فرشتہ۔" خیر دین نے اس کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرا۔

"نہیں چاچا، میں سچ نہیں بتا سکتا اور اب سچ کا فائدہ بھی نہیں۔ وہ میرے بچپن کے دوست حبیب کی منگیتر ہے۔ سچ سن کر وہ مزید اپ سیٹ رہے گی۔ میں اس کی زندگی میں خوشیاں دیکھنا چاہتا ہوں۔ میں اسے تکلیف میں دیکھتا ہوں تو بے چین رہتا ہوں نہ جانے کیوں۔" اس نے اپنی کنپٹی رگڑی۔

"بیٹا تو اس طرح خود کو اور اسے بھی تڑپاتا رہے گا۔ تجھے اپنی محبت کا اظہار کرنا چاہیے باقی خدا پر چھوڑ دے۔" خیر دین نے اسے سچے دل سے مشورہ دیا جو رحما کو سچ بتانے سے نفی کرچکا تھا۔

"وہ مجھ سے کبھی محبت نہیں کرے گی۔" اس نے لمبی سانس لی۔

"ایسا تو سوچ رہا ہے..... تم دونوں میں یہ لفظوں کا سلسلہ چلتا رہا ہے جب تجھے اس سے محبت ہوگئی ہے تو اسے کیوں نہیں ہوسکتی۔" خیر دین نے اسے تسلی دے کر جواب دیا۔

"چاچا اس نے وہ سارے خط ارمغان کو لکھے تھے، مجھے نہیں۔" اس نے بیزاری سے جواب دیا۔

"بے شک مگر اب وہ جان چکی ہے کہ وہ خطوط تم نے لکھے تھے۔ ہاں تم نے ...... وہ تم سے بات چیت کرتی رہی۔ وہ تمہاری ہر بات اور تم اس کی ہر بات جانتے ہو، تمہیں کیا اچھا لگتا ہے اور وہ کیا پسند کرتی ہے۔ تم دونوں جانتے ہو۔ جس طرح تمہارے لیے وہ خط تمہارے جینے کا سہارا بن گئے ہیں اس طرح رحما کے لیے بھی تمہارے ان خطوط کو بھولنا ناممکن ہے۔" خیر دین نے افسردگی سے جواب دیا۔

"چاچا وہ میرے لکھے سب خطوط مجھے واپس کر گئی ہے۔" اکرم نے تڑپ کر کہا۔

"بیٹا اگر تو اسے خطوط واپس کردے گا تو کیا وہ تیرے دل سے نکل جائے گی؟ بیٹا وہ سمجھ نہیں پارہی ہے۔ میں نے دنیا دیکھی ہے وہ تیرے پاس لوٹ کر آئے گی تو نے اس کے دل میں نہ چاہ کر بھی محبت کا بیج بو دیا ہے۔ وہ تجھے بھول نہیں سکتی اور نہ تو اسے اپنے دل سے نکال پائے گا۔" خیر دین نے آہ بھرتی۔

"چاچا، میں نہیں چاہتا کہ وہ میرے پاس لوٹ آئے۔ میں نے اسے خدا سے تب مانگا تھا جب وہ حبیب کے رشتے میں نہیں تھی اب تو وہ میرے جگری

دوست کا پیار ہے۔ میں اس کی خوشیاں کیسے چھین سکتا ہوں۔" اکرم نے حبیب کا سوچ کر بتایا۔

"بیٹا، تو اپنی زندگی خدا پر چھوڑ دے۔ خدا تیری سچی محبت کو دیکھ چکا ہے۔ اگر وہ رحما کے نصیب میں تیری محبت لکھ چکا ہے تو پھر کوئی بھی اس بات کو مٹا نہیں سکے گا۔" اکرم کے لبوں پر بے بسی کی مسکراہٹ تھی۔ اسے ایسی کوئی امید نہیں تھی کہ رحما اس کی ہوجائے گی۔

☆☆☆

ثریا اور عظمت نے اسے کسی کام کو ہاتھ نہ لگانے دیا۔ وہ اپنے دل کا دکھ چھپا کر حبیب کے لیے تیار ہوئی۔ گرین رنگ کے موتیوں کے کام والے سوٹ میں وہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔ خالہ عظمت کے کہنے پر اس نے ہلکا میک اپ کرلیا مگر اپنی سونی سونی آنکھوں میں وہ کیسے خوشی کے رنگ بھر سکتی تھی۔ اس لیے وہ حبیب سے نظریں چرانے لگی۔

"رحما آپ کی کوکنگ بہت اچھی ہے۔ مجھے بھی سکھا دیں۔" ریما نے کھانا کھاتے ہی کہا۔ وہ خاموشی سے کھانا کھا رہی تھی۔ تب ہی ریما نے اسے مخاطب کیا جو اکرم اور رحما کے اس منظر کو سوچ سوچ کر رحما کی طرف زیادہ توجہ کررہی تھی۔

"جی ضرور۔" اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے ناں؟" اس کے کافی دیر خاموش رہنے پر حبیب نے اس سے پوچھ لیا۔

"ہاں ہاں بیٹا، رحما کو کل سے بخار تھا۔" خالہ عظمت نے ساری صورتِ حال کو سنبھالا۔

ریما نے دل میں سوچا کہ کل تو اس نے رحما کو اکرم کے پاس دیکھا تھا اور آج جو حالت رحما کی ہے ضرور رحما اور اکرم کے درمیان کوئی رشتہ ہے مگر کیسا رشتہ؟ وہ زیادہ سوچ نہ پائی۔ خالہ عظمت نے ریما کو کھیر کی ڈش تھمائی۔

"بیٹی میٹھا تو لو۔" خالہ عظمت نے مسکرا کر کہا۔

"جی...... جی ضرور۔" اس نے تھوڑی سی کھیر ایک پیالے میں ڈالی اور مسکرا کر بولی۔ "رحما کو بھی

زیادہ کھیر کھلائیں۔ زیادہ میٹھا ان کو کھانا چاہیے۔ ان کی شادی جو ہونے والی ہے۔'' ریما نے کھیر سے بھرا چمچ اس کی طرف بڑھایا۔ خالہ عظمت مسکرانے لگیں۔ رحما نے سر جھکا لیا۔ حسیب بھی کچھ نروس ہو گیا۔

''ہاں...... ہاں، کیوں نہیں۔ رحما آپ لوگوں کی امانت ہے جب آپ تاریخ بتادیں۔'' ثریا نے مسکرا کر جواب دیا۔

''بھائی جان اگلے ماہ کی پانچ تاریخ ٹھیک ہے کیا؟'' اس نے بھائی سے مسکرا کر پوچھا۔ حسیب مسکرانے لگا اور ریما نے بھائی کی مسکراہٹ دیکھ کر پانچ تاریخ پکی کردی۔ رحما کچھ لانے کی غرض سے وہاں سے اٹھ کر چلی گئی۔ اس کے چلے جانے پر حسیب گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ اسے رحما کچھ الجھی الجھی سی نظر آرہی تھی۔ خالہ عظمت نے حسیب کے چہرے کے تاثرات کو دیکھ کر بات سنبھالی۔

''بیٹا رحما شرما گئی ہے اور پھر ماں کی جدائی سے بھی وہ ڈرتی ہے۔ بہت حساس بچی ہے۔'' خالہ عظمت نے رحما کی کھوئی کھوئی کیفیت کی وضاحت کی۔

''ہاں، خالہ میں سمجھتا ہوں۔'' وہ مسکرانے لگا۔

''میں رحما سے بات کرتا ہوں۔'' وہ وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا۔

''رحما چائے بنارہی ہوگی۔ ابھی آجاتی ہے تم گرمی میں وہاں کیا کرو گے؟'' خالہ عظمت نے اسے روکا۔

''خالہ وہ بھی تو گرمی میں کھڑی ہے۔'' وہ مسکرا کر بولا اور پھر باورچی خانے کی طرف بڑھ گیا۔ ثریا اور ریما شادی کی باتوں میں مشغول تھیں اور خالہ عظمت کو رحما کی فکر لگی ہوئی تھی جس کا دل کسی اور سفر پر تھا۔

☆☆☆

''ہیلو...... جناب! آپ مجھ سے خفا ہیں کیا؟''

وہ باورچی خانے میں چائے بناتے بناتے کچھ سوچ رہی تھی کہ آخر وہ سب کچھ ٹھیک ہوجانے پر خوش کیوں نہیں ہورہی کہ حسیب کی آواز نے اسے چونکا دیا۔

''نہیں تو۔'' اس نے نظریں جھکائے جھکائے جواب دیا اور ابلتے پانی میں چائے کی پتی ڈالی۔

''شکر ہے، آپ کو یاد تو ہوگا میں پہلے بھی یہاں آپ سے ملا تھا جب آپ دوستی کرنے پر رضامند نہیں تھیں۔'' اس نے مسکرا کر کہا۔

''ہاں...... ہاں۔'' اس نے لبوں پر مصنوعی مسکراہٹ سجائی۔

''آپ شادی کی تاریخ پر خوش ہیں؟'' اس نے مسکرا کر پوچھا۔

''جی۔'' وہ سنجیدگی سے بولی اور اس نے دودھ دیگچی میں ڈال دیا۔

''مگر میں خوش نہیں ہوں۔'' وہ ایک دم سنجیدگی سے بولا۔ اب رحما نے اس کی طرف نظریں جمادیں۔ اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا کہ کہیں اس کے سارے خطوط جو ارمغان کو اس نے لکھے تھے جو اکرم کے پاس تھے وہ دیکھ تو نہیں چکا ہے۔

''آپ پریشان ہوگئیں؟'' وہ اس کے گُن ہونے پر مسکرایا۔ رحما نے خود پر قابو پایا اور اپنی نظریں حسیب کے چہرے سے ہٹادیں۔

''میں اس لیے خوش نہیں کہ ایک ماہ کی تاریخ پڑی جبکہ میں تو صرف دو دن ہی آپ لوگوں کو شادی کے لیے دینا چاہتا تھا۔'' اس نے شریر لہجے سے بات کی۔

''کیا میں آپ سے کچھ پوچھ سکتی ہوں؟'' اس نے حسیب سے نظریں ملا کر پوچھا۔

''ہاں ہاں، ضرور۔ بندہ حاضر ہے۔'' وہ ہنس کر بولا۔

''آپ مجھ سے شادی کیوں کررہے ہیں؟'' اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''آپ نے مشکل سوال پوچھ لیا۔'' وہ ہنسا اور کسی سوچ میں پڑ گیا۔ رحما اس کے جواب کی منتظر تھی۔

''کیا جواب دینا ضروری ہے؟'' اس نے مسکرا کر کہا۔

''جی...... میں جاننا چاہتی ہوں۔'' وہ مضبوط لہجے میں بولی۔

''بس آپ مجھے اچھی لگتی ہیں، اس لیے۔'' اس نے ہنستے ہنستے بتایا۔

''بس ایک دو ملاقات ہونے پر آپ نے میرے ساتھ شادی کا فیصلہ کرلیا۔ کیا یہ غلط بات نہیں؟'' وہ اپنے ماضی کو اس پر ظاہر کرنا چاہ رہی تھی کہ وہ حسیب کے ساتھ زندگی شروع کرنے سے پہلے ارمغان اور اکرم کے متعلق سب کچھ سچ سچ بتادے۔ اسے اپنی سانسوں میں گھٹن محسوس ہورہی تھی کہ وہ حسیب کو دھوکے میں رکھ رہی ہے۔

''آپ حسیب احمد کی پسند ہیں اور یہ ضروری تو نہیں کہ کسی کو جان کر اس سے شادی کی جائے اور آپ جیسی لڑکیاں تو بات کرنے کو گناہ سمجھتی ہیں۔ میں منگنی نہ کرتا اور آپ سے ویسے بات کرنے کی کوشش کرتا تو کیا آپ مجھے گھاس ڈالتیں۔ وہاب کی شادی پر آپ نے مجھے لفٹ تک نہ دی جبکہ وہاں شادی پر ہر لڑکی مجھ سے بات کرنے کی خواہش رکھتی تھی۔'' اس نے مسکرا کر جواب دیا۔

''میں...... میں......'' اس نے ارمغان کے متعلق بتانے کے لیے لب کھولے کہ خالہ عظمت باورچی خانے میں برتن اٹھائے چلی آئیں۔

''بیٹی رحما چائے تیار ہے تو لے آؤ، ریما اور ثریا تم دونوں کی منتظر ہیں اور بیٹا تم ثریا کو بتادو تمہارے لیے کون سے رنگ کا سوٹ بنوائے۔'' خالہ عظمت نے مسکرا کر سنک میں برتن رکھے اور حسیب سے مخاطب ہوئیں۔

''خالہ جان آپ میرے لیے نہیں بلکہ آپ نے جو کچھ میرے لیے کرنا ہے وہ رحما کے لیے کردیں۔ رحما آپ کل میرے ساتھ شاپنگ پر چلیں گی۔ آپ کو جو پسند ہوگا آپ اپنی مرضی کا خرید لیں۔'' اس نے خوشگوار موڈ میں آفر دی۔

''نہیں، پہلے ہی آپ نے بہت کچھ لے کر دیا ہے۔'' اس نے چولہا بند کیا اور چائے تھرماس میں ڈالی۔

''میں بھی رحما بیٹی کے ساتھ چلتی ہوں۔ کیوں بیٹا مجھے بھی ساتھ لے چلو گے؟'' خالہ عظمت نے حسیب کا دل رکھنے کے لیے خوشی کہا۔

''ہاں کیوں نہیں، کل چلتے ہیں۔'' حسیب مسکرا کر بولا۔

''نہیں، میں نہیں جاسکوں گی۔ مجھے قیصرہ کے گھر جانا ہے۔'' اس نے فوراً نفی کی۔

''بیٹا قیصرہ کے گھر پرسوں چلی جانا۔'' انہوں نے حسیب کی سائڈ لی۔ وہ رحما کو حسیب کی زندگی میں لانا چاہتی تھیں جو اس کا مستقبل تھا۔

''سوری حسیب، میں اپنی دوست سے وعدہ کرچکی ہوں۔ میں پرسوں آپ کے ساتھ چلی جاؤں گی۔'' اس نے حسیب کو مخاطب کیا جو اس کے بار بار انکار کرنے پر کچھ عجیب سا محسوس کرنے لگا تھا۔

''چلیں کوئی بات نہیں...... خالہ عظمت آپ رحما کو مجبور مت کیجیے۔ وہ پرسوں میرے ساتھ چلی جائیں گی۔''

''ہاں...... ہاں، کیوں نہیں۔ میں تو بس اپنے لیے کہہ رہی تھی۔'' خالہ عظمت نے مصنوعی مسکراہٹ لبوں پر سجائی جبکہ رحما کے بار بار انکار کرنے پر وہ بھی کچھ سوچنے پر مجبور ہوگئیں۔

☆☆☆

''بھائی، کل آپ رحما کے ساتھ جارہے ہیں؟'' وہ گاڑی چلاتے ہوئے بولی۔ وہ دونوں بہن بھائی واپس گھر لوٹ رہے تھے جب ریما نے بھائی سے پوچھا۔

''کل نہیں پرسوں۔'' حسیب نے آہ بھری۔

''پرسوں کیوں؟ پرسوں تو آپ کے دوست جواد نے ہمیں ڈنر کی دعوت دی ہے۔'' اس نے حسیب کو یاد کروایا۔

''اوہ نو...... مجھے تو یاد نہیں رہا، چلو میں کل رحما کو فون کرکے اطلاع دے دوں گا۔''

''بھائی کل کیوں نہیں جارہے ہیں؟'' ریما نے تشویش سے پوچھا۔ اس کے ذہن میں اکرم اور رحما کی ملاقات تھی۔

''رحما نے اپنی دوست قیصرہ کے ساتھ پروگرام

بنایا ہوا تھا اس لیے رحما نے انکار کردیا۔'' اس نے بجھے دل سے بات ختم کی اور پھر سوچ میں ڈوب گیا کہ پہلے سے رحما کا لہجہ بدلا بدلا لگ رہا تھا۔

''رحما مجھے اپ سیٹ لگ رہی تھی۔'' ریما نے فکرمندی سے کہا۔

''نہیں تو۔'' حسیب نے اسے مطمئن کیا جبکہ وہ خود بھی ایسا ہی سوچ رہا تھا۔

''بھائی وہ آپ سے محبت تو کرتی ہیں ناں؟'' ریما نے فکرمندی سے اپنے اندر چلنے والی کھُد بد کو پوچھ ہی لیا۔

''محبت..... یہ تو میں نہیں جانتا مگر پسند ضرور کرتی ہے تو ہی اس نے شادی کا فیصلہ لیا ہے۔'' حسیب نے چہرے پر مسکراہٹ بکھیر کر جواب دیا جبکہ وہ اندر سے بوکھلا سا گیا تھا۔

''بھائی جان، آپ کو رحما سے اور دوستی کرنی چاہیے۔ دوستی کرنے کے بعد ہی آپ دونوں ایک دوسرے کو زیادہ سمجھ سکیں گے۔'' اس نے بھائی کے چہرے پر فکرمندی کا تاثر دیکھا تو اسے مشورہ دیا۔

''ریما وہ بخار میں مبتلا تھی اس لیے شاید تمہیں اپ سیٹ نظر آئی اور دوسری بات تم جانتی ہو کہ تمہارے بھائی کو جو چیز پسند آجاتی ہے تو وہ اسے حاصل کرنے کے لیے اپنی جان کی پروا بھی نہیں کرتا۔'' اس نے مسکرا کر اپنی ذات کا وصف بیان کیا۔

''بھائی میں بھی آپ ہی کی طرح ہوں۔'' اس نے قہقہہ لگایا۔ حسیب نے بھی اس کی ہنسی میں ساتھ دیا جبکہ وہ ریما اور رحما کی باتوں کو سوچنے لگا جس سے وہ خود کافی اپ سیٹ ہوچکا تھا۔

☆☆☆

وہ صبح صبح تیار ہوگئی۔ اسے اکرم کے پاس جانا تھا اپنے خطوط لینے کے لیے۔

''اماں میں دوپہر کو آجاؤں گی اگر دیر ہوگئی تو آپ کھانا کھالیجیے گا۔'' اس نے چادر سنبھالی اور ماں کو باورچی خانے میں آواز دی۔

''دھوپ سے بچ کر رہنا اور جلدی آجانا۔'' ثریا نے اسے ہدایت دی وہ اپنے گھر سے باہر آنکلی۔ موسم بہت گرم تھا سورج اپنی آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ تیز تیز قدم اٹھانے پر اس کا جسم پسینے سے شرابور ہوگیا مگر اسے کوئی پروا نہیں تھی۔ اسے اکرم سے اپنے خطوط لینے تھے، اپنے ماضی کو جلانا تھا اور اکرم سے پوچھنا تھا کہ اس نے کیوں ایسا کیا۔ وہ شاید حسیب کا دوست نہ ہوتا تو وہ خطوط اس کے پاس رہنے دیتی۔ نورین نے اسے تاکید کی تھی کہ وہ کسی بھی صورت میں اکرم سے اپنے خطوط لے آئے۔ وہ اکرم کی ذات سے واقف نہ تھی، نورین کو برے برے خیالات گھیرے ہوئے تھے کہ حسیب سے شادی کے بعد کہیں اکرم، رحما کی زندگی برباد نہ کردے۔ وہ ہر ثبوت ارمغان کا مٹا دینا چاہتی تھی مگر اکرم اسے ایسا کرنے سے روک رہا تھا جس پر وہ پھر اس سے ملنے پوسٹ آفس جا پہنچی تھی۔

وہ اسے اپنی سیٹ پر ملا جو سر جھکائے کام کررہا تھا۔ وہ اس کے سامنے آکھڑی ہوئی خود پر کسی کا سایہ محسوس ہوا تو اس نے نظریں اٹھائیں۔ اس نے رحما کو دیکھا تو سیٹ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

''کیا میں آپ سے بات کرسکتی ہوں؟'' رحما نے سنجیدگی سے کہا۔

''جی ہاں۔'' وہ اپنے کمرے سے باہر نکل آیا اور پوسٹ آفس کے احاطے میں بچھی بینچ پر دونوں جا بیٹھے۔ دونوں طرف خاموشی تھی۔ رحما نے ہی خاموشی کو توڑا۔

''دیکھیں اکرم صاحب میں بار بار آپ سے یہاں ملنے آرہی ہوں۔ آپ جانتے ہیں کہ میرا یہاں آنا مناسب نہیں، پلیز آپ میری امانتیں مجھے لوٹا دیں۔'' اس نے شائستگی سے کہا۔

''جی۔'' اس نے سر جھکالیا۔ وہ رحما کی زندگی میں پریشانیاں دیکھنا نہیں چاہتا تھا اس لیے اس نے خطوط دینے کی ہامی بھرلی۔

''کیا آپ مجھے میرے خطوط کل واپس کردیں گے؟'' اس نے پھر پوچھا جو اس کو ہاں میں جواب دے

چکا تھا۔

''جی ہاں۔'' اس نے نظریں چرا کر اعتراف کیا کہ رحما کے لکھے خطوط اس کے پاس ہیں۔ رحما کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔

''کیا میں پوچھ سکتی ہوں کہ آپ نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا؟'' اس نے لرزتی آواز سے پوچھا۔ اکرم بینچ سے اٹھ کھڑا ہوا اور سنجیدگی سے کہنے لگا۔

''آپ کل اپنے خطوط لینے آجایئے گا۔'' پھر وہ اندر کی طرف بڑھ گیا۔ رحما کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔ اس نے مزید بات کرنا مناسب نہیں سمجھی۔ اس کو تو صرف اپنے خطوط پانے تھے وہ اکرم سے جھگڑا مول لے کر خطرہ پیدا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اس لیے روتے روتے پوسٹ آفس سے باہر نکلی کہ اسے لگا کہ کسی نے پکارا ہو۔

''رحما..... رحما..... رحما۔'' وہ پلٹی تو اس نے خیر دین کو دیکھا جو افسردہ کھڑا تھا۔

''بابا، آپ.....؟'' وہ خیر دین کو اکثر سلام کرکے آتی جاتی تھی۔

''بیٹا میں تیرا گناہ گار ہوں۔ مجھے معاف کردے۔'' خیر دین نے اس کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے۔

''بابا، آپ ایسا کیوں کہہ رہے ہیں؟'' وہ حیرت زدہ سی ہوگئی اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا۔

''بیٹا، اکرم بے قصور ہے۔ اکرم نے کبھی تیرے دل سے نہیں کھیلنا چاہا وہ تو صرف تیری جان بچانا چاہتا تھا۔'' خیر دین نے سنجیدگی سے بتایا۔

''میری جان.....!'' وہ چونکی۔

''ہاں، ہاں بیٹا، تیرے پہلے خط میں جان دینے کی بات سے وہ گھبرا گیا تھا۔ تو جانتی نہیں کہ اس نے خط لکھنے کا سلسلہ صرف تیری جان بچانے کے لیے شروع کیا تھا اور میں نے بھی اسے اجازت دے دی تھی۔'' خیر دین نے اپنا جرم قبول کیا۔

''بابا، اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا اور وہ کون ہوتا ہے میری جان بچانے والا۔'' وہ خفا سی ہوگئی۔

''بیٹا، تو اسے اب بھی غلط انسان سمجھ رہی ہے۔ اس کی بہن نے بھی محبت کی خاطر خودکشی کرلی تھی۔ وہ تیرے خط میں بھی جان دینے کی بات پر بوکھلا سا گیا اور اس نے تجھے بچانے کے لیے ارمغان بن کر خط لکھنا شروع کردیا۔'' خیر دین نے اسے تمام اصلیت بتا کر اکرم کو بے قصور ثابت کرنا چاہا۔

''بابا کسی کا خط پڑھنا بہت بری بات ہے۔ شاید اس وقت میں بہت کمزور ہوگئی تھی اور میں نے غصے میں آکر جان دینے کی بات لکھ دی تھی۔'' اس نے کانپتے ہونٹوں سے کہا۔ خیر دین نے آہ بھری۔

''بیٹی اصل گناہ گار تو میں ہوں۔ میں نے ہی تمہارا دکھ اس سے بیان کیا کہ تم ہر ہفتے ایک خط پوسٹ کرجاتی ہو۔'' خیر دین نے افسردگی سے بتایا۔

''بابا، آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ آپ جانتے ہیں کہ یہ حقیقت جان کر میں کتنی ٹوٹ چکی ہوں۔'' وہ رونے لگی۔

''بیٹی مجھے معاف کردو اور اکرم کو بھی۔'' خیر دین نے ہاتھ جوڑے۔

''نہیں..... نہیں بابا..... آپ ہاتھ کیوں جوڑ رہے ہیں۔'' اس نے خیر دین کے ہاتھ تھام لیے جو کانپ رہے تھے۔

''بابا جو میرے نصیب میں لکھا تھا وہ تو ہونا ہی تھا۔ بس میں نے آپ کو معاف کردیا۔ آپ خود کو قصوروار مت سمجھیں۔'' اس نے تسلی دی۔

''بیٹی رحما، اکرم کو بھی معاف کردو مگر وہ بے چارہ تمہاری معافی کے بعد بھی شدید اذیت میں رہے گا۔'' خیر دین کی آواز میں نمی در آئی۔

''بابا، آپ ایسا کیوں کہہ رہے ہیں؟'' وہ حیرت زدہ سی ہوگئی۔

''بیٹا تمہاری جان بچاتے بچاتے وہ..... وہ تمہیں اپنی جان بنا بیٹھا۔ تمہارے لیے بہت تڑپا ہے۔ اس نے تمہیں کہاں، کہاں تلاش نہیں کیا مگر خدا کو شاید کچھ اور ہی منظور تھا۔ تم اسے جب ملیں تو اس کے جگری

دوست حبیب کی منگیتر بن چکی تھیں۔ خدا نے اسے بہت بڑی سزا دے دی ہے۔ بس اب تم بھی اسے دل سے معاف کر دینا۔ وہ برا انسان نہیں ہے اور نہ ہی وہ تمہیں بلیک میل کرنا چاہتا ہے۔ تمہارے سارے خطوط اس کے جینے کا سہارا تھے۔ بس خود کی جان کو زندہ رکھنے کے لیے وہ خطوط واپس نہیں کر رہا تھا۔'' خیر دین نے اکرم کی ساری حقیقت اس کے سامنے رکھی۔

اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے وہ جو اسے بہت برا سمجھ رہی تھی۔ خود کو اس کا گناہ گار سمجھنے لگی اسے اپنا وجود زمین میں دھنستا ہوا محسوس ہو رہا تھا پھر وہ بوجھل قدموں سے اپنے گھر کی طرف چل پڑی۔ ریما جس نے اکرم اور رحما کے درمیان ایک ملاقات دیکھ لی تھی اور کل رات حبیب کے ساتھ شاپنگ کے لیے انکار کرنے پر وہ پوسٹ آفس آ پہنچی۔ اس نے اپنی گاڑی پوسٹ آفس سے دور ایک سائڈ پر کھڑی کر رکھی تھی۔ وہ جان چکی تھی کہ رحما، اکرم سے مل کر اب جا رہی ہے۔ اسے رحما پر شدید غصہ آ رہا تھا اس کی وجہ اس کا اپنا دل تھا جو اکرم کی محبت پانے کے لیے تڑپ رہا تھا، بجھ گیا تھا۔ وہ گاڑی سے اتری اور سیدھی پوسٹ آفس کے اندر چلی گئی۔

☆☆☆

وہ گھر بہت اداس پہنچی تھی۔ اس نے اپنے ساتھ ہونے والے حادثے کو اپنا مقدر سمجھا۔ اپنا دل ہلکا کرنے کے لیے اس نے عزیز از جان دوست نورین کو فون کرنے کا ارادہ کیا۔ وہ بھی رحما کے لیے فکر مند تھی۔

''ہیلو رحما! ہاں تم نے صبح سے بات کر لی؟''

نورین نے اسے مشورہ دیا تھا کہ اکرم سے جھگڑا کرنے کے بجائے اس سے التجا کر کے خطوط واپس لے لینا۔

''ہاں، میں نے بات کر لی...... وہ راضی ہو گیا۔'' اس نے مضبوط لہجے میں جواب دیا۔ اب وہ اکرم سے ڈر نہیں رہی تھی بلکہ خود کو اس کا گناہ گار سمجھ رہی تھی کہ اس کی وجہ سے وہ محبت جیسے سفر پر نکل پڑا ہے اور اس کے ہاتھ ہمیشہ خالی رہیں گے۔

''اچھی خبر سنائی ہے۔ تمہارے لکھے خطوط تمہیں مل جائیں تو پھر اکرم سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔'' نورین نے ایک سکون کی آہ بھری۔

''وہ اچھا انسان ہے۔'' رحما نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

''کیا...... کیا مطلب؟'' نورین گھبرائی۔

''ہاں نورین، مجھے اسے جاننے میں غلطی ہوئی۔ وہ میرے لکھے خطوط مجھے اس لیے واپس نہیں دے رہا تھا کہ وہ...... وہ......'' اس نے بات ادھوری چھوڑ دی اور اس کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔

''کیا ہوا ہے رحما؟ وہ تمہیں خطوط کیوں واپس نہیں کرنا چاہتا تھا۔ مجھے بتاؤ؟'' نورین مزید فکر مند ہو گئی پہلے پہل رحما، اکرم کے حوالے سے اسے طرح طرح کی باتیں سنا رہی تھی کہ وہ اسے بلیک میل کر کے پیسے لینے کے لیے خطوط واپس نہیں کر رہا اب رحما کے منہ سے اس کے لیے اچھے الفاظ اسے ہضم نہیں ہو رہے تھے۔

''نورین...... وہ مجھ سے محبت کرتا ہے۔ اس نے میری جان بچانے کے لیے مجھے ارمغان بن کر خطوط لکھے تاکہ میں خود کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکوں۔'' اس کی آواز کانپنے لگی۔

''کیا...... یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟''

''ہاں...... ہاں، یہ سچ ہے۔ وہ سارے محبت بھرے خطوط اس نے مجھے لکھے تھے اور میں پگلی یہ سمجھ ہی نہ پائی کہ یہ خط ارمغان نے نہیں لکھے ہیں۔ شاید مجھے خدا نے یہ احساس دلایا کہ میں جو ارمغان سے محبت کا دعویٰ کر رہی تھی وہ جھوٹا تھا۔ میں ارمغان کو کبھی سمجھ ہی نہیں پائی تھی اگر سمجھتی ہوتی تو اس کی تحریر، اس کے لفظوں کو ایک پل میں جان لیتی کہ یہ ارمغان نہیں ہے کوئی اور ہے۔'' وہ رونے لگی۔ نورین افسردہ سی ہو گئی۔

''دیکھو رحما جو بھی ہوا سب کچھ بھول جاؤ...... سب کچھ۔ ارمغان تمہارے قابل نہیں تھا اور آج تمہیں بھی احساس ہو گیا ہے کہ تم ارمغان سے محبت نہیں کرتی تھیں۔ تم دونوں اچھے دوست تھے اگر محبت ہوتی تو ارمغان اور تم ایک ہوتے۔ کبھی کبھی انسان کو کوئی اچھا

لگنے لگتا ہے تو وہ اسے محبت کا نام دے دیتا ہے جبکہ درحقیقت ایسا نہیں ہوتا۔ محبت تو شاید اس انسان نے تمہارے ساتھ کی ہے وہ جانتا تھا کہ تم کسی اور کی ہو پھر بھی اس نے تمہارا خیال رکھا، تمہاری جان بچائی کسی غرض کی خاطر نہیں۔ ارمغان کو بھول جانا ہی تمہارے لیے بہتر ہے۔'' نورین نے اسے اکرم کی محبت کی مثال دے کر ارمغان کو بھول جانے کا مشورہ دیا۔ رحما کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

☆☆☆

''تم...... ریما......؟'' وہ اسے دیکھ کر گھبرا سا گیا کہ کہیں اس نے رحما کو جاتے ہوئے دیکھ تو نہیں لیا۔

''کیوں...... آپ کسی اور کے منتظر تھے؟'' اس نے طنزیہ لہجے میں جملہ پھینکا۔ اس کا معصوم رویہ تلخ لہجے میں بدل چکا تھا۔

''تم یہاں ...... گھر آجاتی ناں ؟'' وہ نروس سا ہوا۔

''کیوں، میرا آنا بہت برا لگا اور میری جگہ کوئی اور آجائے تو وہ تمہیں اچھا لگتا ہے۔'' اس نے مزید لہجہ کڑوا کرلیا۔

''ریما کیا بات ہے، تم اتنے غصے میں کیوں ہو؟'' وہ ریما کی رگ رگ سے واقف تھا جو اکثر اس کے لیے بہت حساس ہوجاتی تھی۔ اس نے ریما کی وجہ سے تو حسیب سے دوری بڑھادی مگر مقدر نے پھر اسے ریما سے ملا دیا۔

''میں غصے میں نہیں ہوں بس اک بات جاننا چاہتی ہوں۔'' اس نے خفگی بھرے لہجے میں کہا۔

''کیسی بات؟'' اکرم گھبرا گیا۔ اس کے رونے سے وہ جان چکا تھا کہ ریما نے رحما کو یہاں پوسٹ آفس میں دیکھ لیا ہے۔

''مجھ میں کیا کمی ہے؟'' وہ چیخی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو امڈ آئے۔ وہ برداشت ہی نہیں کرپائی جب اس نے خود کو رحما کی سہیلی بتا کر سارا سچ خیر دین سے سن لیا کہ اکرم، رحما کے لیے تڑپ رہا ہے۔

''کیا ہو رہا ہے ریما تمہیں...... پلیز خود کو سنبھالو۔'' وہ اس کے چیخنے پر اسے پوسٹ آفس سے باہر لے آیا تاکہ پوسٹ آفس کے باقی لوگ اسے تشویشی نگاہوں سے نہ دیکھیں۔

''مجھے چھوڑ دو۔'' وہ اسے پوسٹ آفس کے باہر بازو پکڑ کر لے آیا۔

''ریما...... ریما، ہوش میں آؤ۔'' وہ چیخا۔

''میں ہوش میں ہی ہوں مگر آپ ہوش میں نہیں ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ حسیب بھائی رُحما سے شادی کررہے ہیں پھر بھی آپ اور رحما چھپ چھپ کر ملتے ہیں۔ ہوش آپ کو نہیں ہے ...... ہوش رحما کو نہیں ہے۔'' وہ چیخی۔

''الزام لگارہی ہو تم رحما پر۔'' وہ اس پر چیخا۔

''بے شرم، بدذات ہے رحما۔ ایک طرف دولت کی خاطر میرے بھائی کو پھانس لیا اور دوسری طرف آپ کو۔'' وہ رحما کے خلاف بولتی چلی گئی۔ اکرم نے ایک زوردار طمانچہ ریما کے منہ پر رسید کیا۔

''خبردار جو تم نے رحما کے خلاف ایک لفظ بھی نکالا۔ وہ...... وہ تو جانتی تک نہیں کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں۔'' وہ شدید غصے میں چیخا۔ اس نے غصے سے اکرم کا گریبان پکڑ لیا۔

''تو کیا آپ...... آپ...... رحما سے محبت کرتے ہیں؟'' وہ چیخی۔

''ہاں، ہاں میں محبت کرتا ہوں۔'' وہ پاگل سا ہوگیا۔ ریما نے اس کا گریبان چھوڑ دیا اور پھوٹ پھوٹ کر روتے ہوئے اپنی گاڑی کی طرف بھاگ گئی۔ اکرم اس کے ردِعمل پر گھبرا سا گیا۔ وہ ریما کے پیچھے بھاگا۔ وہ غصے سے گاڑی اسٹارٹ کرکے روتے روتے تیزی سے نکل گئی اور وہ بے حد فکرمند وہیں کھڑا رہ گیا۔

☆☆☆

وہ تیزی سے گاڑی چلا رہی تھی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

''میں رحما کو نہیں چھوڑوں گی۔ اس نے میری

بت کو مجھ سے چھیننے کی جرأت کی ہے۔ اس نے میرے پیارے بھائی کو دھوکے میں رکھا ہے۔ میں اس کی جان لے لوں گی۔'' وہ اس کے گھر کی طرف جارہی تھی۔ وہ رو رہی تھی کہ اس کا سیل فون بج اٹھا۔ اسکرین پر گھر کے خاص ملازم حیدر کا فون آرہا تھا۔ اس نے غصے سے فون اٹھایا۔

''ہیلو حیدر کیا کام ہے؟'' وہ چیخی۔

''بی بی جی وہ تصویر پینٹر نے تیار کردی ہے۔'' اس نے ریما کو بتایا۔

''اب اس تصویر کا کوئی فائدہ نہیں رہا۔'' وہ رونے لگی۔

''بی بی جی، آپ کہاں ہیں اور آپ رو کیوں رہی ہیں؟'' حیدر گھبرا سا گیا۔

''حیدر اس تصویر کو جلادو، پھینک دو۔'' وہ پھر چیخی۔

''جیسا آپ کا حکم۔'' حیدر نے فرمانبرداری سے جواب دیا۔

''اس تصویر کا بھائی کو کبھی پتا نہیں چلنا چاہیے کہ میں نے اکرم کی تصویر پینٹر سے بنوائی تھی۔'' اس نے غصے سے حکم دیا۔

''جی بی بی جی، آپ مطمئن رہیں۔'' حیدر نے اسے تسلی دی۔

''اور کچھ؟'' اس نے غصے سے کہا۔

''جی بی بی جی کیک اور پھل، مٹھائی کا کیا کرنا ہے؟'' اس نے احتراماً پوچھا۔

''انہیں بھی کہیں پھینک دو۔'' وہ چیخ کر بولی اور اس نے فون بند کردیا۔

''اکرم میں تم سے خود سے بھی زیادہ محبت کرتی ہوں۔ آج تمہاری سالگرہ پر سرپرائز دینے کے لیے میں نے اپنی اور تمہاری کالج کی تصویر ایک پینٹر سے بنوائی۔ تمہارے ساتھ ڈنر کرنا چاہتی تھی مگر تم تو رحما کے لیے تڑپ رہے ہو۔ رحما...... جو ایک مڈل کلاس لڑکی ہے۔ تم نے میری محبت کو ٹھکرادیا اس لڑکی کی خاطر جو میرے بھائی کے ساتھ بھی محبت کا ڈراما رچانے بیٹھی ہے۔ میں اس کی اصلیت اس کے گھر میں جاکر کھولتی ہوں۔'' وہ غصے میں بڑبڑاتی چلی گئی پھر اس نے گاڑی کی اسپیڈ تیز کردی۔ اس کے ذہن پر رحما کا خون سوار تھا۔ اس لیے وہ موڑ کاٹتے کاٹتے ایک ٹرک سے ٹکرا گئی۔ ایک زور کی چیخ اس کے حلق سے نکلی۔ گاڑی قلابازی کھاتے کھاتے ایک دیوار کے ساتھ جاٹکرائی اس کے سر سے خون بہنے لگا اور پھر اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا مگر اس کے لب ہل رہے تھے۔ جن پر اکرم...... اکرم...... اکرم کا نام تھا۔

☆☆☆

وہ پریشان حالت میں کب سے ریما کو فون کررہا تھا مگر اس کا سیل فون آف جارہا تھا۔

''ریما فون کیوں نہیں اٹھارہی؟'' حسیب مزید فکرمند ہوگیا۔ رات کے آٹھ بج چکے تھے اور اس کا کہیں کچھ پتا نہیں تھا۔

''شاید رحما کے گھر چلی گئی ہو، میں رحما سے پوچھتا ہوں۔'' اس نے رحما کو کال کی۔ دوسری طرف رحما نے کال ریسیو نہ کی۔ وہ اکرم کے متعلق سوچوں میں گم تھی کہ کل وہ اکرم سے معافی مانگ لے گی اور اس سے خط لے کر پھر کبھی اس سے ملنے نہیں جائے گی۔ اس نے رحما کو پھر خالہ عظمت کو فون کیا۔ دوسری طرف خالہ عظمت نے فون اٹھالیا۔ ثریا بھی وہیں بیٹھی تھیں۔

''خالہ، ریما آپ لوگوں کی طرف ہے؟''

''نہیں تو۔'' حسیب نے کچھ دیر اِدھر اُدھر کی باتیں کرکے فون آف کردیا۔ وہ شدید پریشان ہوگیا۔ اس نے پھر ریما کے سیل پر کال کی بیل جارہی تھی مگر فون کوئی نہیں اٹھارہا تھا۔

اس نے پھر کچھ سوچ کر اکرم کو فون کیا۔ اکرم جو ڈیوٹی سے آکر کافی پریشان تھا اور کمرے میں ٹہل رہا تھا۔ حسیب کا نمبر دیکھ کر گھبرا سا گیا۔ اس نے خود پر قابو پایا اور فون اٹھالیا۔ دوسری طرف حسیب نے فکرمندی سے ریما کے متعلق پوچھا۔

''اکرم کہیں ریما تمہارے گھر پر تو نہیں آئی تھی۔ صبح سے گئی ہوئی ہے۔ نو بجنے کو آرہے ہیں فون بھی نہیں اٹھا رہی ہے تو میں نے سوچا کہ تم سے پوچھ لوں۔'' حبیب نے ریما کے متعلق تفصیل بتائی۔ اکرم گھبرا سا گیا اس نے نفی کی۔

''نہیں، وہ گھر پر نہیں آئی۔'' اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتا حبیب نے اسے ہولڈ کرنے کو کہا۔

''ہاں حیدر، کیا ریما بی بی کا کچھ پتا چلا؟'' حبیب کی آواز اکرم کو سنائی دی شاید حیدر کمرے میں آگیا تھا۔

''جی، وہ اسپتال میں ہیں ان کی کار الٹ گئی تھی۔'' حیدر نے فکرمندی سے بتایا۔

''کیا......!'' حبیب پر جیسے آسمان آن گرا۔ ''وہ...... وہ ٹھیک تو ہے۔ کس اسپتال میں ہے؟'' حبیب بے حد پریشان ہوگیا۔ اکرم نے فون پر ساری بات سن لی تھی۔ وہ ہیلو، ہیلو کرتا رہ گیا اور پھر حبیب کا نمبر بزی جاتا رہا۔

☆☆☆

''رحما......رحما۔'' خالہ عظمت نے اس کے کمرے میں آکر پکارا۔ وہ لائٹ آف کرکے بیٹھی تھی۔ خالہ عظمت نے لائٹ آن کی وہ بے حد گھبرائی ہوئی تھیں۔

''بیٹا، ریما......ریما کا ایکسیڈنٹ ہوگیا ہے۔ وہ بے چاری اسپتال میں ہے۔ جلدی سے تیار ہو جاؤ، ہمیں ابھی وہاں جانا ہے۔'' خالہ عظمت نے اسے گہری سوچوں سے نکالا۔

''خالہ یہ سب کیسے ہوا؟'' وہ گھبرا سی گئی۔

''بیٹی یہ تو وہاں جاکر ہی پتا چلے گا۔ خدا بچی کو سلامت رکھے۔'' خالہ عظمت نے دعا کے لیے ہاتھ بلند کردیے۔

''خالہ میں تیار ہو جاتی ہوں، ان لوگوں کو ہماری ضرورت ہوگی۔'' رحما نے تیزی سے الماری کھولی اور اپنے کپڑے نکالنے لگی۔

''ہاں میری بچی ثریا رکشا لینے گئی ہے۔ میں ذرا گھر سے اپنا پرس لے لوں۔'' خالہ عظمت نے سوچ کر کہا اور پھر اپنے گھر چلی گئیں۔

''خدا ریما کی زندگی کو بچالے۔'' رحما نے دعا کی۔

وہ تینوں اسپتال پہنچیں تو حبیب کو نہایت غمزدہ حالت میں پایا۔

''بیٹا کیا ہوا، سب خیریت تو ہے؟'' خالہ عظمت اور ثریا کا چہرہ بجھا ہوا تھا۔ رحما سہم سی گئی۔ حبیب باقاعدہ رو رہا تھا۔

''خالہ ریما......میری پیاری بہن کومے میں چلی گئی ہے۔'' اس نے روتے روتے بتایا۔

''یا خدا......بچی پر رحم فرما۔'' ثریا کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔ خالہ عظمت، حبیب کو تسلی دینے لگیں۔ رحما بھی نہایت فکرمند تھی۔ وہ ریما جیسی پیاری دوست کے لیے دعائیں مانگنے لگی۔ وہ دعا کر رہی تھی کہ اس نے اپنے سامنے سکینہ اور اکرم کو آتے دیکھا۔ ایک عجیب سی کسک اس کے دل میں اٹھی۔ اس نے اکرم سے نظریں چرالیں۔ سکینہ حبیب کے پاس آبیٹھی۔

''خالہ میری چھوٹی بہن زندہ لاش بن کر رہ گئی ہے۔ خالہ میں اس کے بغیر کیسے زندہ رہ سکوں گا۔'' اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اکرم نے حبیب کو دلاسا دیا۔

''حبیب خود کو سنبھالو۔ ریما بہت جلد صحت یاب ہو جائے گی انشاء اللہ۔'' اکرم نے حبیب کا ہاتھ تھام لیا۔

''میں بہت برا ہوں۔ میں نے اپنی خوشیوں کے لیے اسے زبردستی پاکستان بلوایا تھا۔ میں اس کی حالت کا ذمے دار ہوں۔'' حبیب خود کو کوسنے لگا۔ اکرم اسے تسلی دے رہا تھا۔ حیدر نے ایک تیکھی نظر اکرم پر ڈالی جو کب سے حبیب کے ساتھ خاموش کھڑا تھا۔

''شاید قصور وار کوئی اور ہے۔'' حیدر نے اکرم سے نظریں نہ ہٹائیں اور چبھتے ہوئے لہجے میں بولا۔ اکرم کو یوں محسوس ہوا جیسے حیدر اسے قصوروار سمجھ رہا ہے اور اسے علم ہے کہ وہ کل صبح اس سے جھگڑا کرکے نکلی تھی۔ اس کے کار حادثے کی خبر سن کر اکرم نے ہزار دفعہ خود کو

ریما کا گناہ گار جانا تھا۔ اس کے ہاتھ میں کچھ ہوتا تو کیا وہ ریما کی ایسی حالت ہونے دیتا۔

''جو قصوروار ہے خدا اسے بھی بہت بری سزا دے گا۔'' اس نے حیدر کو دیکھ کر کہا۔

☆☆☆

''جی......میں یہاں ریما کے پاس رہوں گی۔'' اس نے حبیب کی طرف دیکھ کر کہا جو سب کو گھر جانے کے لیے کہہ رہا تھا۔

''ہاں......ہاں رحما، ریما کے پاس رہے گی۔'' ثریا نے رحما کی بات سن کر اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔

''خالہ یہاں نرسیں ہیں پھر رحما کی اپنی طبیعت ٹھیک نہیں۔'' حبیب نے فکرمندی سے کہا۔

''نرسیں ہیں مگر اپنا تو کوئی نہیں ناں!'' رحما نے نفی سے کہا۔

''اوکے، جیسا تم مناسب سمجھو۔'' ثریا اور عظمت خالہ جانے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئیں۔

''میں آپ دونوں کو چھوڑ آتا ہوں۔'' حبیب بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ ''مجھے گھر پر کام بھی ہے۔'' اس نے سنجیدگی سے بتایا۔

''ہاں......رحما، ریما کے ساتھ ہے، فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔'' ثریا نے حبیب کے کندھے کو تھپتھپایا۔

''آپ لوگ ریما کے لیے دعا کیجیے گا۔'' حبیب نے ثریا اور خالہ عظمت سے گویا التجا کی۔

''کیوں نہیں بیٹا، ضرور تمہارے کہنے سے پہلے ہی ہم اپنی بچی کے لیے دعائیں مانگ رہے ہیں۔'' ثریا نے افسردگی سے جواب دیا۔

''حیدر تم بھی چلو مجھے تم سے کام ہے۔'' حیدر ایک طرف خاموش کھڑا تھا۔ حبیب نے اسے مخاطب کیا۔

''جیسے آپ کا حکم۔'' حیدر نے شائستگی سے جواب دیا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ حبیب نے ایک نظر ریما پر ڈالی اور پھر اپنے آنسوؤں کو روک کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

''بیٹا رحما، ریما کا خیال رکھنا اور اپنا بھی۔'' خالہ عظمت نے اس کا ہاتھ تھام کر اسے ہدایت دی۔

''جی خالہ اور آپ لوگ گھر جاکر کھانا ضرور کھا لیجیے گا۔ اماں آپ اپنی دوا لینا مت بھولیے گا۔'' اس نے ماں کو تاکید کی۔

''بیٹی یہ پیسے رکھ لو۔ یہاں اسپتال کی کینٹین سے اپنے لیے کچھ منگوا لینا۔'' ثریا نے اپنے پرس میں سے کچھ پیسے اس کی مٹھی میں دبائے۔

''چلو ثریا، حبیب گاڑی میں ہمارا انتظار کر رہا ہوگا۔'' خالہ عظمت نے ایک نظر ریما پر ڈالی جو یوں لگ رہا تھا جیسے سو رہی ہو۔ دونوں ریما کو ڈھیر ساری وعائیں دے کر اسپتال کے کمرے سے باہر نکلیں۔ رحما نے وضو کیا اور ریما کے پاس کرسی پر بیٹھ کر درود پاک پڑھ پڑھ کر اس کی سلامتی کے لیے دعائیں کرنے لگی۔

☆☆☆

''حیدر......مجھے صبح سے لے کر شام تک کی ساری کارروائی ریما کی چاہیے۔ اس کے سیل نمبر پر کس کس کے فون آئے تھے۔ وہ کس کس سے ملی تھی ساری تفصیل مجھے جلد سے جلد مل جانی چاہیے۔''

''جی سر اور کوئی حکم؟''

''نہیں، تم جاسکتے ہو۔'' اس نے حیدر کے سپرد کام کیا پھر اس نے آفس فون کرکے منیجر کو کچھ ہدایات دیں۔ اس کا سر شدید دکھ رہا تھا۔ بہن کی وجہ سے وہ سخت تناؤ کا شکار تھا۔

☆☆☆

''مجھے ریما سے یوں بات نہیں کرنی چاہیے تھی۔ آج جو حالت اس کی ہے وہ میری وجہ سے ہے۔ وہ صحت یاب ہو جائے گی تو میں اس سے شادی کرلوں گا۔ میرا انکار رحما کی خوشیوں کو چھین لے گا۔ وہ ہوش میں آنے کے بعد حبیب کو سب کچھ سچ بتا دے گی جس سے رحما کو بدکار لڑکی سمجھ کر وہ اس سے رشتہ توڑ دے گا۔ میں نے رحما کو پہلے بھی خطوط لکھ کر دکھ دیا ہے اور اب میرے انکار کی وجہ سے پھر اس کی زندگی دکھوں میں مبتلا

ہوجائے گی۔ میں ریما سے شادی کرلوں گا۔ میں رحما کو دکھی نہیں دیکھ سکتا۔'' وہ خودکلامی کی کیفیت میں تھا۔

☆☆☆

وہ ریما کے سر پر پیار کرنے لگی۔ اس نے نماز فجر ادا کی اور تسبیح لے کر اس کے پاس آبیٹھی۔

''ریما تم بہت جلد ٹھیک ہوجاؤ گی۔'' اس نے ریما کو مخاطب کیا۔ وہ ڈاکٹر کی ہدایات پر عمل کررہی تھی کہ اس سے باتیں کرتے رہیں۔

''ریما تم سے مل کر مجھے ایک اچھی سہیلی کی کمی پوری ہوتی محسوس ہوئی۔ تم سے دل کھول کر بات کرنا چاہتی تھی مگر تب شاید حالات ایسے نہ تھے۔ میں تمہیں اپنے ماضی سے آگاہ کرنا چاہتی تھی مگر کر نہ سکی۔'' اس کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔

''ریما..... میں ارمغان نامی ایک شخص سے محبت کرتی تھی مگر وہ مجھ سے محبت نہیں کرتا تھا۔'' اس نے اب ریما کا ہاتھ تھام لیا تھا جو بالکل بے جان تھا۔

''ریما میں نے اسے بہت خط لکھے مگر اس نے کبھی مجھے جواب نہیں دیا پھر ایک دن مجھے اس کے خط ملنے لگے۔ میں بہت خوش ہوگئی مگر میری خوشی زیادہ دیر تک نہ رہی وہ خط ارمغان نہیں بلکہ اکرم مجھے لکھتا رہا صرف اس لیے کہ وہ میری جان بچانا چاہتا تھا۔'' وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

''ریما کچھ تو بولو۔ مجھے تسلی تو دو۔ میرے ساتھ جو ہوا اس پر مجھے تسلی تو دو۔'' وہ روتے روتے اسے حرکت دینے لگی۔ ریما بے جان سی پڑی رہی۔ وہ روتے روتے ریما کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرنے لگی۔

''میرے لیے دعا کرو کہ میں حسیب جیسے نیک انسان کی زندگی میں خوشیاں بھر سکوں اور ارمغان کی یاد کو ہمیشہ کے لیے اپنے دل سے نکال دوں۔'' اس نے روتے روتے اپنے دل کا دکھ بیان کیا۔ دوسری طرف سے اسے کوئی جواب نہیں ملا۔

☆☆☆

ایک ہفتے کے بعد ریما کو حسیب نے گھر پر شفٹ کروالیا اور نرس کا بھی انتظام کرلیا۔ وہ اپنی بہن کو اپنی نگاہوں کے سامنے رکھنا چاہتا تھا۔ اس نے آفس کا زیادہ تر کام گھر پر ہی دیکھنا شروع کردیا۔

ریما میں اتنی بہتری آئی تھی کہ اس کی آنکھیں کھلی تھیں مگر وہ صرف چھت کو گھورے جاتی۔ وہ فائلوں میں بزی تھا جب رحما کی اسے کال آئی۔

''ہیلو..... السلام علیکم، ریما کیسی ہے؟'' اس نے شائستگی سے پوچھا۔

''بالکل ویسی جیسی کہ تم چھوڑ کر گئی تھیں۔'' حسیب نے افسردگی سے جواب دیا۔

''آپ فکر مند نہ ہوں۔ مایوسی کفر ہے خدا نے چاہا تو ریما بالکل بھلی چنگی ہوجائے گی۔ اب آہستہ آہستہ تو ریکوری ہوگی ناں۔'' اس نے حسیب کو تسلی دی۔

''رحما میں ابھی کل ہی سوچ رہا تھا کہ کتنی خوشی سے وہ ہماری شادی کے لیے یہاں آئی تھی اور میں نے اس کی خوشیاں ہی چھین لیں۔'' اس کی آواز میں نمی بھر آئی۔

''آپ ایسا کیوں سوچتے ہیں۔ آپ کی وجہ سے ایسا کچھ نہیں ہوا۔'' رحما نے اسے تسلی دی اس کی آواز میں بہت اداسی تھی۔

''میں تمہاری بھی خوشیوں کا قاتل ہوں۔'' اس نے افسردگی سے کہا۔

''حسیب ایسا کچھ نہیں ہے۔ ریما جب صحت یاب ہوجائے گی تو پھر ہم شادی کرلیں گے۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے، میں آپ کا انتظار کرسکتی ہوں۔'' اس نے ہمت کرکے بات کی جبکہ اس کی ماں ثریا اور خالہ عظمت اس کی شادی کے لیے بہت فکر مند تھیں۔ وہ کچھ دیر خاموش رہا پھر سنجیدگی سے بولا۔

''نہیں رحما، میں چاہتا ہوں کہ جو شادی کی تاریخ ریما نے ہمارے لیے رکھی تھی ہم اسی تاریخ پر نکاح کرلیں۔ تم اس گھر میں آجاؤ گی تو میں ریما کی طرف سے مطمئن ہوجاؤں گا۔ نرس خیال تو رکھتی ہے پر وہ اپنی تو نہیں۔'' حسیب نے فکر مندی ظاہر کی۔

''جیسا آپ مناسب سمجھیں۔'' اس نے شائستگی

سے جواب دیا اور اسے ڈھیر ساری تسلیاں دے کر فون بند کردیا۔ وہ حسیب کی بات پر غور کرنے لگی کہ شاید وہ ٹھیک کہہ رہا ہے اسے اس کا ساتھ چاہیے جو ریما کے بیمار ہونے کی وجہ سے بہت مرجھا سا گیا تھا۔

☆☆☆

شادی میں ایک ہفتہ رہ گیا تھا۔ اس نے اپنی ساری شاپنگ مکمل کرلی وہ قیصرہ کے ساتھ شاپنگ کرکے گھر لوٹی تھی کہ خالہ عظمت نے اسے خوش خبری سنائی کہ نورین امید سے ہے۔

''واہ..... خالہ عظمت اس کا مطلب ہے کہ میں خالہ بن رہی ہوں۔'' اس نے خوش دلی سے پوچھا۔

''ہاں..... ہاں، اب دعا کرو کہ جو بھی اللہ دے لڑکی ہو یا لڑکا بس خدا تعالیٰ ماں اور بچے کو اپنی حفظ وامان میں رکھے۔''

''آمین! وہ شادی پر تو آرہی ہے ناں؟'' اچانک اسے خیال آیا۔

''اب وہ تمہارے بھانجے یا بھانجی کو لے کر ہی آئے گی۔ اسے ڈاکٹر نے سفر کرنے سے منع کیا ہے۔''

''اونو، اس کا مطلب ہے کہ وہ میری شادی پر نہیں آئے گی۔'' وہ اداس سی ہوگئی۔

''سوچ لو، بھانجا، بھانجی چاہتی ہو تو وہ نہیں آئے گی اور اگر تم ضد کروگی تو شاید وہ آجائے مگر بچے کو نقصان ہوسکتا ہے۔'' ثریا نے مسکرا کر اسے سمجھایا۔

''میں خود نورین سے بات کرتی ہوں۔'' اس نے بیگ سے سیل فون نکالا تو نورین کی کال آئی ہوئی تھی۔

''اوہو..... سیل آف تھی اس لیے مجھے پتا نہیں چلا۔ نورین نے تو بہت کالز کی ہیں۔'' وہ سیل پکڑ کر کمرے میں کہتے کہتے آگئی۔ ثریا اور خالہ عظمت مسکرانے لگیں کہ رحما اس کے ساتھ ضد بھی نہیں کرسکے گی وہ امید سے جو تھی۔ اس نے نورین کو کال لگائی دوسری طرف جھٹ سے نورین نے فون اٹھالیا۔

''نورین کی بچی، یہ تو نے میرے ساتھ اچھا نہیں کیا۔'' وہ ہنسی دبا کر بولی۔

''اچھا..... میں امید سے ہوں یہ اچھی بات نہیں؟'' نورین نے قہقہہ لگایا۔

''جناب بہت بہت مبارک ہو۔'' وہ مسکرا کر بولی۔

''ابھی سے مبارک باد کیوں..... جب تمہارے لیے موٹا سا گول مٹول تمہارا بھانجا لے کر آؤں گی تب مجھے مبارک باد دینا۔''

''مجھے تو بھانجی چاہیے جو بالکل میری طرح ہو۔''

''نہیں نہیں بھانجا۔ مجھے بیٹا چاہیے۔'' وہ ہنسی۔

''نہیں بیٹی۔'' اس نے اپنی بات پر زور دیا۔

''تمہیں بھی وہاب کی طرح بیٹی چاہیے۔ وہ بھی تمہاری طرح روز مجھ سے کہتے ہیں کہ ہماری بیٹی ہونی چاہیے۔'' وہ مسکرانے لگی۔

''اچھا تم شادی پر نہیں آرہی ہو تو پھر تمہیں میری ایک بات ماننی ہوگی۔''

''ہاں بولو، ایک کیا دو تین چار ہزار باتیں تمہاری مان لوں گی۔''

''ہزار نہیں تو بہ توبہ اب ہزار تمہارے بچے تو ہو نہیں سکتے۔ جن کے میں نام رکھنے لگوں۔ بس میری یہ شرط ہے کہ تمہارے بچے کا نام میں رکھوں گی۔''

''ہاہاہا..... بہت پیاری شرط ہے۔ ضرور بتاؤ لڑکا ہوگا تو کیا نام ہوگا اور لڑکی کا کیا سوچا ہے؟'' نورین بے تابی سے بولی۔

''لڑکا ہوگی تو گوگا پہلوان اور لڑکی ہوگی تو ماسی کلثوم۔'' اس نے قہقہہ لگا کر اسے نام بتائے۔ نورین نے قہقہے پر قہقہہ لگایا۔

''دونوں نام اپنے بچوں کے لیے رکھ لینا۔''

''اتنے پیارے نام ہیں، تم نہ رکھو میں رکھ لوں گی۔''

''ہاہا..... ماسی کلثوم کو تمہاری شادی کی خبر مل گئی کیا؟''

''نہیں، وہ اپنے گاؤں گئی ہوئی ہے اور دو ماہ بعد آئے گی تب تک میں چلی گئی ہوں گی۔'' اس نے

قہقہہ لگایا۔
”تمہیں یاد ہے کہ وہ ہمیشہ چوہدری صاحب کا رشتہ لے آتی تھی۔ بے چارے چوہدری کا کیا ہوگا تم نے رحما کبھی سوچا ہے۔“ اس نے رحما کو چھیڑا۔
”توبہ کرو ماسی کلثوم اور چوہدری سے۔“
”اچھا بتاؤ شادی میں کون سا رنگ پہن رہی ہو؟“ نورین نے ہنستے ہنستے پوچھا۔
”پنک کلر۔“ وہ مسکرا کر بولی۔
”یار پنک کلر میں تم باربی ڈول نظر آؤ گی۔ ریئلی میرا دل کر رہا ہے کہ میں اڑ کر آ جاؤں اور ہاں مجھے یاد آیا میں نے تمہاری شادی کے متعلق ارمغان کو بھی بتا دیا۔“ اس نے رحما کو بتایا۔
”کیوں..... پلیز نورین میرے سامنے اب اس کا نام بھی مت لینا۔“
”پتا ہے، وہ مجھے ایک مارکیٹ میں ملا تھا۔ وہ یہ سمجھ رہا تھا کہ شاید اس مارکیٹ میں بھی ۔ میں اسے دیکھ کر آئی ہوں مجھے کیا علم تھا کہ یہ بھی اسی مارکیٹ سے شاپنگ کرتا ہے۔ میں نے تو اسے کھری کھری سنا ڈالیں کہ میری سہیلی رحما اس منحوس شخص کو کب کا بھول چکی ہے۔ تب میں نے تمہاری شادی کا ذکر بھی کیا تو اس کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ مجھے بہت مزہ آیا اس کا چہرہ دیکھنے والا تھا۔ تم نے حسیب سے شادی کرنے کا جو فیصلہ کیا وہ مجھے بہت اچھا لگا۔ خدا تعالیٰ تم دونوں کو ہمیشہ خوش رکھے اور تم دونوں کے درمیان کبھی کوئی اختلاف نہ ہو۔“ نورین نے اسے دعائیں دی۔
”نورین آئندہ پلیز میرے سامنے ارمغان کا نام مت لینا۔“ اس لہجہ بجھا ہوا تھا۔
”سوری‘ میں تمہارا دل نہیں دکھانا چاہتی تھی۔“ نورین کو بھی یوں محسوس ہوا کہ اس خوشی کے موقع پر اسے ارمغان کا نام نہیں لینا چاہیے تھا۔
”نہیں، سوری کرنے کی ضرورت نہیں۔“ وہ پیار سے بولی۔
”میں خدا تعالیٰ سے تمہارے لیے دعائیں کرتی رہتی ہوں کہ تم ہمیشہ خوش رہو اور مجھے یقین ہے کہ حسیب تمہیں بہت خوشیاں دے گا اور ہاں مجھے یاد آیا یہ بتاؤ کہ تم نے اس لڑکے سے اپنے خط واپس لے لیے تھے؟“ نورین کو اکرم یاد آیا۔
”خط نہیں لے سکی‘ ریما کے ساتھ یہ حادثہ ہو گیا اس لیے پھر میری اس سے ملاقات نہ ہو سکی۔“
”رحما..... اپنے ماضی کی غلطی کا ثبوت مٹا دو، اکرم بے شک اچھا انسان ہوگا مگر وقت کا کیا بھروسا۔“ اس نے فکرمندی ظاہر کی۔
”ہاں، میں کل اس سے ملنے جاؤں گی تم بے فکر رہو۔ ایسی حالت میں زیادہ پریشان رہنا اچھی بات نہیں ہے۔“ وہ شوخ سی ہوئی۔
”ہاں، ہاں دادی اماں..... جیسا آپ کا حکم اور ہاں پلیز اب اکیلے اس سے ملنے مت جانا میرا دل بہت گھبراتا ہے کہ کہیں وہ تمہیں اپنی محبت کے لیے اغوا ہی نہ کر لے۔“
”اوہو نورین، وہ برا انسان نہیں ہے۔“ اس نے مسکرا کر جواب دیا۔
”اس کی تعریف تمہارے منہ سے سن کر گھبراہٹ ہوتی ہے۔“ نورین نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔
”توبہ کرو نورین، کیسی باتیں کر رہی ہو، میں نے کبھی اکرم کے متعلق نہیں سوچا۔“ وہ خفا سی ہو گئی۔
”اوہو رحما بس میں تو ایسے ہی بات کر جاتی ہوں، تمہیں تو اندازہ ہے کہ میں تمہارے لیے کتنی حساس ہوں۔ میں تمہیں اب مزید پرابلمز میں دیکھنا نہیں چاہتی اس لیے تو تمہاری ہر طرح سے فکر کرتی ہوں۔“ نورین نے پیار سے اسے احساس دلایا کہ وہ اسے صرف خوش دیکھنا چاہتی ہے۔

☆☆☆

وہ صبح صبح اپنی شادی کا کارڈ اکرم کے نام کا لکھ کر پوسٹ آفس آ پہنچی۔ اماں کو اس نے اپنی سہیلی قیصرہ کے گھر کا کہہ دیا تھا۔ وہ پوسٹ آفس کے باہر بینچ پر بیٹھ گئی۔ اکرم اسے اپنی سیٹ پر نظر نہیں آیا تو اس نے اپنی

نظریں باہر پوسٹ آفس کے گیٹ پر لگا دیں۔ اس نے اپنی گھڑی میں دیکھا صبح کے ساڑھے نو بج رہے تھے، وہ آج لیٹ تھا۔
تقریباً دس منٹ کے بعد اس نے اکرم کو گیٹ سے اندر آتے دیکھا اکرم کی جونہی نظریں رحما پر پڑیں اس کا دل جو پچھلے ایک ہفتے سے اسے دیکھنے کے لیے تڑپ رہا تھا اس پر سکون چھا گیا۔ وہ آف وائٹ اور پنک کلر کے سوٹ میں بہت پیاری لگ رہی تھی۔ اس کی زلفیں ہوا سے اڑ رہی تھیں اور اس کا دوپٹا بار بار اس کے سر سے اتر رہا تھا جسے وہ سنبھال رہی تھی۔ وہ اس کے پاس آ کھڑا ہوا۔ رحما نے اسے سلام کیا اور حال احوال پوچھنے لگی۔
”میں اپنے خطوط واپس لینے آئی ہوں۔“ وہ دل کڑا کر کے بولی۔ اکرم نے اسے ہاتھوں کو مسلتا دیکھا تو سنجیدگی سے بولا۔
”آپ پریشان نہ ہوں، میں آپ کی امانت آپ کو واپس دے دوں گا۔“ اور پھر اس نے اپنی جیب سے ہزار کے چند نوٹ نکال کر دیے۔
”یہ بھی آپ کی امانت ہے۔“ اس نے وہ نوٹ اس کی طرف بڑھائے۔
”یہ کیا ہے؟“ اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔
”رحما یہ آپ کے وہ پیسے ہیں جو آپ مجھے رجسٹری کروانے کے لیے دے جاتی تھیں۔“ اس نے نظریں جھکا کر جواب دیا۔
”اوہو، آپ پلیز مجھے بس میرے خطوط دے دیجیے۔“ وہ شرمندگی محسوس کرنے لگی۔
”میں کل آپ کے خطوط بھی واپس کر دوں گا، میں تو لے کر آیا تھا مگر ریما کے حادثے کی وجہ سے آپ مجھ سے ملنے کے لیے نہیں آئیں، اب ریما کیسی ہے؟“ اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔
”ریما، بس ویسی ہی ہے جیسا آپ نے اسے دیکھا تھا۔ حسیب نے اس کی رپورٹس باہر بھیجی ہیں۔ آپ ریما کے لیے دعا کیجیے گا شاید کوئی معجزہ ہو جائے۔“ رحما نے سنجیدگی سے جواب دیا۔
”آپ کی شادی کب ہو رہی ہے؟“ اکرم نے نظریں چرا کر پوچھا۔
”جی بس آپ کے لیے شادی کا کارڈ بھی لے کر آئی ہوں۔“ اس نے ڈرتے ڈرتے کارڈ اسے تھمایا۔
”تھینکس۔“ اکرم نے شادی کا کارڈ تھام لیا اور کارڈ پڑھ کر اسے مبارک باد دی۔
”آپ شادی میں ضرور آیئے گا۔“ وہ بجھے دل سے بولی۔ اسے اکرم کو شادی کا کارڈ دے کر کوئی خوشی محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے اپنی شادی کا کارڈ دے کر اس نے اکرم کو زیادہ اذیت دی ہے، وہ اکرم کے لیے حساس ہوتی جا رہی تھی۔
”میں آپ کی شادی میں آنے کی کوشش ضرور کروں گا مگر وعدہ نہیں کر سکتا۔“ اکرم نے ہلکی سی مسکراہٹ سے اسے بتایا۔
”کیوں؟“ اس نے حیرت سے پوچھا۔ اکرم خاموش رہا۔
”میں چلتی ہوں کل آپ خطوط لے آیئے گا۔ میں آ کر اسی وقت لے جاؤں گی۔“ اس نے جلدی جلدی سے بات ختم کی اور پھر خدا حافظ کہہ کر پوسٹ آفس سے باہر نکلی۔ اس کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا اور وہ اپنی اس کیفیت کو سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ وہ اکرم کا سامنا کرنے سے کیوں گھبرا رہی ہے۔

☆☆☆

”شٹ اپ حیدر...... ایسا نہیں ہو سکتا۔“ وہ چیخا۔
”سر آپ بے شک میری جان لے لیجیے۔ یہی سچ ہے۔“
”حیدر اگر یہ باتیں جھوٹ نکلیں تو میں تمہاری جان لے لوں گا۔“ حسیب کی آنکھیں غصے سے سرخ ہو چکی تھیں۔
”سر میرے پاس ثبوت ہے۔“ اس نے سر جھکا کر جواب دیا۔ حسیب لمبی لمبی سانسیں لینے لگا۔ وہ اپنا

غصہ قابو کرنے کے لیے ایسا ہی عمل کرتا تھا اس نے ایک قہر بھری نظر حیدر پر ڈالی۔

''حیدر...... میں ثبوت دیکھنا چاہتا ہوں ابھی اسی وقت۔'' اس نے غصے سے بات ختم کی۔

''سر آپ گھر کے اسٹور روم میں......'' اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

''تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا؟'' حسیب حیدر پر چیخا۔

''ریما بی بی نے مجھے منع کیا تھا۔'' حیدر نے مزید اپنا سر جھکا لیا۔ حسیب اپنی جگہ سے اٹھا اور حیدر کا گریبان پکڑ کر بولا۔

''اگر تمہاری بات سچ نہ ہوئی تو اپنا انجام تم جانتے ہو؟''

''جی سر! شاید آپ کے ہاتھوں مر جاؤں گا تو خود کو خوش قسمت سمجھوں گا کہ میں اپنے مالک کے ہاتھوں یہ دنیا چھوڑ کر گیا ہوں۔ سر میں نے جو چھان بین کی ہے اس سے ایک اور بات بھی نکلی ہے۔'' اس نے نظریں چرالیں۔

''کیسی بات؟'' حسیب نے حیرت سے پوچھا۔

''سر...... میں وہ بات منہ سے نکالنا نہیں چاہتا۔''

''شٹ اپ حیدر، صاف صاف بات کرو ورنہ میں تمہیں گولی مار دوں گا۔''

''سر...... سر وہ...... وہ......'' حیدر کی زبان اس کا ساتھ نہیں دے پا رہی تھی۔ حسیب نے حیدر کا ہاتھ پکڑ لیا۔

''بتاؤ کیا بات ہے ورنہ میں تمہیں ابھی کے ابھی دوسری دنیا میں بھیج دوں گا۔''

''سر وہ رحما بی بی اور اکرم صاحب......'' اس کے منہ سے رحما کا نام سن کر حسیب آگ بگولہ ہوگیا۔ حسیب نے حیدر کو زور زور سے طمانچے مارنے شروع کر دیے۔ حیدر طمانچے کھانے کے باوجود ہاتھ جوڑ جوڑ کر رحم صاحب، رحم صاحب پکارنے لگا۔ وہ حسیب کا بہت خاص ملازم تھا اس کے دادا جان نے اسے حسیب کے لیے خاص مقرر کیا تھا جب وہ خود بھی چھوٹا بچہ تھا۔

حسیب جب مار مار کر تھک گیا تو اس نے حیدر کو چھوڑا۔ حیدر کے منہ سے خون ٹپکنے لگا مگر اس کا سر حسیب کے آگے جھکا ہوا تھا۔ حسیب کا غصہ ٹھنڈا ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ اس نے پاس پڑی ٹیبل پر سے چیزیں اٹھا اٹھا کر دیوار پر مارنا شروع کر دیں۔ حیدر نے پھر حسیب کو سنبھالا جو چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔

''میں اکرم کی زندگی برباد کر دوں گا۔ میرے ہاتھوں اکرم اب بچ نہیں سکے گا۔'' وہ حیدر کی گرفت سے آزاد ہونے کی کوشش کرنے لگا۔ حیدر نے اپنی گرفت مزید مضبوط کر لی جو جانتا تھا کہ ایسی حالت میں حسیب کو چھوڑ دیا تو وہ بہت نقصان کر بیٹھے گا۔ حیدر اس کا بہت وفادار ملازم تھا حسیب اسے گھونسے مار رہا تھا مگر اس نے حسیب کو اپنے حصار سے باہر نکلنے نہیں دیا۔

☆☆☆

وہ بہت اداس سی گھر پہنچی اسے یوں لگ رہا تھا جیسے اس کا دل اس کے جسم میں نہیں ہے۔

''تو آگئی رحما۔'' ثریا نے اسے دیکھا تو پیار سے بولیں۔

''جی اماں اور یہ کیا ہو رہا ہے؟'' کمرے میں سارے صندوق کھلے پڑے تھے اور خالہ عظمت ایک صندوق سے برتن نکال رہی تھیں۔

''تمہارے لیے جہیز کا سامان دیکھ رہے تھے۔'' ثریا نے مسکرا کر جواب دیا۔

''یہ دیکھو، سفید ٹی سیٹ، یاد ہے ثریا یہ ہم دونوں نے تب خریدا تھا جب نورین اور رحما تقریباً دس سال کی تھیں۔'' خالہ عظمت نے ایک ڈبے کو آہستگی سے نکال کر ہنستے ہنستے بتایا۔

''ہاں، ہاں اور یہ دیکھو ڈنر سیٹ جب یہ لوگ میٹرک میں تھیں۔'' ثریا نے ایک ڈبا نکال کر دکھایا۔

''اماں یہ سب کچھ آپ اپنے پاس رکھیں مجھے جہیز نہیں لینا۔'' رحما نے مسکرا کے ثریا کے گلے میں

نہیں ڈال دیں۔ اس نے اپنے اندر کے موسم کو ماں سے چھپا لیا تھا۔

''کیوں، کیا تمہیں یہ سب کچھ پسند نہیں...... تمہیں نئی چیزیں خرید دوں گی۔'' ثریا نے فکر مندی سے پوچھا۔

''ارے نہیں اماں، آپ جو بھی دیں گی میں خوشی خوشی لے جاؤں گی مگر پھر میری بھی ایک شرط ہے۔'' وہ ہنستے ہنستے بولی پھر وہ دونوں رحما کو تکنے لگیں۔

''کیسی شرط؟''

''آپ دونوں کو بھی میرے ساتھ رہنا ہوگا۔'' اس نے سنجیدگی سے کہا۔

''ہاہاہا۔'' خالہ عظمت اور ثریا کا قہقہہ چھوٹ گیا۔ ثریا نے رحما کا ہاتھ تھام لیا اور خالہ عظمت اس کے سر پر پیار دینے لگیں۔

''آپ دونوں اکیلے کیسے گھر سنبھالیں گی۔ مجھے آپ لوگوں کی فکر ہو رہی ہے آپ کا بی پی اور آپ کا درد......'' اس نے بات ادھوری چھوڑ دی اور اس کی آنکھیں نم سی ہوگئیں۔

''اچھا جن لڑکیوں کی مائیں کسی مرض کا شکار ہوتی ہیں تو کیا انہیں اپنی بیٹی کی شادی نہیں کرنی چاہیے۔ پگلی، تو اپنے گھر کی ہو جائے گی تو تیری ماں کا بی پی بھی اوپر نیچے نہیں ہوگا اور نورین کی شادی کے بعد تو مجھے دیکھ رہی ہے۔ دیکھ کیسے میرے گال سرخ گلابی ہو رہے ہیں جیسے سو انسانوں کا خون پی لیا ہو۔'' خالہ عظمت نے قہقہہ لگا کر بات ختم کی۔ ثریا بھی ہنسنے لگیں۔

''عظمت بالکل صحیح کہہ رہی ہے تو اپنے گھر کی ہو جائے گی تو شاید کمبخت میرا بی پی بھی ٹھیک رہے گا۔'' انہوں نے رحما کو تسلی دی۔ ''تو نورین کی طرح دور تھوڑی ہے جب ہمارا دل کرے گا تیرے گھر آجائیں گے اور اگر تو اداس ہو تو حسیب کے ساتھ یہاں چلی آنا۔ حسیب میرا داماد بہت اچھا انسان ہے۔ تجھے تو فکر نہیں ہونی چاہیے، کیوں عظمت؟'' ثریا نے عظمت کو بھی شامل کیا جو رحما کے یوں افسردہ ہونے پر بجھ سی گئی تھیں۔

''ہاں، ہاں اور کیا۔ تجھے فکر کرنے کی ضرورت نہیں، میں روز رحما تیرے گھر کا چکر کاٹنے آجاؤں گی سیانی بلی کی طرح۔'' خالہ عظمت نے اداس ماحول کو خوشگوار بنانے کے لیے مذاق کیا۔ رحما کی ہنسی چھوٹ گئی۔

''خالہ تو پھر آج سے آپ کا نام خالہ بلی ہوگیا۔'' دونوں رحما کی بات پر ہنسنے لگیں اور وہ ان دونوں کو خوش پا کر مطمئن سی ہوگئی۔ جس کی کل کائنات وہ دونوں تھیں۔

☆☆☆

''ریما میں تمہارا بدلہ لے کر رہوں گا۔ اکرم نے مجھے دھوکا دیا...... تمہیں دھوکا دیا...... وہ میرے ہاتھوں سے بچ کر نہیں جا سکتا۔ اس اکرم کی وجہ سے آج تمہاری یہ حالت ہے۔ ریما میں اسے چھوڑوں گا نہیں۔'' حسیب، ریما کے سامنے بیٹھ کر بولتا چلا گیا۔ وہ بے جان پڑی ہوئی تھی۔

☆☆☆

وہ ناشتا کر رہا تھا جب حیدر کا فون آیا۔ اس نے چائے کا سپ لے کر فون اٹھایا۔

''ہیلو حیدر کیا بات ہے؟''

''سر وہ آج پھر پوسٹ آفس آئی ہیں۔''

''کون رحما؟'' اس کی آواز میں تلخی بھر آئی۔

''جی سر، وہ ابھی ابھی اکرم سے ملنے کے لیے آئی ہیں۔'' حیدر جس کی ڈیوٹی اس نے رحما پر لگا رکھی تھی اس نے صبح، صبح حسیب کو اطلاع دی۔

''ٹھیک ہے، میں آرہا ہوں۔ میں خود دیکھ لیتا ہوں۔'' حسیب نے چائے کا کپ ٹیبل پر چھوڑا اور گاڑی لے کر تیزی سے گھر سے نکل گیا۔

''سر وہ پوسٹ آفس کے بینچ پر......'' حیدر نے ہاتھ کے اشارے سے بتایا۔ رحما، اکرم کے ساتھ بینچ پر بیٹھی تھی۔ حسیب کی آنکھیں سرخ ہوگئیں۔ اس سے یہ منظر برداشت نہیں ہو رہا تھا مگر اس نے بہ مشکل خود پر قابو پا کر اپنا غصہ پینا شروع کر دیا۔ وہ گاڑی میں آکر بیٹھ گیا۔ حیدر اس کے پاس آکھڑا ہوا۔

''سر کوئی حکم؟'' حیدر نے سر جھکا کر پوچھا۔
''تم جا سکتے ہو۔'' حسیب نے خفگی سے کہا۔
''سر جیسا آپ کا حکم۔'' وہ وہاں سے چلا گیا۔
''رحما ایسا کیوں کر رہی ہے۔ وہ اپنی مرضی سے مجھ سے شادی کر رہی ہے پھر اکرم سے ملاقات کیوں......؟'' وہ سخت تذبذب کا شکار تھا۔ اس نے دور بیٹھی رحما کو دیکھا جو افسردہ دکھائی دے رہی تھی۔
''یہ کیا......؟'' اس نے اکرم کو ایک پیکٹ رحما کی طرف بڑھاتے دیکھا۔ رحما نے وہ پیکٹ تھام لیا اور پھر فوراً اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس نے دور سے آتی رحما کو دیکھا جو پیکٹ کو بے تابی سے کھول کر کچھ چیک کر رہی تھی۔
''یہ پیکٹ کیسا ہے۔ اس میں ایسا کیا ہے جسے رحما نے بے صبری سے چیک کیا ہے۔ مجھے تصویر کا ایک رخ نظر آ رہا ہے۔ دوسرا رخ مجھے جاننا ہوگا'' اس نے اپنے آپ سے کہا اور گاڑی میں بیٹھ کر آفس کے راستے پر روانہ ہو گیا۔
''حیدر تم پوسٹ آفس کے لوگوں سے معلوم کرو کہ رحما کیوں اکرم سے ملنے آتی ہے۔ ایسا کوئی تو ہوگا جو جانتا ہوگا کہ ان دونوں کے درمیان کیا سلسلہ ہے۔'' اس نے گھر آ کر حیدر کو خصوصی ہدایات دیں۔
''جی سر۔'' حیدر نے سر جھکا کر جواب دیا۔
''تمہیں یہ کام بہت جلدی کرنا ہوگا۔ تم جانتے ہو کہ شادی میں بہت کم دن باقی رہ گئے ہیں۔'' حسیب نے اسے تاکید کی۔
''سر آپ کو رات تک انفارمیشن مل جائے گی۔'' حیدر نے اسے تسلی دی۔
''اب تم جا سکتے ہو۔'' حسیب نے کہا۔
''جی سر۔'' حیدر سر جھکائے کمرے سے باہر نکل گیا۔

☆☆☆

وہ بستر پر کروٹیں بدلتا رہا۔ نیند اس کی آنکھوں سے اُڑ چکی تھی۔ جب سے اس نے رحما کی شادی کا کارڈ دیکھا تھا وہ بہت بے چین تھا۔ کچھ دیر تو اس نے سونے کی کوشش کی مگر پھر اٹھ کر کمرے کی لائٹ آن کر دی اور تکیے کے نیچے سے اس نے رحما کی شادی کا کارڈ نکال لیا۔ سرخ رنگ کے کارڈ پر سنہری روشنائی سے رحما اور حسیب کا نام بہت خوب صورت لگ رہا تھا۔ اس نے رحما کے نام پر اپنی انگلیاں پھیریں۔ دونوں کا نام ایک ساتھ دیکھ کر اسے عجیب احساس ہوا۔ اس کا دل چاہنے لگا کہ کارڈ پھاڑ دے یا کمرے کی ہر چیز تہس نہس کر دے پھر اس نے رحما کے نام پر نظریں جما دیں اور اسے رحما سمجھ کر باتیں کرنے لگا۔
''میں نے تمہیں اپنا بنانے کی غرض سے محبت نہیں کی تھی۔ میں تو تمہاری جان بچانا چاہتا تھا مگر میں خود ہی جان نہ پایا کہ کیسے میرے دل پر تمہاری حکمرانی ہوتی چلی گئی اور میں تمہارا غلام بنتا چلا گیا۔ ایسا غلام جو اپنے مالک سے دور بہت دور ہو کر بھی اس کے تابع ہے۔ مجھے آزادی چاہیے...... رحما مجھے آزادی چاہیے۔'' وہ تڑپنے لگا۔
''رحما اب میں تمہارے احساس سے آزاد ہونا چاہتا ہوں۔ تمہارے لفظوں سے آزاد ہونا چاہتا ہوں، میں تمہارے دیدار کا طالب نہیں ہوں مگر تمہارے احساسات کا طالب ہوں۔ مجھے وہ خطوط واپس لوٹا دو۔ تمہارے لیے وہ معمولی خط ہوں گے مگر میرے لیے وہ میری سانسیں ہیں اور تمہیں لگتا ہے کہ تم مجھ سے خطوط لے گئی ہو تو میرے پاس کچھ نہیں رہا۔ تمہارے سارے خطوط جو میں تمہیں دے چکا ہوں ان کا ہر لفظ میرے دل کی سرزمین پر لکھا ہوا ہے۔ بے شک تم میرا سینہ چاک کر کے دیکھ سکتی ہو۔ تم حسیب کی ہونا چاہتی ہو...... میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں مگر میں تمہیں بھول نہیں سکتا۔ تمہیں بھولنے کی کوشش کرتا ہوں تو مجھے اپنا وجود بے جان لگتا ہے۔ رحما میں تمہیں دکھی نہیں دیکھ سکتا۔ میری محبت صرف یہیں تک ہے کہ تم خوش رہو تو میں بھی سکون سے رہوں گا۔ اگر اس کا نام محبت ہے تو ہاں...... ہاں مجھے محبت ہے تم سے...... بے پناہ محبت کرتا ہوں تم سے۔ رحما...... رحما...... ہاں!''

☆☆☆

وہ اپنے لکھے خطوط دیکھ رہی تھی کہ نورین کی کال آ گئی۔ اس کی آنکھیں پُرنم تھیں۔ اس نے ایک لمبی سانس لی اور کال ریسیو کر لی۔
''ہیلو! رحما کیسی ہو؟'' نورین نے خوشگوار موڈ میں پوچھا۔
''بالکل فٹ۔'' اس نے مسکرا کر جواب دیا جبکہ وہ بہت افسردہ تھی۔
''کہاں تھیں...... کب سے فون پر فون کر رہی تھی۔ صبح بھی کئی دفعہ فون کیا۔ تم نے اکرم سے ملاقات کی؟ اس نے تمہارے سارے خطوط دے دیے؟'' نورین ایک سانس میں پوچھتی چلی گئی۔
''ہاں...... ہاں، سب کچھ ٹھیک ہو گیا۔ اکرم نے سب خطوط واپس کر دیے۔'' اس نے ایک گہری سانس لی۔ اکرم کا اداس چہرہ اس کی آنکھوں کے سامنے آ گیا۔
''یہ تو بہت اچھی خبر ہے۔'' نورین گرم جوشی سے بولی۔
''ہاں...... شاید۔'' اس نے آہ بھر کر جواب دیا۔ وہ اکرم سے مل کر اسے سمجھ چکی تھی کہ اکرم اسے کبھی دکھی نہیں دیکھ سکتا۔
''ایسا کیوں کہہ رہی ہو؟'' نورین نے حیرت سے پوچھا۔
''بس مجھے انسانوں کی پرکھ نہیں۔ ارمغان جو مجھے دھوکا دے رہا تھا اسے میں دیوتا سمجھ بیٹھی اور اکرم جس نے مجھے خوش دیکھنے کے لیے خود کو اذیت میں رکھا اسے برا انسان سمجھ رہی تھی۔ کتنی بے وقوف ہوں میں۔'' اس نے بے بسی سے بتایا۔ اکرم کا اداس چہرہ جو آخری پل وہ دکھا گئی تھی اس کی آنکھوں سے ہٹ نہیں رہا تھا۔
''تم ٹھیک تو ہو؟'' نورین پُرتشویش لہجے میں بولی۔
''ہاں، میں ٹھیک ہوں اور خوش بھی۔'' رحما نے اس کے اطمینان کے لیے کہا۔

☆☆☆

اس نے حسیب کے گھر کی بیل بجائی۔ گھر کے ملازم اشرف نے دروازہ کھولا۔
''اکرم صاحب آپ...... آیئے۔'' اشرف نے اسے اندر آنے کی دعوت دی۔
''حسیب گھر پر ہے کیا؟'' اکرم نے شائستگی سے پوچھا۔
''نہیں، وہ شاپنگ پر گئے ہیں کل حسیب بھائی کا نکاح ہے ناں۔ آپ کو کارڈ تو مل گیا ہوگا؟'' اشرف نے خوشی خوشی پوچھا۔
''ہاں...... ہاں۔'' اس نے نظریں چرا لیں۔ ''اب ریما کیسی ہے؟'' اکرم نے پوچھا۔
''آپ ریما بی بی سے مل لیں۔'' اشرف نے ریما کے کمرے کی طرف اشارہ کیا۔ اکرم خود ریما کو دیکھنے کے لیے آیا تھا۔ اس لیے خاموشی سے چل پڑا۔ اشرف نے کمرے کا دروازہ کھولا تو وہ اسے بستر پر لیٹی نظر آئی...... اس کے دائیں بائیں مشینیں تھیں جو دل کی دھڑکن، بی پی اور دیگر چیزوں سے آگاہ کر رہی تھیں۔ ملازم اشرف اسے ریما کے پاس چھوڑ کر اس کے لیے چائے لینے چلا گیا۔
اس نے ریما کو دیکھا جو بالکل بے سُدھ پڑی تھی۔ قریب رکھے صوفے پر نرس بیٹھی تھی مگر اس کی نگاہیں ریما کے چہرے اور اس سے منسلک مشینری پر تھیں۔
''ریما تم مجھ سے اتنی زیادہ خفا ہو گئیں کہ تم نے بولنا چھوڑ دیا۔ میں تو تمہیں بہت بہادر لڑکی سمجھتا تھا کہ تم مجھ سے جھگڑا کرتی رہو گی اور اپنا غصہ نکال کر نارمل ہو جاؤ گی۔'' اس نے ریما کا ہاتھ تھام لیا...... وہ اس سے تقریباً سرگوشی میں بات کر رہا تھا۔
''ریما تم میری بہت پیاری دوست ہو۔ میں نے تم سے غصے میں بات کی اس کے لیے تم سے معافی مانگنے آیا ہوں۔ مجھے معاف کر دو اور جلدی سے صحت یاب ہو جاؤ۔ تم بستر چھوڑ دو گی تو میں سمجھوں گا کہ تم نے مجھے معاف کر دیا ہے۔ میں تمہارا دل توڑنا نہیں چاہتا تھا۔ تم جانتی ہو کہ میں نے ہمیشہ تمہاری محبت پر خاموشی اختیار کی۔

میں تمہاری نفی کر کے تمہارا دل دُکھا نہیں سکتا تھا مگر رحما کے مسئلے پر میں بول پڑا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ رحما تمہارے بھائی کی بیوی بننے جا رہی ہے، میں نہیں چاہتا تھا کہ میرے نام سے رحما کی زندگی بلاوجہ برباد ہوتی مگر تم سچ سننا ہی نہیں چاہ رہی تھیں۔ میرے اور رحما کے درمیان ایسا کوئی تعلق نہیں تھا اور جو تعلق تھا وہ صرف خطوط کا تھا جو میں اسے لوٹا چکا ہوں۔ وہ تمہارے گھر کی بہو ہے اس نے حسیب کے ساتھ ہرگز بے وفائی نہیں کی۔'' وہ نہایت افسردگی سے سب کچھ کہتا چلا گیا مگر ریما بے جان پڑی رہی۔ اس نے ریما کے چہرے کی طرف دیکھا۔

''ریما اگر تم نے بستر نہیں چھوڑا تو میں خدا سے اپنے لیے بھی ایسے ہی بستر کی دعا کروں گا۔'' اس نے افسردگی سے کہہ کر نگاہیں جھکا لیں۔ کچھ دیر کے بعد ریما کی سانسوں میں تیزی آنے لگی۔ اس نے نرس کی طرف دیکھا۔ نرس نے ریما کی حالت دیکھ کر دراز میں سے انجکشن نکال کر اسے لگایا اور پھر ڈاکٹر کو کال کرنے لگی جو ہر وقت رابطے میں رہتے تھے۔

''ریما...... ریما، ٹھیک تو ہے؟'' اکرم نے گھبرا کر پوچھا۔

''جی...... جی یہ ردِعمل ان کے لیے اچھا ہے باقی ڈاکٹر صاحب ہی بتا سکتے ہیں۔'' اس نے ماہرانہ انداز میں جواب دیا اور وہ دل ہی دل میں ریما کے لیے دعا گو ہو گیا جو اس کی ایسی حالت کا خود کو ذمے دار ٹھہرا رہا تھا۔

☆☆☆

''تم نے اسے ریما سے ملنے کیوں دیا؟''

''سر وہ...... وہ آپ کے اور ریما بی بی کے دوست تھے۔'' اس نے ڈرتے ڈرتے جملہ ادا کیا۔

''شٹ اپ اشرف، تم مجھے فون کر سکتے تھے۔'' اس نے غصے سے کہا۔

''حسیب خود کو سنبھالو اور اشرف کو کیا پتا کہ کیا کرنا ہے۔ اشرف، تم کھانا ٹیبل پر لگاؤ۔'' وہ اور جواد گھر پہنچے تو اشرف نے اکرم کی آمد کے متعلق بتایا تو حسیب آپے سے باہر ہو گیا۔

''وہ شخص میرے گھر پر کیسے آ سکتا ہے۔ ضرور وہ ریما سے رحم کی اپیل کرنے آیا ہوگا۔'' وہ شدید غصے میں تھا۔ جواد نے اس کے کندھے پر تھپکی دی۔

''ہم لوگ اس کا بندوبست کر آئے ہیں۔ پرسوں جب تم نئی زندگی میں قدم رکھنے لگو گے تو اس کی زندگی تاریکی میں ڈوب جائے گی۔'' جواد نے اسے تسلی دی۔

''ہاں...... ہاں پرسوں کا دن میرے لیے بہت بڑا دن ہے۔ میرے دشمن کا خاتمہ ہو جائے گا۔'' اس کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔

''تم نے حیدر کو سب سمجھا دیا ہے؟'' اس نے کچھ سوچ کر پوچھا۔

''ہاں...... ہاں، تم بس اپنی شادی کے بارے میں سوچو اور باقی کا کام ہم دونوں پر چھوڑ دو۔'' حیدر سر جھکائے ان کے سامنے آ کھڑا ہوا تو جواد نے اس کے کندھے پر تھپکی دے کر کہا۔ اچانک نرس کی آواز ابھری۔

''سر...... سر میڈم کو اسپتال لے کر جانا پڑے گا ان کی حالت زیادہ بگڑ رہی ہے۔'' نرس نے تیزی سے آ کر حسیب کو بتایا۔ حسیب، ریما کے کمرے کی طرف دوڑا۔ نرس بھی اس کے پیچھے لپکی۔ جواد نے حیدر کو گاڑی نکالنے کا کہا اور حسیب کے لیے مزید فکر مند ہو گیا۔

☆☆☆

وہ حسیب اور رحما کی شادی کے لیے تحفہ خریدنے مارکیٹ پہنچا تو وہاں اسے رحما کسی کے ساتھ شاپنگ کرتی نظر آئی۔ وہ اس سے نظریں بچا کر نکلنا چاہتا تھا مگر رحما نے اسے دیکھ لیا وہ اس کے پاس آ گئی۔

''آپ اور یہاں؟'' اس نے شائستگی سے پوچھا۔

''جی...... وہ آپ کے لیے تحفہ لینے آیا تھا۔'' اس نے مسکرا کر کہا۔

''پھر کیا لیا؟'' وہ بھی مسکراتے ہوئے پوچھنے لگی۔

''کچھ نہیں، سمجھ ہی نہیں آ رہا کیا لوں۔'' اس نے مسکرا کر کہا اور ساتھ ہی رحما کے ساتھ آنے والی پر نظر پڑی۔

''قیصرہ، یہ اکرم صاحب ہیں اور اکرم صاحب یہ میری بیسٹ فرینڈ ہیں۔'' اس نے مسکرا کر ایک دوسرے کا تعارف کروایا۔

''رحما آپ بتا دیں کہ آپ کو کیا تحفہ چاہیے۔ میں وہ خرید لیتا ہوں۔'' پچھلے ایک گھنٹے سے وہ رحما کے لیے تحفہ خریدنا چاہ رہا تھا مگر کسی چیز پر مطمئن نہیں ہو پا رہا تھا۔

''مجھے کچھ نہیں چاہیے۔'' اس نے مسکرا کر جواب دیا۔ قیصرہ گھڑی دیکھ کر چونکی۔

''اوہ نو...... تین بج چکے ہیں۔ مجھے تو اپنے تایا ابو کے گھر جانا تھا۔ انہوں نے میلاد پر بلایا ہے۔'' قیصرہ کو اچانک یاد آیا۔

''ابھی تو اماں اور خالہ کے کپڑے بھی درزی سے لینے ہیں۔'' اس نے قیصرہ کو اپنی باقی شاپنگ بتائی۔

''تم اکرم صاحب کے ساتھ شاپنگ کر لو اور ان کی بھی مدد کر دینا۔ یہ تمہیں گھر بھی چھوڑ دیں گے...... کیوں اکرم صاحب، آپ میری سہیلی کا سامان اٹھا لیں گے؟'' قیصرہ نے مسکرا کر پوچھا۔ رحما قیصرہ کی بات پر گھبرا سی گئی۔

''نہیں، نہیں میں بھی تمہارے ساتھ چلتی ہوں۔ خالہ عظمت خود کپڑے لینے آ جائیں گی ابھی درزی نے کچھ وقت مانگا ہے۔'' رحما نے صاف انکار کیا۔

''یار خالہ عظمت کو اور بہت کام ہوں گے اور اکرم صاحب تمہارے ساتھ ہیں۔ آپ کو کوئی اور کام تو نہیں؟'' قیصرہ نے اکرم سے پوچھا۔

''نہیں...... نہیں، میں حاضر ہوں۔'' اکرم نے گھبراہٹ کے ساتھ جواب دیا جو رحما کے نفی کرنے پر پشیمان تھا۔

''تو ٹھیک ہے، میں چلتی ہوں۔'' قیصرہ نے مسکرا کر کہا۔ رحما نے اکرم کی طرف دیکھا اور پھر نظریں جھکا لیں۔ شاید یہ وقت اسے اسی لیے ملا تھا کہ وہ اس سے اپنے بدلے رویے کی معافی مانگ سکے اور اکرم کا شکریہ ادا کر سکے کہ ان نازک دنوں میں اس نے ارمغان کی امید دے کر اسے زندگی بخشی تھی۔ شاید ان حالات میں وہ اپنی جان لے لیتی جو ارمغان کی محبت میں اندھی تھی۔

''آپ گرین ٹی لیں گی؟'' اس نے چلتے چلتے پوچھا۔

''ہاں، کیوں نہیں۔'' اس نے آہستہ سے جواب دیا۔ وہ ایک کیفے میں چلے آئے۔ دونوں آمنے سامنے بیٹھے تھے بیرے نے گرین ٹی ٹیبل پر لا کر رکھ دی اور چلا گیا۔ دونوں کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا بات کریں پھر کچھ دیر بعد رحما نے ہی بات شروع کی۔

''اکرم میں نے آپ کے ساتھ بہت برا رویہ رکھا، مجھے اس کے لیے معاف کر دیجیے گا۔'' اس نے سنجیدگی سے کہا۔

''نہیں، شاید کوئی اور ہوتا تو وہ بھی آپ کی طرح مجھ پر غصہ ہوتا۔'' اس نے مسکرا کر کہا۔

''آپ کب شادی کر رہے ہیں؟'' اس نے یکدم اس کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا۔

''شادی......! ہاں بہت جلد۔'' اس نے صاف جھوٹ بولا۔

''کیا آپ مجھے اپنی شادی پر انوائٹ کریں گے؟'' اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''ہاں، کیوں نہیں۔ حسیب میرا بہت پیارا دوست ہے۔ تم لوگوں کو ضرور اپنی شادی پر انوائٹ کروں گا۔'' اس نے ہنستے ہنستے کہا۔ رحما نے گھڑی دیکھی تو پانچ بج چکے تھے۔ وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

''چلیں، زیادہ دیر نہ ہو جائے ابھی کافی چیزیں لینی ہیں۔'' اس نے بہ مشکل مسکراہٹ لبوں پر لاتے ہوئے کہا۔

''جی، بالکل۔'' وہ بھی اس کی بات پر اٹھ کھڑا ہوا۔ دونوں نے درزی سے کپڑے اٹھائے۔ رحما نے چند چھوٹی موٹی چیزیں لیں اور پھر گھر چلنے کا کہا۔

''آپ نے میری تو مدد نہیں کی۔ کچھ اپنی رائے

ہی دے دیں۔‘‘ اس نے رحما سے تحفے کے متعلق پوچھا۔

’’اوہ نو...... میں سچ میں بھول گئی۔‘‘ وہ مسکرائی۔

’’آپ کی بھولنے کی عادت اچھی ہے۔‘‘ اس نے ایک گہری نظر اس کے اوپر ڈال کر کہا۔ رحما شرمندہ سی ہوگئی۔

’’میرے لیے...... میرے لیے...... آپ مجھے اچھا سا سوٹ خرید لیں۔‘‘ اس نے کچھ سوچ کر کہا۔

’’سوٹ...... گرین رنگ کا ٹھیک ہے؟‘‘ اس نے جھٹ سے کہا۔

’’جی ہاں، گرین رنگ میرا فیورٹ ہے۔‘‘ وہ مسکرائی۔

’’اور سرخ بھی، گرین نہیں ملتا تو آپ کی دوسری چوائس سرخ ہوتی ہے۔‘‘ اکرم نے مسکرا کر اس کی پسند ظاہر کی۔

’’جی ہاں۔‘‘

’’مجھے آپ کی ہر بات یاد ہے۔‘‘ اس نے سنجیدگی سے کہا اور پھر نظریں چرالیں۔ رحما اس کی بات پر پشیمان سی ہوگئی اور اپنے دھڑکتے دل کو قابو کرنے لگی۔ اکرم پھر ایک جیولری شاپ کی طرف بڑھ گیا۔

’’مجھے جیولری پسند نہیں ہے۔‘‘ وہ فوراً بولی وہ اکرم سے کوئی قیمتی تحفہ نہیں لینا چاہتی تھی۔

’’کیوں، آپ کو تو انگوٹھیوں کا بہت شوق تھا۔‘‘ وہ حیرت سے بولا۔

’’ہاں...... ہاں مگر مجھے نہیں چاہیے۔‘‘ وہ نظریں جھکا کر بولی۔

’’کیوں......؟ آپ یقیناً یہ سوچ رہی ہیں کہ شاید میری جیب میں انگوٹھی خریدنے کے پیسے نہیں ہیں۔‘‘ اس نے ہنس کر پوچھا۔

’’نہیں نہیں ایسی بات نہیں۔ اتنا قیمتی تحفہ میں نہیں لے سکتی۔‘‘ اس نے فکرمندی سے کہا۔

’’آپ مجھے اپنا عزیز سمجھتی ہیں تو پھر تحفہ لینے سے انکار کیوں۔ کیا آپ نے مجھے معاف نہیں کیا؟‘‘ اس نے بے چین ہو کر پوچھا۔

’’نہیں...... نہیں ایسی بات نہیں۔ آپ غلط سوچ رہے ہیں۔‘‘ وہ گھبرا سی گئی۔

’’اچھا...... اگر ایسی بات نہیں ہے تو پھر چلیں ایک اچھی سی انگوٹھی اپنے لیے پسند کرلیں۔‘‘ اس نے شاپ کا دروازہ کھول کر اسے اندر بڑھنے کا اشارہ کیا۔ وہ مسکرا رہا تھا۔ اس کے قدم خودبخود شاپ کے اندر بڑھ گئے جبکہ وہ ایسا نہیں چاہتی تھی پتا نہیں اسے کیا ہو رہا تھا۔

’’رحما یہ دیکھیں،‘‘ سیلز مین نے ایک سنہری ڈبا انہیں کھول کے دکھایا جس میں ترتیب کے ساتھ بے شمار انگوٹھیاں سجی ہوئی تھیں۔

’’جی...... جی بہت پیاری ہیں۔‘‘ اس نے گھبرا کر کہا۔ وہ مسکرایا۔

’’کیوں بھئی، ساری خریدنی ہیں؟‘‘ اس نے چھیڑا۔ اکرم اس کے ساتھ کسی اور ہی دنیا میں کھو گیا تھا۔

’’نہیں۔‘‘ وہ گھبرا کر بولی۔

’’میرے پاس اتنے پیسے بھی نہیں ہیں۔ آپ گھبرائیے مت۔‘‘ وہ ہنسا۔

’’آپ سچ میں زیادتی کر رہے ہیں۔‘‘ اس نے پھر انکار کیا۔

’’یہ انگوٹھی کیسی ہے؟‘‘ اس نے سفید موتی والی انگوٹھی ہاتھ میں لی اور اس کی جانب کر کے پوچھا۔

’’جی بہت پیاری ہے۔‘‘ اس نے انگوٹھی تھام لی۔

’’آپ کو سفید موتی اچھے لگتے ہیں۔‘‘ اس نے سنجیدگی سے کہا۔

’’ہاں۔‘‘ اس نے اعتراف کیا۔ اس نے خط میں بھی ارمغان سے سفید موتی والی انگوٹھی کی فرمائش کی تھی۔ اکرم نے رقم ادا کی۔ وہ انگوٹھی تھام کر اسے دیکھتی رہ گئی کہ اکرم کو اس کی ہر بات یاد ہے اور اسے بھی اکرم کی ہر بات یاد آرہی تھی۔ وہ سوچوں میں گم تھی کہ اکرم کی آواز نے اسے چونکا دیا۔

’’رحما...... رحما۔‘‘ اس نے آہستگی سے پکارا۔

’’جی۔‘‘ وہ گھبرا کر اس کے خطوط سے آزاد ہوئی۔

’’کدھر کھو گئیں؟‘‘ وہ اسے دیکھ کر مسکرایا۔

’’جی، کچھ نہیں۔ اب آپ مجھے گھر چھوڑ دیجیے بہت وقت ہوگیا ہے۔‘‘ اس نے گھڑی کی طرف دیکھ کر فکرمندی ظاہر کی۔

’’جیسے آپ کا حکم۔‘‘ وہ مسکرا کر بولا اور پھر رحما کا سامان لے کر اس کے ساتھ ساتھ قدم بڑھانے لگا۔ وہ لوگ مارکیٹ سے باہر نکلے تو اکرم اپنی بائیک کی طرف بڑھا۔ رحما نے بائیک دیکھی تو وہ فکرمند سی ہوگئی۔

’’آپ فکر مت کریں میں اپنی خستہ حال بائیک پر آپ کو بیٹھنے کی دعوت نہیں دوں گا۔ بس یہ میں اور آپ تینوں پیدل چلتے ہیں۔‘‘ اس نے بائیک کا ہینڈل گھسیٹ کر اسے بے فکر کر دیا جو اس کے ساتھ بائیک پر سوار نہیں ہونا چاہتی تھی۔

’’آپ مجھے رکشا کروا دیں۔ میں رکشے پر چلی جاتی ہوں۔ آپ اتنی بھاری بائیک کہاں تک گھسیٹتے رہیں گے۔‘‘ وہ کچھ پریشان سی ہوگئی تھی کہ اس کے بائیک پر سوار نہ ہونے پر وہ بھی پیدل چل رہا ہے۔

’’آپ کو اکیلے کیسے جانے دے سکتا ہوں۔ آپ تو گھر پہنچ جائیں گی مگر مجھے آپ کی فکر لگی رہے گی۔‘‘ اس نے مسکرا کر جواب دیا۔

’’چلیں یہ بھی اِک یادگار سفر ہوگا۔‘‘ اس نے اپنا دوپٹا سنبھال کر کہا...... ہوا تیز چلنے لگی تھی۔

’’ہاں...... یہ تو آپ نے سچ کہا کچھ لوگ، کچھ سفر ہماری زندگی میں یاد بن کر رہ جاتے ہیں جیسے میں آپ کی زندگی میں یاد بنا رہوں گا۔‘‘ اس نے مسکرا کر کہا۔

’’کیوں...... آپ ایسا کیوں سوچتے ہیں۔ آپ حسیب کے دوست ہیں اور ہماری پھر بھی ملاقاتیں ہوتی رہیں گی۔‘‘ اس نے مسکرا کر جواب دیا۔

’’نہیں پھر شاید میں آپ کو کبھی نہ مل سکوں۔‘‘ اس نے آہ بھری۔ وہ گھبرا سی گئی۔ اس کی بات پر دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ اس نے سنجیدگی سے کہا۔

’’کیوں، آپ کہیں جا رہے ہیں؟‘‘ اس نے نگاہیں اس پر ٹکا دیں۔

’’ہاں، میں کویت جا رہا ہوں۔ مجھے ایک اچھی جاب کی آفر آگئی ہے۔‘‘ اس نے مسکرا کر جواب دیا۔

’’بہت اچھی خبر ہے۔‘‘ وہ اس کی بات پر بجھ سی گئی۔ وہ خود اپنی اس کیفیت پر حیرت زدہ سی ہونے لگی اور دل ہی دل میں بولی۔

’’رحما تجھے کیا ہو رہا ہے تو کیوں اکرم کے جانے پر ناخوش سی ہوگئی ہے۔‘‘

’’رحما گول گپے کھائیں گی؟‘‘ وہ سامنے دیکھتے ہوئے اس سے بولا۔

’’ہاں، ہاں۔‘‘ اکرم کی آواز نے اسے خود سے نکالا۔

’’آپ کو گول گپے بہت اچھے لگتے ہیں۔ چلیں گول گپے کھاتے ہیں۔‘‘

’’نہیں...... بس تھینک یو۔‘‘ اس نے نفی کی۔

’’میں جانتا ہوں کہ تم گول گپوں سے کبھی انکار نہیں کرسکتیں۔ نورین کے ساتھ تم نے زندگی میں سب سے زیادہ گول گپے ہی کھائے ہیں۔‘‘ اس نے خط والی بات کا تذکرہ کیا وہ بھی ہنسنے لگی۔

’’ہاں...... ہاں، آپ نے سچ کہا۔ اور پتا ہے کہ ہم دونوں املی والے پانی پر ضرور جھگڑا کرتے تھے۔‘‘ اس نے نورین کو یاد کر کے جواب دیا۔

اکرم مسکرانے لگا وہ مسکراتے مسکراتے یک دم بجھ سی گئی اور پھر اسے اپنے دل کی آواز سنائی دی۔

’’رحما تمہیں کیا ہو رہا ہے۔ تم اکرم کے ساتھ کیوں خوشی محسوس کر رہی ہو۔‘‘ اکرم بہ خوشی اس کے لیے گول گپوں کی پلیٹ لے آیا اور اسے پیار سے تھمائی۔

’’یہ لیجیے، آپ کے من پسند گول گپے۔‘‘ اس نے شوخی سے کہا۔

’’تھینک یو آپ نے اپنے لیے نہیں لیے؟‘‘ اس نے حیرت سے پوچھا۔

’’نہیں، میرا گلا خراب ہو جاتا ہے۔‘‘

’’اوہو...... ہاں آپ کا گلا بہت نازک ہے۔‘‘ اس نے گول گپے کھاتے کھاتے کہا۔

''آپ نے کچھ محسوس کیا؟'' اس نے اچانک سنجیدگی سے پوچھا۔

''کیا؟''

''میں اور آپ پرانی باتوں میں کھو جاتے ہیں۔'' اس نے سنجیدگی سے بتایا۔

''ہاں۔'' اس نے نظریں چرالیں اور خاموشی سے گول گپے کھانے لگی۔ وہ بھی کافی دیر تک خاموش رہا پھر رحما نے ہی خاموشی کو توڑا اور سنجیدگی سے بولی۔

''خیر دین بابا نے مجھے کچھ باتیں بتائی تھیں کہ آپ مجھ سے.....'' اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

''نہیں.....نہیں، ایسا کچھ نہیں ہے میری طرف سے... میں نے کبھی آپ کو اس نظر سے نہیں دیکھا۔'' اس نے رحما کو اپ سیٹ دیکھا تو فوراً اپنی محبت کی نفی کی۔

''تھینک گاڈ، میں آپ کے لیے اذیت نہیں بنی اگر ایسا ہوتا تو شاید میں خود کو کبھی معاف نہیں کرتی۔'' اس نے سنجیدگی سے بتایا۔

''اوہو آپ کن باتوں کو لے کر اپ سیٹ ہو رہی ہیں۔ آپ صرف میری بہت اچھی دوست ہیں بس یہ بات اپنے ذہن میں رکھیے گا۔'' اس نے رحما کو ان تمام باتوں سے آزاد کیا جو خیر دین نے اس کے بارے میں کہی تھیں۔ وہ پُرسکون دکھائی دینے لگی اور خوشی خوشی اس نے گول گپے کی پلیٹ اس کی طرف بڑھا دی۔

''چلیں پھر نئی دوستی کرنے پر منہ کھٹا کریں۔'' اس نے مسکرا کر کہا۔ اس نے ایک گول گپا منہ میں رکھ لیا۔

''شکریہ۔'' دونوں مسکرا رہے تھے۔ جب حسیب نے انہیں دیکھا وہ رحما کے سیل فون نہ اٹھانے پر پہلے اس کے گھر پہنچا وہاں سے ثریا نے اسے شاپنگ سینٹر کے متعلق بتایا تو وہ رحما کو تلاش کرتے کرتے اس گول گپے والی ریڑھی تک آن پہنچا۔ اس نے گاڑی ایک کونے میں کھڑی کر دی تھی۔ رحما کو اکرم کے ساتھ مسکراتا دیکھ کر وہ آگ بگولہ ہو رہا تھا۔ اس کا دل کر رہا تھا کہ وہ اکرم کے اوپر گاڑی سمیت چڑھ دوڑے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اسے رخصت کر دے مگر وہ اسے تڑپا تڑپا کر مارنے کا پلان بنا چکا تھا۔ رحما اور اکرم وہاں سے چل پڑے تھے وہ ان کا تعاقب کرنے لگا۔ رحما کی ہر مسکراہٹ پر وہ تڑپ اٹھتا مگر صرف نورین کی وجہ سے وہ رحما کو معصوم سمجھنے لگا تھا کہ وہ اکرم سے اپنے خطوط لینے کی وجہ سے ایسا کر رہی ہے۔ نورین نے اسے سب کچھ صاف صاف بتا دیا تھا۔ وہ گھر کے دروازے پر آ پہنچی۔

''آ جائیے، میں آپ کو اماں سے ملواتی ہوں اور خالہ عظمت سے بھی۔'' اس نے شاپر تھام کر اسے گھر آنے کی دعوت دی۔

''نہیں، مجھے چلنا چاہیے۔ آپ لوگوں کو بہت کام ہوں گے۔'' اس نے سنجیدگی سے کہا۔ اس کا دل بہت اداس ہو گیا تھا وہ رحما سے بچھڑ جو رہا تھا۔

''اچھا، آپ اپنا خیال رکھیے گا۔'' اس نے مسکرا کر کہا۔

''ہاں ضرور۔'' وہ مسکرایا۔

''تحفے کے لیے بہت بہت شکریہ۔'' اس نے انگوٹھی کو یاد کر کے کہا۔ وہ مسکرایا۔

''شکریہ کیسا، وہ تو آپ کی شادی کا تحفہ تھا۔'' اس نے کندھے اچکائے۔

''میں بھی آپ کی شادی پر آپ کو اچھا سا تحفہ دوں گی۔'' اس نے مسکرا کر کہا۔ وہ ایک سنجیدہ ہو گیا۔

''کیا آپ مجھے میری پسند کا تحفہ دے سکتی ہیں؟'' وہ معلوم نہیں کیا مانگنے جا رہا تھا۔

''جی ہاں، آپ کو کیا تحفہ چاہیے؟'' رحما کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔

''سوچ لیں۔'' اس نے افسردگی سے پوچھا۔

''ہاں، سوچ لیا۔'' اس نے بے صبری سے کہا۔

''کیا آپ مجھے وہ خطوط واپس دے سکتی ہیں؟'' اکرم نے سنجیدگی سے کہہ کر نظریں دوسری طرف کر لیں۔

''خطوط.....؟'' وہ ہکا بکا رہ گئی۔ ''یہ آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں؟'' وہ ہنسا۔

''میں مذاق کر رہا ہوں۔'' وہ اس کے زرد چہرے کو دیکھ کر مسکرایا تاکہ وہ فکر سے رہا ہو جائے۔

''اکرم میرے ماضی میں جو کچھ ہوا اسے میں بھول چکی ہوں اور میں چاہتی ہوں کہ آپ بھی یہ سب کچھ بھول جائیں اور یاد کرنے سے جب اذیت ہی ہوتی ہے تو پھر کیوں خود کو اذیت دی جائے۔ میں نے ارمغان سے محبت کی تھی اس نے مجھے دھوکا دیا۔ اب میرا مستقبل صرف حسیب ہے اور میں چاہتی ہوں کہ حسیب اور میرے درمیان کبھی میرا ماضی نہ آئے۔'' اس نے نہایت سنجیدگی سے دوٹوک انداز میں کہا اور پھر گھر کے اندر داخل ہو گئی۔ اکرم نے کچھ دیر دروازے پر نظریں جمائے رکھیں اور پھر لبوں پر مسکراہٹ سجائے بائیک گھسیٹتا وہاں سے چلا گیا۔

معلوم ہے تم غیر کے ہو جاؤ گے
پھر بھی تمہیں پانے کی دعا مانگ رہا ہوں

☆☆☆

اس نے بجھے دل سے اپنی شاپنگ ماں اور خالہ کو دکھائی اور کمرے میں آ گئی۔ وہ سوچنے لگی کہ وہ کیوں اکرم کو دکھ دینے پر افسردہ ہے۔ اس نے اپنے بیگ سے سیل فون نکال کر چیک کیا حسیب کی کئی کالز دیکھ کر ڈر گئی۔

''مجھے حسیب کو فون کرنا چاہیے۔'' اس نے حسیب کا نمبر پریس کیا۔ حسیب گھر آ کر غصے میں ٹہل رہا تھا۔ کئی دفعہ اس نے رحما کو کال کی تھی مگر دوسری جانب سے کوئی اٹھا نہیں رہا تھا۔

''ہیلو! حسیب ہاں میں بزی تھی اس لیے آپ کی کال نہیں دیکھ سکی۔'' اس نے آرام سے بتایا۔

''رحما تم کہاں تھیں؟'' وہ حسیب کے غصے سے ڈر گئی۔

''جی.....جی.....وہ اکرم.....'' اس نے جھوٹ بولنا مناسب نہ سمجھا۔ رحما کے منہ سے سچ سننے پر وہ مطمئن سا ہوا اس نے رحما کی بات کاٹی۔

''رحما تمہیں اس سے ملنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ مجھے نورین نے سب کچھ بتا دیا ہے۔''

''جی.....!'' رحما کے حلق سے کوئی لفظ نہ نکل سکا وہ بت بن کر رہ گئی۔

''میں اکرم کو دیکھ لوں گا اس نے ریما کی زندگی کو بھی یہاں تک پہنچایا ہے۔''

''ریما کی زندگی؟'' وہ گھبرا کر بولی۔

''ہاں..... ریما کی اس حالت کے پیچھے اکرم ہے۔ ریما، اکرم سے بے پناہ محبت کرتی تھی اور اس نے ریما کی محبت کو انکار کیا جس کی وجہ سے ریما نے اپنی جان لینے کی کوشش کی۔'' وہ غصے سے بولتا چلا گیا۔

''ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟'' اسے اکرم کے متعلق یہ سن کر یقین نہیں ہو رہا تھا۔

''تم اس شیطان سے دور رہو صرف میرے ڈر کی وجہ سے تم اس سے بار بار ملنے جاتی ہو...... مجھے تمہارے ماضی سے کوئی غرض نہیں۔ تم میرا مستقبل ہو، حسیب احمد کا..... آئندہ میں تمہیں اس شخص کے ساتھ نہ دیکھوں۔'' اس نے ایک، ایک لفظ چبا چبا کر اسے کہا۔

''جی!'' وہ اس کے غصے پر کچھ بول نہ سکی۔ اس کے ہاتھ کانپنے لگے۔ اس کا دل چاہا کہ وہ اسے بتا دے کہ اکرم نے اسے خطوط کے لیے بلیک میل نہیں کیا مگر دوسری طرف حسیب غصے میں بولتا چلا جا رہا تھا۔ رحما کو یوں لگ رہا تھا جیسے حسیب، اکرم کا خون کر دے گا۔ اس لیے رحما نے اکرم کی حمایت کرنے کے بجائے خاموشی اختیار کرنا مناسب سمجھا۔

''حسیب پلیز خود پر کنٹرول کریں۔'' اس نے حسیب کا غصہ ٹھنڈا کیا جو اکرم کے خلاف آگ بگولہ ہوتا جا رہا تھا۔

''دوست نہیں میرا سب سے بڑا دشمن ہے وہ۔ میری بہن..... اور میری ہونے والی بیوی پر اس نے نظر رکھی ہے۔ میں اس کا بہت برا حال کروں گا۔'' اس نے چیختے ہوئے کہا۔

''بس حسیب..... پلیز آپ غصہ مت کریں۔ میں آپ کی ہوں اور ریما بھی بہت جلد صحت یاب

ہو جائے گی۔ آپ ایسا کچھ نہیں کریں گے جس سے آپ کی زندگی پر کوئی اثر آئے۔" اس نے پیار سے اسے روکا جو اکرم کی جان لینے کی باتیں کر رہا تھا۔ کچھ دیر اور باتیں کر کے رحما نے اس کا غصہ ٹھنڈا کیا۔ وہ اس سے شادی کے انتظامات پر بات کرنے لگی۔

☆☆☆

شادی کا بھی دن آن پہنچا تھا۔ ثریا بڑی دیر سے اس کے پاس بیٹھی اسے تکے جا رہی تھی۔

"آج میری بیٹی یہ گھر چھوڑ کر اپنی سسرال جا بسے گی۔ بیٹی اس گھر کو اپنا گھر سمجھنا اور کسی کا دل نہ دکھانا۔ وہ امیر لوگ ہیں، ہمارا اُن کے ساتھ کوئی مقابلہ نہیں جیسا جیسا حسیب کہتا جائے ویسا ہی کرنا۔" اس نے پیار سے ماں کا ہاتھ تھام لیا۔

"اماں..... اگر آپ نے رونا ہی تھا تو میری شادی کا کیوں سوچا۔" اس نے پیار سے ماں کا ہاتھ چوم لیا۔

"بس...... بیٹیاں اپنے گھر کی ہو جائیں تو ماں کے دل کو ٹھنڈک پڑتی ہے۔" خالہ عظمت بھی مسکرا کر کمرے میں داخل ہوئی تھیں۔

"خالہ میں نورین سے خفا ہوں کتنے دنوں سے اس کا فون نہیں آیا۔" اس نے شکوہ کیا۔

"نہ میری بچی، نورین کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ رات وہاب نے فون کر کے بتایا تھا وہ سو رہی تھی۔" خالہ عظمت نے فکرمندی سے بتایا۔

"بچی کا صدقہ دیا کیا؟" ثریا نے خالہ عظمت سے پوچھا۔

"ہاں، اس کا بھی اور بیٹی رحما کا بھی دے دیا۔" خالہ عظمت نے رحما کا ہاتھ تھام لیا۔

"خالہ اور اماں آپ لوگ مجھے اس گھر سے نکالنے پر کتنی خوش ہیں۔" اس نے دونوں کو چھیڑا۔

"لو جی ہم تو تمہاری خوشی دیکھ رہے ہیں۔ حسیب کا گھر اتنا بڑا ہے وہاں پر راج کرے گی تو۔" خالہ عظمت نے اسے پیار سے دیکھ کر کہا۔

"اماں میرے بعد آپ دونوں اکیلی رہ جائیں گی۔ آپ دونوں کا وقت کیسے گزرے گا" اس نے معصومیت سے پوچھا۔

"تم لوگ اپنا، اپنا ایک بچہ ہمارے حوالے کر دینا۔" خالہ عظمت نے ہنس کر ثریا کو دیکھا۔

"ہاں، یہ کمال کا خیال تم نے سوچا ہے عظمت۔" وہ خالہ عظمت کی بات پر شرما سی گئی اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اب کدھر جا رہی ہو دلہن؟" خالہ عظمت نے مسکرا کر پوچھا۔

"خالہ چائے بنانے جا رہی ہوں۔" وہ کمرے سے نکل گئی۔

"ارے، آج تو رہنے دو بیٹی۔" خالہ عظمت یہ کہتے کہتے اس کے پیچھے لپکیں۔

☆☆☆

سرخ لہنگے اور بھاری خوب صورت جیولری میں وہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔

"آپ تو مسٹر حسیب کو قتل ہی کر دیں گی۔ آپ بہت حسین لگ رہی ہیں۔" بیوٹیشن نے اس کے دوپٹے کو سر پر سجا کر اس کی دل کھول کر تعریف کی۔ وہ مسکرانے لگی۔ اس نے خود کو آئینے میں دیکھا تو خود کو ہی پہچان نہیں پائی تھی۔ وہ ہمیشہ میک اپ سے دور رہی تھی اس لیے میک اپ کرنے کے بعد وہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔

"آپ اور مسٹر حسیب کی یہ لو میرج ہے؟"

"ارینج میرج ہے۔" اس نے شائستگی سے کہا۔

"اچھا پھر تو آپ بہت لکی ہیں۔ آپ کے ہونے والے شوہر کی مجھے تین دفعہ کالز آ چکی ہیں کہ آپ کو بہت پیار سے ڈیل کیا جائے۔" وہ شرما گئی۔

"لگتا ہے مسٹر حسیب آپ سے بہت محبت کرتے ہیں۔" اس نے ہنس کر کہا۔

"جی۔" اس نے شرماتے ہوئے جواب دیا۔ بیوٹیشن نے اس کی اجازت سے اس کے کلوز اپس لیے

کہ اپنے پارلر میں لگائے گی اس نے مسز حسیب سے پوچھ لیا تھا۔

"آپ کا کام مکمل ہے آپ جا سکتی ہیں۔"

"سنو مسٹر حسیب کے ڈرائیور کو اطلاع دو کہ گاڑی نکالے۔" ریسپشنسٹ نے ملازم کو انٹر کام کر کے کہا۔

"جی میڈم۔" یہ کہہ کر اس نے ریسیور رکھا اور ڈرائیور کو آواز دینے لگا۔

"آپ کو شادی بہت بہت مبارک ہو۔" بیوٹیشن نے اس کے ساتھ آخری دفعہ ہاتھ ملا کر الوداع کرتے ہوئے کہا اور وہ آہستگی سے دروازے کی طرف بڑھنے لگی۔ ملازم لڑکی نے پیچھے سے اسے پکارا۔

"میڈم...... میڈم آپ کا سیل فون رہ گیا۔" ایک لڑکی نے اسے آ کر سیل فون دیا۔ سیل فون یک دم بج اٹھا۔ اسکرین پر اکرم کا نمبر دیکھ کر وہ اپ سیٹ ہو گئی۔

"اس وقت اکرم!" اور پھر اس نے فوراً بٹن دبا دیا۔ دوسری طرف اکرم کے بجائے سکینہ کی آواز ابھری۔

"بیٹی رحما، پولیس والے اکرم کو دہشت گردی کے کیس میں ملوث کر کے گھر سے مارتے مارتے لے گئے۔ انہیں ہمارے چھت والے کمرے میں سے اسلحہ ملا ہے جبکہ میرا اکرم ایسا نہیں ہے۔ کل حسیب کا ملازم حیدر ہمارے گھر کارڈ دینے آیا تھا وہ کسی بہانے ہماری چھت پر بھی گیا تھا۔ تم حیدر سے پوچھ سکتی ہو بیٹا؟ حسیب کو میں کئی دفعہ کالز کر چکی ہوں سنو حسیب کو بتاؤ کہ پولیس والے اکرم کو مار مار کر لے گئے ہیں۔ اکرم کے ابا بے ہوش پڑے ہیں۔ رحما میرا بیٹا بے قصور ہے۔" سکینہ روتے روتے بولے گئی اور رحما کا وجود کانپنے لگا۔ اس کے ہاتھ سے سیل فون چھوٹ گیا۔ بھاری لہنگے کی پروا کیے بغیر تیزی سے گاڑی کی طرف لپکی۔ حیدر کار کے باہر کھڑا اس کا انتظار کر رہا تھا۔

"حیدر...... حیدر تم نے اکرم کے گھر پر اسلحہ رکھوایا تھا؟" حیدر اس کے اچانک حملے پر گھبرا گیا۔

”نن...... نہیں تو۔“ اس نے گھبرا کر انکار کیا۔

”حیدر مجھے سچ بتاؤ۔ تم نے اکرم کے گھر پر اسلحہ رکھوایا ہے؟ تم ان کے گھر کی چھت پر کل گئے تھے۔ میں تمہارے خلاف پولیس میں رپورٹ درج کرادوں گی۔“ رحما کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اسے مار ڈالے۔ وہ نظریں جھکائے بت بنا رہا۔

”حیدر بولو...... سچ کیا ہے؟“ اس نے اب حیدر کا گریبان جھنجوڑ کر پوچھا۔

”بی بی جی، آپ مسٹر حسیب سے پوچھ لیں۔ جیسا ان کا حکم تھا میں نے ویسا ہی کیا۔“ اس نے ادب کے ساتھ سر جھکا کر سچ بتا دیا۔

”اکرم...... اکرم بے قصور ہے۔ اکرم بے قصور ہے۔“ وہ رو دینے کو تھی۔ ”مجھے اکرم کے پاس جانا ہے۔ مجھے اس کے پاس جانا چاہیے وہ لوگ اسے مار دیں گے؟“ وہ روتے روتے بولی۔ حیدر گھبرا کر اسے دیکھنے لگا جس کا تمام میک اپ بہہ رہا تھا۔

”بی بی جی، آپ کی آج شادی ہے اور بارات ہال میں پہنچ چکی ہے۔ سب لوگ آپ کے منتظر ہیں۔“ اس نے رحما کو اکرم کی سوچ سے آزاد کرنا چاہا۔

”نہیں...... میں اپنی خوشیوں کے لیے اس بے قصور کی جان کیوں لوں۔“ اس نے گاڑی کا دروازہ زور سے بند کیا جو حیدر نے اس کے لیے کھول دیا تھا اور وہ ایک طرف بھاگ کھڑی ہوئی۔ حیدر چیخا۔

”بی بی جی، آپ...... آپ کہاں جارہی ہیں؟“ وہ رحما کے اس ردعمل پر بوکھلا سا گیا اس نے فوراً جیب سے سیل فون نکالا اور حسیب کو فون کیا۔ دوسری طرف حسیب کا نمبر بزی جارہا تھا۔ حیدر دور جاتی رحما کے لیے مزید پریشان ہو گیا اور اس نے حسیب کے پاس جانے کے لیے گاڑی اسٹارٹ کردی۔

☆☆☆

وہ دلہن کے لباس میں روڈ پر بھاگتی چلی جارہی ”ہمارا ایک گھر ہوگا جس میں ہمارے پیارے پیارے بچے ہوں گے۔ تم میرے بچوں کی دیکھ بھال کروگی اور میں تمہاری دیکھ بھال کروں گا۔ میں کبھی تمہیں کوئی دکھ نہیں دوں گا۔ تم پر آنے والی ہر آفت کو خود پر لے لوں گا۔ نہیں، میں تمہارے سوا کسی اور کا نہیں ہوسکتا۔ تم کیا مجھے زندہ چھوڑ دوگی اگر میں کسی اور کا سوچنے لگوں تو؟ بہت محبت کرتا ہوں...... مذاق میں بھی اب ایسا نہ لکھنا کہ تم جان دے دوگی۔ تمہاری جان میری جان ہے اور اپنی جان کو بچانے کے لیے میں اپنی جان دینے سے بھی نہیں ڈروں گا۔“ خط میں لکھی اس کی باتیں اس کے ذہن سے امڈ امڈ کر باہر آرہی تھیں۔ وہ ہانپتے ہانپتے پولیس اسٹیشن جا پہنچی اور چیخ چیخ کر اس کا نام پکارنے لگی۔

”اکرم...... اکرم...... اکرم۔“ دلہن کے لباس میں ایک لڑکی کو چیختا دیکھ کر پولیس کے سب اہلکار گھبرا گئے۔ وہ انسپکٹر کے پاس گئی اور تمام صورت حال بتائی کہ اکرم بے قصور ہے اس کے خلاف یہ سب سازش ہوئی ہے۔

”دیکھیں محترمہ اکرم کے گھر سے ہمیں ثبوت ملا ہے۔“

”جھوٹ...... جھوٹ ہے وہ سب۔ یہ سب اس کے خلاف سازش کی گئی ہے۔ آپ اکرم کو چھوڑ دیں۔“

”بی بی جی، آپ کون ہیں اور کس حالت میں آگئی ہیں اور یہ کیا کہہ رہی ہیں؟“ انسپکٹر اس سے کہنے لگا۔

”مجھے اپنے انچارج سے ملواؤ۔ کہاں ہیں ایس ایچ او؟“ وہ ہذیانی انداز میں کہہ رہی تھی۔

اس سے پہلے کہ انسپکٹر کچھ بولتا اسے حسیب کی آواز سنائی دی۔

”رحما...... رحما آپ......؟“ حسیب اپنی بارات چھوڑ کر حیدر کی بات پر یہاں بھاگا چلا آیا۔ اس نے رحما کو اتنی بری حالت میں دیکھا تو ہکا بکا رہ گیا۔

”حسیب، اکرم بے قصور ہے۔ اسے یہ لوگ مار رہے ہیں۔“ وہ حسیب کی طرف لپکی۔ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے اور سارا میک اپ خراب ہو چکا تھا۔ اس کا دوپٹا آدھا زمین پر اور آدھا اس کے کندھے پر لہرا رہا تھا۔

”رحما...... تم ہوش میں تو ہو؟“ حسیب نے اسے

جھنجوڑا۔

”حسیب...... حسیب یہ لوگ اکرم کو مار دیں گے۔ وہ بے قصور ہے۔ اس نے مجھے کبھی بلیک میل نہیں کیا تھا۔ حسیب میری بات کا یقین کریں۔“ وہ رونے لگی۔

”رحما...... تم ...... تم میری رحما نہیں رہیں۔“ حسیب نے اسے خود سے دور پھینکا۔

”حسیب، اکرم کو بچا لو۔ وہ بے قصور ہے اس نے کوئی گناہ نہیں کیا۔“ وہ چیخ چیخ کر بولی اور حسیب کے سامنے اس نے ہاتھ جوڑ دیے۔

”تم اکرم سے محبت کرتی تھیں؟“ اس نے رحما کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے کر پوچھا۔

”محبت...... محبت......!“ وہ حسیب کے سوال پر چونکی۔

”کیا تم اکرم سے اب بھی محبت کرتی ہو؟“ اس نے رحما سے نظریں ملا کر پوچھا۔ اس کی آنکھیں سرخ تھیں جیسے وہ رحما کا قتل کردے گا۔

”نہیں...... نہیں حسیب۔“ وہ رونے لگی۔

”تو پھر اپنی شادی چھوڑ کر تم یہاں کیوں کھڑی ہو۔ مجھے بتاؤ تم یہاں کیوں اکرم کے لیے تڑپ رہی ہو؟“ اس نے رحما سے غصے میں پوچھا۔

”نہیں...... میں اس سے محبت نہیں کرتی۔“ وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

”تم رو کیوں رہی ہو۔ یہ آنسو کس لیے ہیں؟“ وہ چیخا۔ ”تم جواب کیوں نہیں دے رہیں۔ بتا کیوں نہیں رہیں کہ تمہارے دل میں کیا ہے؟“ اس نے رحما کو غصے سے دیکھا۔ دونوں اس بات کی بھی پروا نہیں کر رہے تھے کہ سب پولیس اہلکار انہیں عجیب نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔

”میں...... میں...... بس اسے تکلیف میں نہیں دیکھ سکتی۔“ اس نے لرزتی آواز میں جواب دیا۔

”کیوں تم اسے تکلیف میں نہیں دیکھ سکتیں؟“ وہ چیخا۔

”پلیز حسیب، اکرم کو آزاد کروا دو۔ وہ بے قصور ہے۔“ وہ منت کرنے لگی۔ حسیب، رحما کو اکرم کے لیے تڑپتا دیکھ کر پاگل سا ہو گیا۔ وہ چیخا۔

”انسپکٹر فیض! اکرم آپ کے حوالے ہے، وہ دہشت گرد ہے اور میرا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ ایک دہشت گرد کے ساتھ کیسا سلوک کیا جاتا ہے آپ اچھی طرح جانتے ہیں۔“

”نہیں...... نہیں حسیب یہ ظلم مت کرو۔ اس کی ماں مر جائے گی۔“ وہ چیخی۔ حسیب اسے بازو سے پکڑ کر گھسیٹ کر باہر لے کر جانے لگا وہ تڑپ اٹھی۔

”چھوڑیں مجھے۔ یہ ظلم ہے...... اکرم بے قصور ہے پلیز حسیب اسے بچالیں۔“ اس نے خود کو چھڑواتے ہوئے کہا۔

”رحما تم یوں بے وفائی کروگی...... میں نہیں جانتا تھا۔ تم نے مجھے سوسائٹی میں ذلیل کردیا۔ آج ہماری شادی ہے اور میری دلہن کسی اور مرد کے لیے تڑپ رہی ہے۔“ وہ اسے پولیس اسٹیشن کے باہر گھسیٹتے گھسیٹتے لے آیا۔

”حسیب، اکرم بے قصور ہے۔ اسے اتنی بڑی سزا کیوں دے رہے ہیں؟“ وہ روتے روتے بولی۔

”اس کے لیے تڑپ کر تم مجھے جو سزا دے رہی ہو تمہیں اس کا کوئی احساس نہیں۔ اگر تمہیں اکرم سے محبت تھی تو مجھ سے شادی کا ڈراما کیوں رچایا؟“ اس نے رحما کو غصے سے دیکھ کر پوچھا۔

”محبت...... محبت...... محبت یہ لفظ میں سن کر تنگ آگئی ہوں۔ میں اس سے محبت نہیں کرتی مگر وہ تکلیف میں ہے تو میں انسان ہونے کے ناتے تکلیف محسوس کررہی ہوں۔ اگر اس کو آپ محبت کا نام دیتے ہیں تو ہاں حسیب صاحب مجھے اکرم سے محبت ہے۔“ اس نے حسیب کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر غصے سے جواب دیا۔

حسیب نے اس کا بازو چھوڑ دیا۔ وہ ہکا بکا رہ گیا۔ رحما کی آنکھیں غصے سے سرخ ہو چکی تھیں۔ وہ حسیب کی گرفت سے آزاد ہو کر پولیس اسٹیشن کے اندر بھاگی اور ایک دم کے سامنے جا پہنچی۔ اس نے دروازہ

کھولا تو اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اکرم پر بری طرح تشدد کیا جارہا تھا۔ وہ اکرم کو ایسی حالت میں دیکھ کر بے ہوش چکی تھی۔

☆☆☆

اس کی آنکھ کھلی تو وہ اپنے گھر میں موجود تھی اور خالہ عظمت اسے اپنے پاس فکرمندی بیٹھی دکھائی دیں۔

”خالہ..... میں یہاں کیسے آئی؟“ اس نے حیرت سے پوچھا۔

”رحما یہ سب کیا ہورہا ہے؟ کل بیوٹی پارلر سے کہاں چلی گئی تھیں اور پھر اس بری حالت میں حبیب تمہیں یہاں چھوڑ گیا..... یہ سب کچھ کیا ہے بیٹی؟“

”خالہ وہ.....وہ ان لوگوں نے اکرم کو دہشت گرد قرار دے دیا۔ اکرم کو وہ لوگ ماررہے ہوں گے۔“ وہ کچھ بدحواسی کے عالم میں بول رہی تھی۔

”بیٹی کون اکرم؟ تیرا اس کے ساتھ کیا لین دین ہے؟“ خالہ عظمت نے اسے سینے سے لگا کر پوچھا۔

”خالہ میرا..... میرا اس سے کوئی تعلق نہیں۔“ وہ رونے لگی۔

”بیٹی خود کو سنبھال۔ حبیب رشتہ توڑ چکا ہے۔ کل رات اس نے صاف صاف لفظوں میں شادی سے انکار کردیا۔ ثریا اس کے پاس گئی ہوئی ہے۔“

”کیا..... اماں..... اماں کہاں گئیں؟“ اس نے حیرت سے پوچھا۔

”حبیب کے پاس معافی مانگنے اور دوبارہ اسے آمادہ کرنے کے لیے کہ وہ تم سے شادی کرلے۔“

”مجھے اماں کے پیچھے جانا چاہیے۔ حبیب..... حبیب تو انہیں بہت ذلیل کرے گا۔ میں اس کے غصے کو اچھی طرح جان چکی ہوں۔ اس نے اکرم جیسے شریف انسان کی زندگی تباہ کرنے میں دومنٹ دیر نہیں کی۔“ وہ غصے اور رنج کی ملی جلی کیفیت میں تھی۔

”نہیں رحما، تم نہیں جاؤ گی۔ تم نے بہت کچھ اپنی مرضی سے کرلیا اب ہم بڑے ہیں۔ ہم حبیب سے اکرم کے بارے میں بات کریں گے اور ثریا بھی اسی مقصد کے لیے وہاں حبیب کے آفس گئی ہے۔“

”اس کے سر پر اکرم کا خون سوار ہے۔ وہ میری وجہ سے اکرم کو سزا دے رہا ہے۔“ اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔

”بس، خدا سے مدد مانگو۔“ خالہ عظمت نے آہ بھر کر جواب دیا۔ یک دم زور سے دروازے پر دستک ہوئی۔ خالہ عظمت گھبرا سی گئیں۔ رحما بھی کانپ اٹھی۔ دروازہ بہت بری طرح سے پیٹا جارہا تھا۔ خالہ عظمت نے ڈرتے ڈرتے دروازہ کھولا تو سامنے ایک محلے کی عورت ذکیہ کو پایا۔

”وہ ثریا بہن..... وہ ثریا بہن.....“ اس کے حلق سے آواز نہیں نکل رہی تھی۔

”کیا ہوا ثریا کو؟“ خالہ عظمت اسے جھنجوڑتے ہوئے پوچھ رہی تھیں۔

”خالہ، اماں..... اماں کو کیا ہوا ہے؟“ ذکیہ کی آواز رحما کے کانوں میں پڑی تو وہ بھاگی بھاگی دروازے کی طرف لپکی۔

”وہ.....وہ رحیم کی دکان کے پاس گری ہوئی ہے اور سب وہاں جمع ہیں۔“ ذکیہ نے اٹکتے اٹکتے رحما کو بتایا۔ رحما نے یہ سنا تو باہر کی جانب بھاگی۔ خالہ عظمت بھی چادر سنبھال کر ذکیہ کے ہمراہ رحیم کی دکان کے پاس پہنچیں۔ ایک بڑے ہجوم کو چیرتی رحما گھستی چلی گئی۔ زمین پر ثریا بے ہوش پڑی تھی۔ اس کے چہرے پر پانی کے چھینٹے ڈالے جارہے تھے۔ اس نے ماں کو باہوں کے حصار میں لے لیا اور تقریباً چیخنے لگی۔

”ارے کوئی ڈاکٹر کو بلا کر لائے۔ دیکھ نہیں رہے میری اماں آنکھیں نہیں کھول رہیں۔“ اس نے روتے روتے ماں کو ہلا کر کہا۔

”خالہ عظمت دیکھو تو اماں کو کیا ہوگیا ہے؟“ وہ بری طرح رو رہی تھی۔ خالہ عظمت نے رحما کو سینے سے لگایا اور زور زور سے رونے لگیں۔

”رحما بیٹی، میری بہن ثریا مجھے چھوڑ گئی۔ تیری

ماں نہیں اب اس دنیا میں۔“ وہ تڑپ رہی تھیں۔

”نہیں خالہ..... نہیں خالہ۔“ وہ چیخی۔

”ہاں بیٹی۔“ انہوں نے رحما کو گلے سے لگالیا۔ وہ بری طرح چیخنے لگی۔ جب محلے کے کچھ لڑکوں نے مل کر ثریا کو چارپائی پر ڈالا اسے یقین نہیں ہورہا تھا کہ اس کی ماں دنیا چھوڑ کر چلی گئی ہے اور وہ بے آسرا ہوچکی ہے۔

☆☆☆

”آپ نے میری ماں کو ماردیا۔ نہ جانے کیا کچھ غلط سلط میرے بارے میں کہا میری ماں صدمے سے دنیا چھوڑ گئیں۔“ وہ حبیب کے آفس میں کھڑی تھی۔

”اگر تم ایسا سمجھتی ہو تو ہاں جس طرح تم نے مجھے سوسائٹی میں ذلیل کیا ہے اس طرح میں نے تمہاری ماں کو ذلیل کیا حساب برابر۔ اب وہ برداشت نہیں کرسکیں تو اس میں میرا کیا قصور۔“ حبیب نے بڑی بے مروتی سے کہا۔

”مجھے یقین نہیں آرہا ہے کہ تم وہی حبیب ہو۔“ وہ نفرت سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

”اور رحما تم..... تم خود کو کیوں نہیں دیکھ رہیں۔ تم کیا وہی ہو؟“ وہ طنزیہ ہنسا۔

”حبیب تم نے جو کیا وہ سوچ سمجھ کر کیا مگر میں نے ایسا کچھ بھی نہیں کیا جس کی سزا تم نے میری ماں کو دی ہے۔ تم نے انہیں ذلیل کرکے اپنے آفس سے نکالا۔ مجھے تمہارے ملازم نے سب بتادیا ہے۔ تم نہایت گھٹیا انسان ہو۔“ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ حبیب کا منہ نوچ لے۔

”اور..... اور تم نے مجھے پولیس اسٹیشن میں سب کے سامنے ذلیل کیا..... اس کا کیا؟ سب دیکھ رہے تھے کہ حبیب کی ہونے والی دلہن اکرم کے لیے تڑپ رہی ہے۔“ وہ حلق کے بل چیخا۔

”حبیب تم ایک پاگل شخص ہو۔ تمہیں صرف خود سے پیار ہے..... صرف خود سے۔“ وہ اس سے بھی زیادہ چیختے ہوئے کہہ رہی تھی۔

”ہاں..... ہاں میں شروع سے ایسا ہی ہوں جو چیز مجھے پسند آجاتی ہے وہ میری ہوتی ہے اور جو چیز مجھے ٹھکرا دیتی ہے اس کی زندگی میں تباہ کردیا کرتا ہوں۔ میں ایسا ہی ہوں۔“

”حبیب تمہارا اصلی چہرہ اتنا ڈراؤنا ہوگا میں یہ نہیں جانتی تھی۔“

”رحما..... ہاں دیکھ لو میرا چہرہ غور سے، یہ چہرہ تمہاری زندگی میں صرف تباہی لانا چاہتا ہے جس طرح تم نے میری زندگی کو تباہ کیا، اکرم نے میری بہن کو تباہ کیا اب تم اپنا انجام بھی دیکھ لینا۔“ وہ غصے سے پاگل ہوا جارہا تھا۔

”حبیب تم میرے ہوتے ہوئے اکرم کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ میں اپنی ماں کو نہیں بچاسکی مگر اکرم کو ضرور بچالوں گی۔“ اس نے اونچی آواز سے جواب دیا۔ وہ ہنسا اور اس کے سامنے کسی کو فون ملایا۔

”فیض صاحب میرا آپ کے پاس جو مہمان ہے اسے آرام کی نیند سُلانا ہے۔ آپ مجھے بس اپنی قیمت بتادیں۔“ وہ فیض نامی انسپکٹر سے بات کررہا تھا رحما دہل گئی۔

”حبیب تم پاگل ہورہے ہو، میرے اور اکرم کے درمیان ایسا کچھ نہیں ہے۔ میں آج بھی تم سے شادی کرنے کے لیے تیار ہوں۔“ وہ اس کے قریب جا پہنچی۔

”ہاہاہا..... اگر وہ کچھ نہیں تو پھر اسے بچانے کے لیے مجھ جیسے خبیث انسان سے شادی کیوں کررہی ہو جس نے تمہاری ماں کو ذلیل کرکے اس کی جان لی۔“

”حبیب پلیز..... فیض کو فون کرو کہ وہ ایسا کچھ نہ کرے۔“ وہ رو دینے کو تھی۔

”دیکھو رحما میں ریما کو لے کر کل امریکا جارہا ہوں۔ تم نے مجھے ابھی دھمکی دی ہے کہ تم اکرم کا بال بھی بیکا ہونے نہیں دو گی، جاؤ تم اسے چھڑوانے کی کوشش کرو اور میں اسے یہاں سے دوسری دنیا پہنچانے کی کوشش کروں گا۔“ اس نے یہ کہہ کر دروازہ کھول دیا کہ رحما وہاں سے چلی جائے۔ رحما نے ایک

www.paksociety.com

تلخ نظر اس پر ڈالی اور قدم باہر کی جانب بڑھا دیے۔

☆☆☆

''تو..... تو پاگل ہوگئی ہے، یہ گھر فروخت کردے گی تو پھر کہاں تیرا ٹھکانا ہوگا؟''

''خالہ عظمت میں آپ کے گھر میں رہ لوں گی، مجھے اکرم کی ضمانت کے لیے ایک اچھا وکیل کرنا ہوگا جو بے قصور اکرم کو رہائی دلوا سکے۔ اس کے لیے مجھے پیسوں کی اشد ضرورت ہے۔''

''میرا گھر..... وہ تو میں نے فروخت کردیا ہے۔'' خالہ عظمت نے سنجیدگی سے بتایا۔

''کب خالہ؟'' وہ زور سے بولی۔

''تیری اور نورین کی شادی کا انتظام اسی پیسے سے تو کیا تھا۔ ثریا اپنا گھر فروخت کررہی تھی مگر میں نے جن لوگوں سے پہلے رقم لی تھی انہی سے مزید رقم لے کر وہ گھر ان کے نام لکھ دیا۔ بیٹی تم بھول جاؤ اکرم کو اور پھر وہ تمہارا لگتا ہی کیا ہے؟'' خالہ عظمت نے خفگی سے کہا۔

''خالہ عظمت میری وجہ سے وہ مصیبت میں ہے۔ اس کا قصور اتنا ہے کہ اس نے میری جان بچانے کے لیے وہ خطوط لکھے۔ نہیں خالہ میں اسے یوں مرتا نہیں دیکھ سکتی۔'' رحما نے افسردگی سے کہا۔

''تو..... تو کیا اس سے پیار تو نہیں کرنے لگی؟'' خالہ عظمت نے اس کے بازو کو جھنجوڑ کر پوچھا وہ گھبرائی ہوئی سی دکھائی دینے لگی۔

''خالہ محبت اصل میں کیا ہے..... یہ میں نہیں جانتی ہوں۔ اماں کو کھو چکی ہوں مگر اب اکرم کو نہیں کھونا چاہتی۔'' اس نے بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

''نورین کا فون آیا تھا تمہاری شادی ٹوٹنے کی وجہ پوچھ رہی تھی۔ میں نے تو ثریا کا دکھ بھی چھپالیا۔ نہیں اس کی طبیعت نہ بگڑ جائے۔''

''آپ نورین سے کچھ مت کہیے گا اور جب حسیب اسے سچ نہیں بتا رہا تو ہمیں بھی کوئی ضرورت نہیں۔'' اس نے خالہ عظمت کو سختی سے کہا۔

''بیٹی تو پھر کیسے پیسوں کا انتظام کرے گی؟''

خالہ عظمت نے کچھ سوچ کر پوچھا۔

''خالہ اللہ تعالیٰ رستہ دکھادے گا، میں پولیس اسٹیشن جارہی ہوں۔ آپ گھر کا خیال رکھیے گا۔''

''بیٹی جلدی آجانا۔'' خالہ عظمت نے اس کے سر پر پیار دیا۔ انہیں معصوم سی رحما بہت مضبوط دکھائی دے رہی تھی۔

☆☆☆

''فیض صاحب آپ جانتے ہیں... کہ اکرم بے قصور ہے۔'' وہ پولیس اسٹیشن جا پہنچی اور فیض کے سامنے کرسی پر بیٹھی تھی۔

''آپ آئے ہمارے گھر خدا کی قدرت ہے کبھی ہم آپ کو دیکھتے ہیں تو کبھی اپنے غریب خانے کو۔'' اس نے شعر کی تشریح اپنے الفاظ میں کی۔

''دیکھیں میں یہاں آپ کی شاعری سننے نہیں آئی ہوں۔ مجھے اکرم سے ملنا ہے۔ اگر آپ نے حسیب کے کہنے پر اسے کوئی بھی اذیت دی تو میں آپ کو کورٹ لے جاؤں گی۔''

''آپ مجھے جہاں مرضی لے جائیں، بندہ آپ کے ساتھ ہر جگہ جانے کے لیے تیار ہے۔'' اس کے لہجے میں خباثت تھی۔

''دیکھیں، میں یہاں آپ کی فضول بکواس سننے کے لیے نہیں آئی ہو۔ آپ اپنی ڈیمانڈ بتائیں جس طرح آپ نے حسیب سے رقم لے کر اکرم پر دہشت گردی کا کیس ڈال دیا ہے اب اس کی رہائی کے لیے آپ کو کتنے پیسے چاہئیں؟'' اس نے غصے سے پوچھا۔

''تو کیا آپ مجھے خریدنے آئی ہیں۔ آپ جانتی ہیں آپ کیا کہہ رہی ہیں؟''

''آپ کو کتنے پیسے چاہیے، آپ اپنی زبان کھولیں۔'' اس نے غصے سے کہا۔

''غصے میں آپ بہت کمال کی لگتی ہیں۔'' اس نے رحما کے وجود پر گہری نظر ڈال کر کہا۔

''دیکھیں مسٹر فیض میں جس کام کی نیت سے آئی ہوں آپ مجھے اس کا جواب دیں۔'' اس نے انگلی اٹھا

کر اسے سمجھایا۔

''اچھا..... تو آپ اکرم کو رہا کروانے کے لیے مجھے پیسے دینا چاہتی ہیں یعنی رشوت.....؟'' اس نے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرا اور معنی خیزی سے کہا۔

''جی ہاں، آپ بتائیں آپ کو کتنے پیسے چاہئیں؟''

''حسیب صاحب سے دگنی رقم کیا آپ دے سکتی ہیں؟'' اس نے رحما پر گہری نظر ڈالی۔

''دیکھیں آپ اپنی رقم بتائیں۔'' وہ مضبوط لہجے میں بولی۔

''آپ کہاں سے اتنا پیسہ لے کر آسکتی ہیں میڈم رحما؟'' وہ مسکرایا۔

''آپ کو اس کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔'' وہ غصے سے چیخی۔

''فکر کیسے نہ کروں، میرا دل آپ کے لیے دھڑکنے لگا ہے اور فیض کا دل پہلے کبھی کسی کے لیے نہیں دھڑکا۔'' اس نے مکروہ انداز میں قہقہہ لگایا۔ وہ نروس سی ہوگئی۔

''فیض صاحب آپ سوچ لیں میں کل پھر آؤں گی۔''

''مجھے پیسے نہیں چاہیے۔'' وہ جو کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ اس کے عجیب انداز سے یہ جملہ کہنے پر رحما کی ٹانگیں کانپنے لگیں۔

''تو پھر.....؟'' اس نے کانپتے ہونٹوں سے پوچھا۔

''نکاح کرلو مجھ سے..... میں اکرم کو چھوڑ دیتا ہوں۔'' اس نے مسکرا کر کہا۔

''کیا..... آپ پاگل ہوگئے ہیں؟'' وہ چیخی۔

''ہاں جناب، پاگل ہوگیا ہوں۔ میں نے اپنی ڈیمانڈ بتادی آگے جو آپ کی مرضی۔'' وہ غصے سے اسے گھورنے لگی۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا کہ وہ اسے کیا جواب دے۔

☆☆☆

وہ گھر بوجھل قدموں کے ساتھ پہنچی تو سامنے

دل کی باتیں

''تم ایک بہت حسین لڑکی ہو۔''

''مجھے معلوم ہے تم دل میں ایسا نہیں سمجھتے لیکن پھر بھی کہہ رہے ہو۔''

''میں اصل میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ اگر میں ایسا نہیں کہوں گا تب بھی تم دل میں ایسا سمجھتی رہو گی۔''

مرسلہ: سامعہ تبسم، ملتان

اکرم کی ماں سکینہ کو پایا جو خالہ عظمت کے پاس بیٹھی رو رہی تھی۔ رحما کو دیکھ کر وہ اس کی جانب لپکی۔

''بیٹی رحما! حسیب، ریما کے ساتھ امریکا چلا گیا ہے اور میرے بیٹے کو عذاب میں چھوڑ گیا۔ وہ تجھ سے محبت کرتا ہے۔ تو حسیب سے کہہ کر میرا بیٹا چھڑوادے میں تیری ہمیشہ احسان مند رہوں گی۔'' سکینہ نے روتے روتے رحما کا ہاتھ تھام لیا۔

''خالہ..... خالہ سکینہ آپ ..... آپ حوصلہ رکھیں۔'' وہ سکینہ کے رونے پر پریشان سی ہوگئی کہ وہ کیسے ان کے بیٹے کو رہا کروائے گی۔ حسیب کی دولت کے آگے فیض نے اس کی زندگی کا سودا کیا ہے۔ خالہ عظمت نے سکینہ کو پانی کا گلاس تھمایا۔

''بہن حسیب کا ہم سے کوئی تعلق نہیں اب۔ رحما بیٹی خود سے کوشش تو کررہی ہے مگر کیس بہت مضبوط ہے، آپ کے گھر سے اسلحہ برآمد ہوا ہے۔''

''میرا بیٹا دہشت گرد نہیں۔ رحما تم جانتی ہو میرا بیٹا کسی کی جان نہیں لے سکتا۔ وہ ملک سے غداری نہیں کرسکتا۔ حسیب نے یہ سب تمہاری وجہ سے کیا ہے تم جو اکرم سے ملنے اس کے پوسٹ آفس جاتی تھیں۔'' سکینہ نے روتے روتے بتایا۔ خالہ عظمت نے سر جھکا لیا۔

"خالہ آپ فکر نہ کریں اکرم جلد رہا ہو جائے گا، آپ سب مجھ پر چھوڑ دیں۔" اس نے سکینہ کا ہاتھ تھام لیا۔

"بیٹی تو حسیب سے بات کر اس کو کہہ کہ اکرم نے تجھے کبھی بلیک میل نہیں کیا۔" سکینہ نے روتے روتے کہا۔

"ہاں...... ہاں خالہ میں ضرور بات کروں گی بس آپ مضبوط رہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں۔" اس نے تسلی دی۔ خالہ عظمت بہت فکر مند تھیں کہ رحما بے چاری کیسے اکرم کو آزادی دلوائے گی جس کے پاس ایک پھوٹی کوڑی بھی نہیں ہے۔

☆☆☆

وہ رات کمرے میں بیٹھی فیض کی آفر پر غور کر رہی تھی کہ خالہ عظمت اس کے لیے کھانا لے آئیں۔

"خالہ مجھے بھوک نہیں ہے۔" اس نے کھانا دیکھ کر کہا۔ عظمت نے روٹی کا نوالہ توڑ کر تھوڑی سی آلو کی بھجیا لے کر اس کے منہ کی طرف بڑھایا۔

"خالہ! میری وجہ سے اماں......" اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے۔

"بس بیٹی...... تیرے نصیب میں یہی لکھا ہوا تھا، چل منہ کھول کھانا کھالے۔" عظمت نے پیار سے نوالہ اس کے منہ میں دے دیا۔

"میں نورین سے کچھ پیسے منگوالوں، تیرے کام آجائیں گے۔" خالہ عظمت نے تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد پوچھا۔

"نہیں خالہ، آپ اسے کچھ نہ بتائیں ابھی وہ ایسی حالت میں ہے کہ اس سے کوئی غم برداشت نہیں ہوسکے گا۔ وہاب سب جانتا ہے، وقت کے ساتھ وہ خود ہی نورین کو بتادے گا۔"

"بیٹی مجھ سے سکینہ بہن کی حالت نہیں دیکھی جارہی تھی...... حسیب کی فطرت ایسی ہوگی یہ میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا...... اور تیری شادی اگر اس سے ہو جاتی تو شاید تو اتنی خوش نہ رہ پاتی...... جو شخص کسی مظلوم کو اتنی بڑی سزا دلوا سکتا ہے وہ کتنا ظالم ہوگا۔" عظمت نے سنجیدگی سے کہا۔

"خالہ! جو خدا کو منظور تھا وہ ہوگیا اور جو آگے منظور ہوگا وہ بھی ہوتا جائے گا۔"

"میں تو دعا کر رہی ہوں کہ اکرم کو کسی طرح رہائی مل جائے...... اور تیری روح پر جو بوجھ ہے وہ اتر جائے۔" خالہ عظمت نے اس کے سر پر پیار کیا اور پھر وہ خاموشی سے کھانا کھانے لگی مگر اس کا ذہن فیض کی بات کو ہی سوچ رہا تھا۔

☆☆☆

وہ مرے مرے قدموں سے پولیس اسٹیشن کے باہر آکر کھڑی ہوگئی۔ وہ آج کچھ سوچ کر آئی تھی۔ سکینہ کی حالت دیکھ کر اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اب اس بات کا یہی حل ہے۔ اپنے اندر ہمت مجتمع کر کے وہ اندر کی جانب بڑھ گئی۔ وہ اگر اعلیٰ پولیس افسران کے پاس جاتی بھی تو کیا کہتی۔ پولیس والوں نے اکرم کے خلاف مضبوط کیس بنالیا تھا۔ اکیلی جان میں کیونکر اتنی ہمت آتی جو اس کے بس میں تھا اس نے وہی کیا اور انسپکٹر فیض سے نکاح کرنے پر آمادگی ظاہر کر دی۔ ابھی وہ پولیس اسٹیشن میں ہی بیٹھی ہوئی تھی کہ دو کانسٹیبل فیض کے کہنے پر اکرم کو سامنے لے آئے۔ آج اس کے ہاتھ کھلے ہوئے تھے۔ شکل سے وہ کافی لاغر نظر آرہا تھا۔ وہ رحما کو دیکھ کر بے چین ہوگیا۔

انسپکٹر فیض نے سفاکی کی حد کر دی تھی۔ وہ اپنے اور رحما کے نکاح کے بارے میں اکرم کو بتانے لگا جسے سن کر اکرم کا خون کھول اٹھا۔

"خبردار جو رحما کا نام بھی اپنی گندی زبان سے لیا۔" اکرم غصے سے چیخا۔

"ہاہاہا...... بہت پیار کرتا ہے رحما سے۔" فیض مسکرایا۔

"دیکھو فیض تمہارا مقصد مجھے سزا دینا ہے تو مجھے لہولہان کر دو... میں اف تک نہیں کروں گا مگر معصوم رحما کو اس مسئلے میں مت گھسیٹو۔" اکرم نے ہر لفظ پر زور دے کر کہا۔ "دیکھو فیض تم میرے منہ پر ہزار مرتبہ تھوک دو مگر میری وجہ سے اس کو سزا مت دو۔ اسے چھوڑ دو۔"

"کیسے چھوڑ دوں جیسے تم اس کے لیے تڑپ رہے ہو میرا دل بھی اس کے لیے تڑپ رہا ہے اور ہاں کل ہمارا نکاح یہیں ہوگا۔ تمہیں بھی دعوت دے رہا ہوں۔" وہ بے بسی سے رحما کو دیکھ رہا تھا اور رحما منہ نیچے کیے اپنے ہونٹ دانتوں سے کاٹتی رہی۔

☆☆☆

"تم...... رحما...... اور یہ سب کیا ہے؟" وہ سرخ دوپٹا ہاتھ میں لیے اس کے سامنے تھی۔ وہ حوالات میں بند تھا۔

"کیا تم سچ میں فیض سے نکاح کر رہی ہو؟" وہ چیخا۔ وہ خاموش رہی اس نے سر جھکایا ہوا تھا۔

"تم ایسا کیوں کر رہی ہو؟" اس نے چیخ کر پوچھا۔

"آپ میری وجہ سے یہاں ہیں۔" اس نے لرزتی آواز میں جملہ ادا کیا۔

"رحما...... رحما یہ میری قسمت میں تھا اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں۔ تم ابھی اسی وقت یہاں سے گھر چلی جاؤ۔" اس نے بڑی بے بسی سے کہا۔

"نہیں، آپ کی یہ حالت میری وجہ سے ہوئی ہے۔" اسے دیکھ کر اس کے آنسو ٹپک پڑے۔

"تم مجھ سے وعدہ کرو کہ تم فیض کی کسی بات کو نہیں مانو گی۔" اکرم نے رحما سے نظریں ملا کر کہا۔

"نہیں اکرم، میں آپ کو یہاں چھوڑ کر کبھی خوش نہیں رہ سکوں گی۔" وہ رو دینے کو تھی۔

"اور تمہیں یہاں اس حالت میں دیکھ کر مجھے کتنی تکلیف ہو رہی ہے۔ تمہیں اندازہ نہیں۔"

"اکرم میں آپ کو یہاں مرتا نہیں دیکھ سکتی۔" وہ لرزتی آواز میں بولی۔

"دیکھو رحما مجھے بھول جاؤ کہ کوئی اکرم بھی کبھی تمہاری زندگی میں آیا تھا اور ہم دونوں میں ایسا کوئی بھی رشتہ نہیں ہے جس کے لیے تم فیض سے شادی کر رہی ہو۔" اس نے خفگی سے نظریں چرا کر کہا۔

"ہاں اکرم، ہم دونوں میں ایسا کوئی خاص رشتہ نہیں۔ میں نے ارمغان سے محبت کی تھی اور وہ محبت نہیں تھی۔ میں نے اپنی دوستی کو محبت سمجھ لیا تھا۔ محبت کیا ہوتی ہے اس کا احساس مجھے آپ نے دیا۔ آپ نے مجھے چاہا مگر مجھے پانے کی غرض سے نہیں...... محبت دو وجود کے ملاپ کا سودا نہیں، یہ آپ کی محبت نے مجھے احساس دیا۔ آپ میری خوشی کی خاطر حسیب کا نام نہیں لے رہے۔ آپ مجھے خوش دیکھنا چاہتے ہیں اور میری خوشی کی خاطر آپ نے مجھے پانے کی دعا بھی کرنا چھوڑ دی۔ اس کے باوجود ہم دونوں میں کوئی خاص رشتہ نہیں ہے۔"

"رحما ان باتوں کو بھول جاؤ اور لوٹ جاؤ۔ حسیب کی دنیا میں، میں جانتا ہوں وہ غصے کا برا ہے، وقت کے ساتھ ساتھ وہ سب سمجھ جائے گا۔" اکرم نے گویا اسے تسلی دی۔

"نہیں اکرم نہیں، میں آپ کو یہاں ایسی حالت میں چھوڑ کر نہیں جاسکتی۔" وہ اس سے دور جانے لگی۔

"نہیں رحما نہیں...... تم فیض سے شادی نہیں کرسکتیں۔" وہ اپنا سر سلاخوں سے ٹکرانے لگا۔ وہ اس کی نظروں سے اوجھل ہوئی تو وہ چیخنے لگا۔

"رحما...... رحما...... رحما مت کرو ایسا۔ میں زندہ نہیں رہوں گا۔ میں زندہ نہیں رہوں گا۔" مگر وہ روتے روتے اس سے دور ہوگئی۔

☆☆☆

ان کا نکاح پولیس اسٹیشن کے احاطے میں قریبی کوارٹر میں ہونا تھا۔ رحما، خالہ عظمت کو بتائے بغیر اتنا بڑا فیصلہ کر بیٹھی تھی اور اب فیض کی طرف سے دو گواہان اور مولوی صاحب کے سامنے سر جھکائے بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے فیض سے اکرم کی رہائی کا بڑا مہنگا سودا کیا تھا۔ اچانک دروازہ کھلا اور اکرم ان کے سامنے آکھڑا ہوا۔ فیض اکرم کو دیکھ کر حیرت زدہ رہ گیا اور رحما کے آنسو اس کی جھولی میں گرنے لگے۔ آناً فاناً اکرم نے ایک حوالدار کا پستول اپنے قبضے میں کیا۔ مولوی صاحب گھبرا کر کھڑے ہوگئے۔ فیض بھی بوکھلا سا گیا۔

"دیکھو اکرم پستول نیچے پھینک دو۔ تم یہاں آئے

کیسے..... اوے سارے لوگ کہاں مرگئے۔" فیض نے اپنا پستول اس کے سینے پر تان دیا۔

"کون کمبخت فرار ہونا چاہتا ہے فیض۔ میں تو اپنی رحما کو تمہارے جیسے ذلیل انسان سے رہائی دلوانا چاہتا ہوں۔" اس نے مسکرا کر رحما کی طرف دیکھا اور پستول کی نلی اپنی کنپٹی پر رکھ دی۔ رحما چیخی۔

"نہیں...... نہیں اکرم۔" وہ اکرم کی طرف لپکی۔ ایک زوردار آواز آئی اکرم فرش پہ جا پڑا۔ رحما، فیض اور باقی سب پھٹی پھٹی آنکھوں سے اکرم کو دیکھنے لگے۔ اس کے سر سے خون بہہ رہا تھا۔ اس کے لبوں پر مسکراہٹ تھی جو اس نے رحما کو آخری وقت دیکھ کر دی تھی۔

رحما، اکرم کے اوپر جھک گئی۔ فیض کے ہاتھ سے پستول چھوٹ گیا تھا۔ وہ اکرم کی لاش کے پاس آکر منہ ہی منہ بڑبڑایا۔

"کیا کوئی ایسی بھی محبت کرسکتا ہے۔" رحما نے فیض کا گریبان پکڑ لیا۔

"ہاں...... ہاں یہ تھی میری محبت۔ میری خوشیوں کی خاطر اکرم نے اپنی جان دے دی اور تم جیسے ذلیل انسان کے چنگل سے مجھے بچالیا مگر مجھے اس کی محبت کے بغیر جینا نہیں ہے۔ میری محبت ہی نہیں تو میں کیوں پھر سانس لے رہی ہوں۔" اس نے فیض کا فرش پر پڑا ہوا پستول جھٹ سے اٹھالیا۔

"رحما...... رحما دیکھو میری بات سنو۔" اس سے پہلے کے فیض اس سے پستول چھین پاتا رحما نے کئی گولیاں اپنے سینے میں اتار لیں اور اکرم کے قریب ہی فرش پہ جا پڑی۔

وہاں افراتفری سی مچ گئی۔ فیض دل تھام کر ان دونوں کے پاس بیٹھ گیا۔ ایک حوالدار نے اس کا کندھا ہلایا تو وہ ڈر سا گیا۔

"میں نے انہیں نہیں مارا۔ میں بے گناہ ہوں، میں بے قصور ہوں۔ مجھے چھوڑ دو۔ مجھے ان لوگوں کی محبت کی سچائی کا علم نہیں تھا۔" وہ پولیس اسٹیشن سے گھبرا کر باہر آنکلا۔ پولیس کے اہلکار ایک دوسرے کو حیرت سے تکنے لگے۔ فیض نے باہر آکر زمین پر سے پتھر اٹھالیے اور پولیس اسٹیشن کی طرف مارنے لگا۔ مجبوراً پولیس کے اہلکاروں نے اسے پکڑ لیا۔

"مجھے لگتا ہے فیض صاحب اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھے ہیں۔ انہیں اسپتال لے کر جانا چاہیے۔" چند اہلکاروں نے اسے زبردستی گاڑی میں بٹھایا۔ اسی اثنا میں فیض کا فون بجنے لگا۔ اس نے گھبرا کر اپنی جیب سے فون نکالا اور حسیب کا نمبر دیکھ کر فون آن کر کے کان سے لگالیا۔

"میں نے رحما اور اکرم کی محبت کو نہیں مارا...... تم ان کی محبت کے گناہ گار ہو۔" وہ بے سروپا بول رہا تھا۔

"فیض...... فیض، کیا کہہ رہے ہو میری بات سنو، میری بہن ریما کو ہوش آگیا ہے اس نے سب کچھ سچ سچ بتادیا ہے کہ اکرم اس کی اس حالت کا ذمے دار نہیں تھا بلکہ وہ خود تھی۔" اس نے جھنجلاہٹ میں کہا۔ فیض قہقہے لگانے لگا۔

"فیض تم ہوش میں تو ہو تم اکرم...... ہاں اکرم کو چھوڑ دو میں واپس آرہا ہوں، میں سب اعتراف کرلوں گا کہ اکرم کے خلاف میں نے ہی یہ سب کیا تھا۔" اسے فیض کی حالت سمجھ نہیں آرہی تھی۔

"رحما اور اکرم تو آسمان پر چلے گئے ... یہ زمین ان کی محبت کے قابل جو نہیں تھی۔" یہ کہہ کر اس نے دیوانہ وار قہقہہ لگایا اور پھر اپنا فون گاڑی میں سے دور پھینک دیا اور تالیاں بجانے لگا۔

"دیکھو...... دیکھو رحما اور اکرم وہ آسمان پر ہیں...... دیکھو آسمان پر رحما اور اکرم کا گھر ہے۔" اور پھر اس نے اپنی نظریں آسمان کی جانب کرلیں وہ کبھی ہنستا تو کبھی روتا۔ اسے شاید علم نہیں تھا کہ اُن کی محبت ایک دوسرے کو پانا نہیں بلکہ ایک دوسرے کو خوشی دینا تھی اور انہوں نے ایک دوسرے کو خوشی دینے کے لیے خود کو فنا کردیا۔ فیض کا ذہنی توازن بگڑ چکا تھا۔ وہ اس بات کو قبول نہیں کررہا تھا کہ محبت ایسی بھی ہوتی ہے۔

دریا میں قطرے کی صورت گم ہوجاؤں
میں اپنے آپ سے باہر نکلوں اور تم ہوجاؤں

(ختم شد)